عمران سیریز

ہارڈ مشن

مظہر کلیم ایم اے

یوسف برادرز
پاک گیٹ ملتان

دارالحکومت سے تقریباً ڈیڑھ سو کلومیٹر دور اعظم گڑھ ایک خاصا بڑا قصبہ تھا لیکن چونکہ وہ شاہراہ سے تقریباً بیس میل ہٹ کر تھا۔ اس لئے اس قدر تیز رفتاری سے ترقی نہ کر سکا تھا جس قدر اسی دوری سے شاہراؤں پر واقع قصبے ترقی کرتے جا رہے تھے۔ اعظم گڑھ میں ایک قدیم تاریخی قلعہ تھا جسے قلعہ اعظم گڑھ کہا جاتا تھا اور یہ قلعہ اس قدر تاریخی اہمیت کا حامل تھا کہ آثار قدیمہ سے دلچسپی رکھنے والے بین الاقوامی سیاح پاکیشیا کے دارالحکومت آنے کے بعد لازماً یہ قلعہ دیکھنے جاتے تھے لیکن حکومت نے کبھی اعظم گڑھ میں سیاحوں کی رہائش یا انہیں قلعہ کی تاریخ اور اس کی قدامت کے بارے میں کچھ بتانے کا اہتمام نہ کیا تھا۔ اس لئے سیاح جب اعظم گڑھ کا قلعہ دیکھ کر واپس آتے تو ان کے چہرے لٹکے ہوتے اور وہ شدید کوفت میں مبتلا نظر آتے اور ہر ملنے والے سے حکومت کی اس غفلت اور لاپرواہی کا شکوہ ضرور کرتے تھے لیکن

دو سال پہلے ایک نجی پارٹی نے ان شکوہ شکایات کا نہ صرف ازالہ کر دیا تھا بلکہ اعظم گڑھ میں سیاحوں کی آمد و رفت اس قدر بڑھ گئی تھی کہ حکومت کو بھی شاہراہ سے اعظم گڑھ تک واقع ناپختہ سڑک کو پختہ بنانے پر مجبور ہونا پڑ گیا تھا۔ اس نجی ادارے کا نام نادر ٹورسٹ انٹر پرائزز تھا۔ اس ادارے کے تحت اعظم گڑھ میں انتہائی جدید ترین سہولیات سے مزین بین الاقوامی معیار کا ایک عظیم الشان ہوٹل اور ریستوران بھی بنایا گیا تھا۔ اس کے علاوہ قلعہ کی تاریخ کو بھی بڑے بڑے بورڈوں پر مختلف بین الاقوامی زبانوں میں تحریر کرا کر قلعے کے ارد گرد نصب کرایا گیا تھا۔ ایسے گائیڈ مقرر کئے گئے تھے جو سیاحوں کو قلعہ کی ایک ایک اینٹ سے نہ صرف متعارف کراتے تھے بلکہ اس کی حیرت انگیز تاریخ بھی بتاتے تھے۔ اس ادارے نے دارالحکومت میں شائع ہونیوالے اخبارات کے ساتھ ساتھ ریڈیو، ٹیلی وژن اور بیرون ملک شائع ہونے والے اخبارات میں بھی اعظم گڑھ کے اس قلعے کی تاریخی حیثیت کے بارے میں اس قدر پرکشش اشتہارات مسلسل شائع کروائے تھے کہ اعظم گڑھ کے اس قلعے سے دنیا بھر کے آثار قدیمہ سے دلچسپی رکھنے والے افراد پوری طرح واقف تھے۔ یہی وجہ تھی کہ نادر ہوٹل ہر وقت ملکی اور غیر ملکی سیاحوں سے کھچا کھچ بھرا رہتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ نادر ہوٹل میں رات کو روزانہ ایسے فنکشنز بھی کئے جاتے تھے کہ دارالحکومت سے لوگ ان فنکشنز کو دیکھنے خصوصی طور پر اعظم گڑھ آجاتے تھے۔ نادر ہوٹل میں چونکہ زیادہ تر غیر ملکی سیاح رہتے تھے اس لئے حکومت نے اسے شراب اور جوئے کا بھی باقاعدہ

لائسنس دے رکھا تھا اور نادر ہوٹل کے بار کی وسعت اور وہاں ملنے والی تقریباً ہر ٹائپ کی شراب کی شہرت پورے دارالحکومت میں پھیلی ہوئی تھی۔

اس وقت بھی نادر ہوٹل کی وسیع پارکنگ میں تقریباً ہر کمپنی کے نئے ماڈل کی رنگ برنگی کاروں کا میلہ سا لگا ہوا تھا کہ ایک جدید ماڈل کی سپورٹس کار پارکنگ میں داخل ہوئی اور ایک خالی جگہ پر جا کر رک گئی۔ کار کے رکتے ہی ایک خوش شکل سے لڑکے نے بجلی کی سی تیزی سے اس پر پارکنگ کارڈ لگایا اور پھر تیزی سے گھوم کر وہ ڈرائیونگ سیٹ کی طرف آیا۔

" پارکنگ کارڈ "۔۔۔۔۔ لڑکے نے کھڑکی سے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے نوجوان سے مخاطب ہو کر مؤدبانہ لہجے میں کہا اور ساتھ پارکنگ کارڈ اس کی طرف بڑھایا۔

" کارڈ ۔۔۔ اوہ مبارک ہو ۔۔ واہ کمال ہے اس نوعمری میں۔ بھائی تم تو مجھے اپنا جھوٹا کھلواؤ "۔۔۔۔۔ نوجوان نے تیزی سے دروازہ کھول کر نیچے اترتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ پارکنگ بوائے اس کی بات کا مطلب سمجھتا نوجوان اس لڑکے سے اس طرح لپٹ گیا جیسے کوئی صدیوں سے بچھڑا ملتا ہے۔

" صاحب، صاحب "۔۔۔۔۔ لڑکا بری طرح گھبرا گیا تھا۔

" کب ہے ولیمہ ۔۔۔ ویسے یار ترکیب تو بتاؤ حیرت ہے ابھی تمہاری مسیں بھی پوری طرح نہیں نکلیں اور کارڈ بانٹ رہے ہو ہمیں دیکھو نجانے کب سے اس کارڈ بانٹنے کی حسرت دل میں لئے

پھرتے ہیں:"۔۔۔۔ نوجوان نے علیحدہ ہو کر غور سے لڑکے کو دیکھتے
ہوئے کہا اور فقرہ ختم کر کے ایک بار پھر لپٹ گیا۔
"صاحب پارکنگ کارڈ ہے، ولیمے کا نہیں ہے"۔۔۔ لڑکے
نے اور زیادہ گھبراتے ہوئے کہا۔
"کیا۔۔۔ کہا، مبارکنگ کارڈ اور بغیر ولیمے کے، اوہ سمجھ گیا یعنی
ولیمہ تم نے پہلے کھلا دیا اور مبارکنگ کارڈ اب بانٹ رہے ہو۔ بہرحال
مبارک ہو، مبارک ہو، دلی مبارک ہو بلکہ دل کے ساتھ پھیپھڑے،
گردے سب کی مبارک ہو۔ چلو اب کہاں تک گنواتا رہوں۔ بس
یوں سمجھو پورے جسم کی مبارک ہو"۔۔۔۔ نوجوان نے انتہائی مسرت
بھرے لہجے میں اور انتہائی پر خلوص انداز میں مبارک دیتے ہوئے کہا۔
"صاحب مبارکنگ نہیں پارکنگ کارڈ۔ میں پارکنگ بوائے
ہوں۔ آپ نے کار یہاں پارک کی ہے اس کا کارڈ دے رہا ہوں
آپ کو"۔۔۔ لڑکے نے بھی اس بار مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ بھی
شاید نوجوان کی غلط فہمی کو سمجھ گیا تھا۔
"یعنی کہ تمہاری شادی نہیں ہوئی"۔۔۔۔ نوجوان نے
انتہائی مایوسانہ لہجے میں کہا۔
"جی نہیں صاحب، ابھی کہاں۔ ابھی ایک ہفتہ پہلے تو میری
نوکری لگی ہے اور بہن کے زیور بیچ کر منیجر صاحب کو رشوت
دی ہے تب انہوں نے یہاں نوکری دی ہے۔ ابھی تو میں کماؤں
گا۔ بہن کے زیور دوبارہ بنواؤں گا، پھر اس کی شادی کے اخراجات
اکٹھے کروں گا پھر اس کی شادی کروں گا۔ اس کے بعد اپنے متعلق

سوچوں گا جناب"۔۔۔۔ لڑکے نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔
"مم۔ مم مگر زیور کیوں بیچے تم نے، کمال ہے عجیب احمق
لڑکے ہو۔ پہلے بیچ دیتے ہو پھر کہتے ہو دوبارہ خریدوں گا۔ پہلے
بیچے ہی کیوں تھے"۔۔۔۔ نوجوان نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے
ہوئے کہا اور لڑکے کے منہ سے بے اختیار ایک طویل سانس
نکل گیا۔
"صاحب آپ بڑے آدمی ہیں۔ آپ کو واقعی کیسے معلوم ہو سکتا
ہے کہ غریب کس طرح رہتے ہیں صاحب۔ اس پارکنگ بوائے کی
نوکری کے لئے منیجر صاحب نے دس ہزار روپے لئے ہیں اور اس
کے ساتھ ایک ہزار روپیہ مہینہ بھی دینا پڑے گا۔ اب میرے پاس
دس ہزار روپے کہاں سے آتے۔ والد بیمار پڑا ہوا ہے، وہ پہلے
ریلوے میں ملازم تھا پھر اسے بیماری کی وجہ سے ریٹائر کر دیا گیا۔
اور اس جبری ریٹائرمنٹ کے لئے اسے حکومت نے آٹھ ہزار روپیہ
دیا۔ دو ہزار اماں جی کے پاس تھا۔ انہوں نے سوچا کہ بڑی بہن کا
زیور خرید لیں تاکہ اس کی شادی ہو سکے۔ چنانچہ ان دس ہزار کا
زیور خرید لیا گیا۔ شادی کی تیاریاں شروع ہو گئیں مگر پھر اچانک
ابا جی پر فالج گر گیا۔ وہ ریٹائرمنٹ کے بعد ٹیوشن پڑھاتے تھے
جس سے گھر کا گزارہ ہوتا تھا اور میری کالج کی فیس ادا ہوتی تھی
سب کچھ ختم ہو گیا۔ گھر میں فاقے شروع ہو گئے۔ اس دوران یہاں
نادر ہوٹل میں پارکنگ بوائے کی آسامی خالی ہوئی۔ ایک کالج کے
ساتھی کا والد یہاں سپروائزر ہے۔ انہیں ہمارے حالات کا علم

تھا۔ چنانچہ انہوں نے منیجر صاحب سے سفارش کی منیجر صاحب
کو مجھ پر رحم آگیا۔ انہوں نے ازراہ کرم صرف دس ہزار روپے میں
نوکری دینے کی حامی بھر لی اور ساتھ ہی ماہانہ بھی تین ہزار سے کم
کر کے ایک ہزار روپیہ کر دیا۔ چنانچہ مجبوراً بہن کے زیور فروخت
کر کے دس ہزار روپے منیجر صاحب کو دینے پڑے"۔۔۔۔
لڑکے نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا لیکن بات کرتے
ہوئے اس کی آنکھیں ڈبڈبا آئی تھیں۔

" چلو وہ دس ہزار روپے تو تم نے دیئے لیکن یہ ایک ہزار ماہانہ
دینے کا کیا مطلب ہوا"۔۔۔۔ نوجوان نے حیرت بھرے لہجے
میں کہا۔

"جناب! نجانے کیا بات ہے آپ کو سب کچھ بتانے کو
جی چاہ رہا ہے ورنہ ہمیں سختی سے منع کیا گیا ہے کہ اگر دس ہزار
روپیہ اور ایک ہزار کے بارے میں کسی کو کچھ بتایا تو کان سے پکڑ
کر نوکری سے نکال دیا جائے گا' بہر حال سن لیں یہاں بڑے
بڑے لوگ آتے ہیں جو پارکنگ فیس پانچ روپے کی جگہ اکثر دس
روپے دے دیتے ہیں۔ اس طرح روزانہ سو ڈیڑھ سو روپے بن
جاتے ہیں۔ باقی لڑکے تو تین ہزار دیتے ہیں' مجھ پر منیجر صاحب
نے رحم کھایا ہے اور مجھے ایک ہزار دینے کے لئے کہا ہے اور صاحب
آپ سے باتیں کرنے کی وجہ سے میں کاروں کو اٹنڈ نہیں کر سکا۔
دوسرے لڑکوں نے اٹنڈ کر لی ہے اس لئے آپ مہربانی کریں
یہ کارڈ لے لیں تاکہ میں کام کر سکوں"۔۔۔۔ لڑکے نے بات

کرتے کرتے چونک کر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

" ہونہہ! کیا نام ہے تمہارا"۔۔۔۔ نوجوان نے جیب میں
ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔

" صاحب میرا نام رضا ہے"۔۔۔۔ لڑکے نے جواب دیا۔

" کونسے کالج میں پڑھتے تھے تم"۔۔۔۔ نوجوان نے
مسکراتے ہوئے پوچھا۔

" صاحب دیر ہو رہی ہے۔ آپ پلیز کارڈ لے لیں تاکہ میں
جا سکوں"۔۔۔۔ رضا نے اب بیزار ہوتے ہوئے کہا۔

" جو پوچھ رہا ہوں وہ بتا دو پھر کارڈ لوں گا ورنہ اس طرح
دو گھنٹے اور کھڑے رکھوں گا اور اگر تم کارڈ دیئے بغیر گئے تو منیجر
سے شکایت بھی کروں گا"۔۔۔۔ نوجوان نے اس بار سخت
لہجے میں کہا۔

" نہ' نہ خدا کے واسطے میری شکایت نہ کیجئے گا۔ وہ بیحد سخت
آدمی ہے۔ فوراً مجھے نوکری سے نکال دے گا۔ پہلے ہی میری وجہ
سے اسے ماہانہ رقم کم مل رہی ہے اور وہ ہر دوسرے تیسرے روز
مجھے کہتا ہے کہ میری وجہ سے اسے مالی نقصان برداشت کرنا پڑ
رہا ہے۔ پلیز خدا کے واسطے مجھ پر رحم کیجئے' منیجر صاحب کو شکایت
نہ کیجئے گا۔ آپ کہیں تو میں ساری رات یہاں کھڑا رہوں گا"۔۔۔۔
رضا نے بری طرح گھبراتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے کا رنگ ہلدی
سے بھی زیادہ زرد پڑ گیا تھا۔

" تو پھر جو میں پوچھتا جاؤں بتاتے جاؤ اور سنو یہاں میرے

پاس کھڑے ہو کر تمہیں فائدہ ہی ہو گا نقصان نہ ہو گا' یہ میرا وعدہ"۔ نوجوان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"صاحب سٹی کالج میں سال دوم کا طالب علم تھا جناب' نان میڈیکل کا۔ سوچا تو یہی تھا کہ انجینئر بن جاؤں گا تو شاید ابا جان کی ریلوے کی ملازمت کی وجہ سے مجھے بھی ریلوے میں نوکری مل جائے گی لیکن . . . "۔—— لڑکے نے جواب دیا اور ایک بار پھر اس کی آواز بھرا گئی۔

"میٹرک میں کتنے نمبر لئے تھے"۔—— نوجوان باقاعدہ انٹرویو لینے پر تل گیا تھا۔

"سکول میں فرسٹ آیا تھا جناب' وظیفہ بھی ملا تھا لیکن صرف وظیفے کا اعلان تو ہوا مگر ابھی تک ملا تو کچھ نہ تھا کہ مجھے کالج چھوڑنا پڑا"۔—— رضا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یہاں اعظم گڑھ میں رہتے ہو یا دارلحکومت میں"۔—— نوجوان نے پوچھا۔

"جی دارلحکومت میں جناب"۔—— رضا نے حیرت بھرے لہجے میں جواب دیا جیسے اسے سمجھ نہ آ رہی ہو کہ آخر نوجوان اس میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہا ہے۔

"گھر کا پورا پتہ بتاؤ میں تمہارے والد سے ملنے کسی بھی وقت آسکتا ہوں۔ میرا تعلق ایک سوشل سوسائٹی سے ہے۔ ہو سکتا ہے سوسائٹی تمہارے والد کے لئے کوئی رقم خیرات فنڈ میں سے دے سکے"۔—— نوجوان نے کہا۔

"سوری جناب —— جب تک میں زندہ ہوں' میں اپنے والد کے لئے خیرات نہیں لے سکتا۔ یہ آپ انہیں دیں جن کا کوئی کمانے والا نہ ہو"۔—— لڑکے کا چہرہ یکلخت غصے کی شدت سے تمتما اٹھا۔

"چلو ٹھیک ہے نہیں دیتے' گھر کا پتہ بتاؤ ورنہ پھر منیجر سے شکایت کروں گا"۔—— نوجوان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ خدا کے لئے یہ دھمکی نہ دیں' میرا گھر طارق آباد کی گلی نمبر بارہ میں ہے' مکان نمبر ایک سو اٹھائیس ہے"۔—— رضا نے ایک بار پھر گھبراتے ہوئے کہا۔ وہ منیجر سے شکایت کی دھمکی پر واقعی بری طرح گھبرا جاتا تھا۔

"او۔ کے' بس اب آخری سوال —— یہ تم جس منیجر کی بات کر رہے ہو اس کا نام اسلم ہے"۔—— نوجوان نے کہا۔

"اسلم نہیں جناب' منیجر احمد نواز خان صاحب' بڑے منیجر صاحب ہیں"۔—— لڑکے نے کہا۔

"او۔ کے' لاؤ کارڈ دو خواہ مخواہ میرا وقت ضائع کر دیا تم نے"۔ نوجوان کا لہجہ یکلخت بدل گیا۔ اس نے لڑکے کے ہاتھ سے کارڈ جھپٹا اور پھر جیب سے پانچ روپے کا نوٹ نکال کر اس نے لڑکے کے ہاتھ پر رکھا اور تیزی سے مڑ کر ہوٹل کی بلڈنگ کی طرف بڑھ گیا اس نے مڑ کر بھی لڑکے کی طرف نہ دیکھا لیکن نہ دیکھنے کے باوجود اسے پوری طرح احساس ہو رہا تھا کہ لڑکا حیرت سے اسے جاتا دیکھ رہا ہے۔ شاید اس لڑکے کا خیال تھا کہ اتنی ہمدردی کرنے کے بعد وہ اسے پانچ کی بجائے پچاس روپے دے دے گا لیکن اس نے

پورے پانچ روپے دیئے تھے۔

نوجوان نے پارکنگ کارڈ جیب میں ڈالا اور رمبا سمبا دھن میں سیٹی بجاتا اطمینان سے چلتا ہوا آگے بڑھتا گیا۔ ہوٹل کا ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔

"صاحب! آپ کا کارڈ"۔۔۔۔۔ اندر داخل ہوتے ہی ایک سپروائزر نے جلدی سے آگے بڑھ کر نوجوان سے کہا اور نوجوان نے جیب سے رضا کا دیا ہوا پارکنگ کارڈ سپروائزر کی طرف بڑھا دیا۔

"یہ ۔ یہ تو پارکنگ کارڈ ہے جناب، میں ریزرویشن کارڈ مانگ رہا ہوں جناب"۔۔۔۔۔ سپروائزر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ اچھا سوری"۔۔۔۔۔ نوجوان نے پارکنگ کارڈ واپس جیب میں ڈالتے ہوئے کہا اور پھر جیب سے ایک چھوٹا سا کارڈ نکال کر سپروائزر کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

"مگر یہ تو وزٹنگ کارڈ ۔۔۔ اوہ ڈپٹی ڈائریکٹر سنٹرل انٹیلی جنس سس ۔ سر، سلام"۔۔۔۔۔ نوجوان نے پہلے اکتائے ہوئے لہجے میں کہنا شروع کیا مگر پھر کارڈ کی عبارت پڑھ کر اس کا لہجہ یکلخت مؤدب ہو گیا تھا۔

"کمال ہے ۔۔۔ کوئی کارڈ بھی تمہیں پسند نہیں آرہا۔ ہر ایک کا نیا نام بتا دیتے ہو"۔۔۔۔۔ نوجوان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"صاحب! آپ کے سپرنٹنڈنٹ صاحب بھی تشریف فرما ہیں اگر آپ حکم دیں تو ان کے ساتھ سپیشل سیٹ لگا دیں"۔۔۔۔۔ سپروائزر نے مسکراتے ہوئے کہا

"سپرنٹنڈنٹ فیاض"۔۔۔۔۔ نوجوان نے چونک کر کہا۔

"جی ہاں صاحب! ان کے لیے ڈبل میز مستقل ریزرو رہتی ہے۔ اس لئے ایک کرسی لگ سکتی ہے، آپ ان کے افسر ہیں اور میرا خیال ہے آپ نے ریزرویشن نہیں کرائی اور بغیر ریزرویشن کے سیٹ یہاں مل نہیں سکتی"۔۔۔۔۔ سپروائزر نے بڑے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔

"اچھا چلو ٹھیک ہے، کہاں ہے ان کی یہ ڈبل میز"۔۔۔۔۔ نوجوان نے آمادہ ہوتے ہوئے کہا۔

"آئیے سر ادھر"۔۔۔۔۔ سپروائزر نے کہا اور تیزی سے ڈائس کی شمالی طرف کو بڑھ گیا۔ وہاں واقعی سٹیج سے قریب ایک ڈبل میز کے گرد ایک نوجوان غیر ملکی سیاح لڑکی اور سنٹرل انٹیلیجنس کا سپرنٹنڈنٹ فیاض بیٹھے ہوئے تھے۔ لڑکی کے سامنے شراب کا جام تھا جبکہ فیاض کے ہاتھ میں کوک تھی۔

"تم پہلے جا کر اس سے بات کرو، میں یہیں رک جاتا ہوں۔ وہ سپرنٹنڈنٹ ہے اور سپرنٹنڈنٹ عملی طور پر بڑا افسر ہوتا ہے"۔ نوجوان نے کچھ فاصلے پر رک کر سپروائزر سے کہا اور سپروائزر حیرت بھرے انداز میں سر ہلاتے ہوئے میز کی طرف بڑھ گیا۔ نوجوان نے اپنا رخ ذرا سا بدلا لیکن کن انکھیوں سے وہ ادھر ہی دیکھ رہا تھا۔ سپروائزر نے جھک کر سپرنٹنڈنٹ فیاض کے قریب جا کر کچھ کہا۔

"کیا بکواس ہے ۔۔۔ ہمارے محکمے میں کوئی ڈپٹی ڈائریکٹر نہیں

ہوتا۔ کون ہے وہ فراڈیا؟" ۔۔۔۔۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض کی دھاڑ سنائی دی۔ اور سپروائزر سپرنٹنڈنٹ فیاض کی بات سن کر ایک جھٹکے سے پیچھے ہٹ گیا۔ اسی لمحے نوجوان مڑ کر تیزی سے ان کی طرف بڑھنے لگا۔

"اخاہ جناب سپرنٹنڈنٹ فیاض صاحب بنفس نفیس یہاں موجود ہیں، اوہ سوری تشریف رکھتے ہیں۔ چلو مسئلہ حل ہوا، واپسی کا کرایہ بھی نہ تھا میرے پاس۔ اب تو سرکاری کار میں واپس چلا جاؤں گا۔" نوجوان نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"تم۔ تم عمران اور یہاں ۔۔۔ تم یہاں کیسے آ گئے؟" ۔۔۔۔۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض نے ایک جھٹکے سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"بتایا تو ہے، ایک طرف کا کرایہ تھا بس آ گیا۔ میں نے سوچا تھا واپس پیدل چل پڑوں گا۔ پہلے زمانے کے لوگ تو پیدل سو سو میل چلتے تھے بلکہ پیدل حج کرنے چلے جاتے تھے۔ میں بیس میل بھی پیدل نہ چل سکوں گا مگر اللہ نے میری سن لی۔ اوہ سوری میری بیچاری کمزور اور ناتواں ٹانگوں کی سن لی اور سناؤ کیا حال ہے۔ یہ محترمہ کون ہیں، کہیں کوئی سمگلر تو نہیں؟" ۔۔۔۔۔ نوجوان نے جو عمران تھا، آگے بڑھ کر بڑے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"شٹ اپ! تمیز سے بات کیا کرو۔ یہ جینی مارگریٹ ہیں ۔۔۔ گریٹ لینڈ سے سیاحت کے لئے آئی ہیں اور جینی مارگریٹ یہ علی عمران ہے جو بدقسمتی سے میرے محکمے کے ڈائریکٹر جنرل سر رحمٰن کا اکلوتا لڑکا ہے۔ سر رحمٰن نے اسے گھر سے نکالا ہوا ہے کیونکہ

یہ احمق اور نکما آدمی ہے۔" ۔۔۔۔۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض نے جینی سے باقاعدہ عمران کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"اوہ اچھا" ۔۔۔۔ جینی نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تمہیں کرایہ چاہیے، یہ لو کرایہ اور جاؤ۔ مجھے ڈسٹرب مت کرو۔" سپرنٹنڈنٹ فیاض نجانے کس موڈ میں تھا کہ اس نے جیب سے پھولا ہوا بٹوہ نکالا اور اس میں سے سو کا ایک نوٹ نکال کر عمران کی طرف بڑھا دیا۔

"اوہ شکریہ سپرنٹنڈنٹ فیاض صاحب، آپ واقعی حاتم طائی کی ناخلف اولاد لگتے ہیں کہ حاتم طائی تو مسافر کو کھانا کھلانے کے بعد زادہ راہ دے کر رخصت کرتا تھا مگر تم کھانا کھلائے بغیر ہی بھگا رہے ہو۔ ویسے معاف کرنا مس جینی مارگریٹ کا تعلق ہرگز گریٹ لینڈ سے نہیں ہے۔" ۔۔۔۔ عمران نے سو کا نوٹ لے کر جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"کیا۔ کیا کہہ رہے ہو تم" ۔۔۔۔ جینی عمران کی بات سن کر بری طرح چونک پڑی۔ اس کی آنکھوں سے شدید الجھن آمیز تاثرات نمایاں تھے۔

"میں چیلنج کرتا ہوں" ۔۔۔۔ عمران نے میز پر زور سے مکہ مارتے ہوئے کہا۔

"کیا۔ کیا۔ اوہ یو نانسنس ۔۔۔ کیا کہہ رہے ہو تم۔ چلو یہاں سے" ۔۔۔۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض نے غصے کی شدت سے چیختے ہوئے کہا۔

"خاموشی سے بیٹھ جاؤ، سمجھے" ——— عمران کا لہجہ یکلخت
انتہائی سرد ہو گیا اور سپرنٹنڈنٹ فیاض بے اختیار سہم کر اس طرح
پیچھے ہٹ گیا جیسے عمران نے بات کرنے کی بجائے اسے کوڑا مار دیا
ہو، جینی مارگریٹ کی آنکھیں نہ صرف حیرت سے پھٹ گئی تھیں بلکہ
اس کے چہرے پر اب شدید خوف کے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے۔

"مم۔ مم میرا تعلق گریٹ لینڈ سے ہے۔ میرے پاس گریٹ لینڈ
کا پاسپورٹ ہے۔" ——— جینی نے بری طرح ہکلاتے ہوئے کہا۔

"ہو گا ——— لیکن تم گریٹ لینڈ کی رہنے والی نہیں ہو۔ میں یہ
بات جانتا ہوں" ——— عمران نے اسی طرح انتہائی سنجیدہ لہجے
میں کہا، اور کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کی نظریں جینی پر جمی ہوئی تھیں۔

"مم۔ مم میں جا رہی ہوں۔ میری طبیعت خراب ہو رہی ہے"
جینی نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا اور جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"بیٹھ جاؤ، پہلے مجھے اپنی بات ثابت کرنے دو" ——— عمران
کا لہجہ پہلے کی طرح سرد ہو گیا اور جینی اس قدر خوفزدہ ہو گئی کہ
بے اختیار دھم سے دوبارہ کرسی پر بیٹھ گئی۔

"عمران پلیز" ——— سپرنٹنڈنٹ فیاض نے اس بار منت
بھرے لہجے میں کہنا چاہا۔

"میں کہہ رہا ہوں تم خاموش رہو، نجانے کس گھامڑ نے تمہیں
سپرنٹنڈنٹ بنا دیا ہے۔ تمہیں پہچان ہی نہیں ہے، جو کسی نے بتا
دیا تم نے یقین کر لیا" ——— عمران نے انتہائی کرخت لہجے
میں کہا۔

"مم۔ مم میں سچ کہہ رہی ہوں۔ میں سچ کہہ رہی ہوں، آہ ..."
جینی نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہنا شروع کیا لیکن ابھی اس کا
جملہ ختم نہ ہوا تھا کہ ٹک کی آواز کے ساتھ ہی اس کے جسم
کو جھٹکا لگا اور دوسرے لمحے وہ کرسی سے فرش پر لڑھک گئی۔
اور خون کا فوارہ سا اس کے گلے سے نکل کر فرش پر تیزی سے پھیلنے
لگ گیا۔ وہ چند لمحے فرش پر پڑی تڑپتی رہی پھر ساکت ہو گئی۔ عمران
کے ہونٹ بے اختیار بھنچ گئے اور چہرہ پتھریلا سا ہو گیا۔ اس
کی نظریں ہال کے اوپر موجود ایک گیلری پر جمی ہوئی تھیں۔ مگر دوسرے
لمحے ارد گرد کی میزوں سے شور اٹھا اور ساتھ ہی قتل قتل کی آوازیں
سنائی دینے لگیں۔ پھر تو جیسے پورے ہال میں یکلخت بھگدڑ سی مچ
گئی۔

"اوہ کیا ہوا ——— کیا ہوا۔ کس نے قتل کیا ہے جینی کو" ———
سپرنٹنڈنٹ فیاض نے بری طرح چیختے ہوئے کہا۔ ویٹرز اور
سپر وائزر تیزی سے اس میز کے گرد اکٹھے ہونے لگ گئے۔

"اوہ تم منحوس آدمی۔ تم جہاں بھی پہنچ جاتے ہو وہاں ضرور
نحوست پڑ جاتی ہے۔ اچھی بھلی جینی بیٹھی باتیں کر رہی تھی کہ ..."
سپرنٹنڈنٹ فیاض نے غصے کی شدت سے بری طرح ناچتے
ہوئے کہا لیکن عمران خاموش بیٹھا رہا۔ اس کی پیشانی پر سوچ
کی لکیریں پھیل گئی تھیں۔ کھچا کھچ بھرا ہوا ہال لوگوں سے اس قدر
تیزی سے خالی ہو گیا کہ جیسے وہاں کوئی جن پھر گیا ہو۔ ویٹر اور
سپر وائزرز کے چہروں پر بھی شدید خوف کے تاثرات تھے جبکہ

سپرنٹنڈنٹ فیاض شاید کاؤنٹر کی طرف چلا گیا تھا تاکہ پولیس کو فون کرے۔

" اے مسٹر ــــ تم نے قتل کیا ہے اس خاتون کو "ــــ اچانک ایک کرخت سی آواز عمران کے عقب سے سنائی دی اور عمران جو بت کی طرح ساکت بیٹھا ہوا تھا یکلخت چونک کر کھڑا ہوا۔

" قق۔ قق قتل ــــ کیا کہہ رہے ہو قتل، کس نے کیا ہے کس کو کیا ہے "ــــ عمران نے بری طرح ہکلاتے ہوئے کہا اس نے دیکھا کہ اس کے سامنے نیلے رنگ کا سوٹ پہنے ایک بڑی بڑی مونچھوں اور رعب دار چہرے والا ادھیڑ عمر آدمی کھڑا تھا۔

" میں چیف منیجر ہوں، مجھے یہی بتایا گیا ہے کہ یہ لڑکی سپرنٹنڈنٹ سنٹرل انٹیلی جنس کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی کہ تم بغیر ریزرویشن یہاں آئے اور اس کے بعد لڑکی پراسرار طور پر قتل ہو گئی "ــــ اس بڑی بڑی مونچھوں والے نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

" تمہارا نام احمد نواز خان ہے "ــــ عمران نے یکلخت سرد لہجے میں کہا۔ اس کے چہرے پر بے پناہ سنجیدگی ابھر آئی تھی۔

" ہاں، مگر تم مجھے کیسے جانتے ہو "ــــ ادھیڑ عمر آدمی نے چونک کر کہا۔

" خان صاحب! یہ علی عمران ہے، سر رحمٰن کا لڑکا "ــــ اسی لمحے سپرنٹنڈنٹ فیاض کی آواز سنائی دی۔ وہ شاید پولیس کو فون کر کے واپس آیا تھا

" اوہ۔ اوہ تو آپ ہیں علی عمران صاحب، اوہ سوری۔ آپ

آئیں میرے دفتر میں بیٹھیں "ــــ احمد نواز خان نے بری طرح بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

" آپ دفتر میں بیٹھیں، میں ابھی آتا ہوں۔ ویسے آپ سے کام تھا لیکن راستے میں یہ حادثہ ہو گیا "ــــ عمران نے اسی طرح سرد لہجے میں کہا اور منیجر تیزی سے مڑا اور ایک طرف کھڑے سپروائزر اور ویٹر کی طرف بڑھ گیا۔

" فیاض اس جینی کی تلاشی لو اور اس کا بیگ مجھے دو "ــــ عمران نے اس بار فیاض سے مخاطب ہو کر کہا۔

" سوری! مقامی پولیس آ رہی ہے وہی تفتیش کرے گی "ــــ فیاض نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔ اسے شاید اس بات پر غصہ تھا کہ وہ اچھا بھلا خوبصورت جینی سے بیٹھا باتیں کر رہا تھا کہ عمران کے آجانے سے ساری صورت حال ہی بدل گئی۔ فنکشن بھی ختم ہو گیا اور اب مقامی پولیس کو بیانات بھی لکھوانے پڑیں گے کیونکہ بہرحال جینی اس کی میز پر بیٹھی تھی۔

" ٹھیک ہے، میں ڈیڈی کو رپورٹ دے دوں گا کہ تم غیر ملکی ایجنٹوں کے ساتھ دوستی کر کے ان کی ہوٹلوں میں دعوت کرتے رہتے ہو "ــــ عمران نے خشک لہجے میں کہا۔

" کک کک کیا مطلب ــــ غیر ملکی ایجنٹ۔ مم۔ مم مگر یہ تو سیاح تھی۔ دارالحکومت میں ملاقات ہوئی اور میں اسے فنکشن دکھانے یہاں لے آیا "ــــ سپرنٹنڈنٹ فیاض کا رنگ زرد پڑ گیا۔

اسی لمحے پولیس کے آفیسرز تیزی سے ہال میں داخل ہوئے

اور سیدھے وہ عمران اور سپرنٹنڈنٹ فیاض کی طرف آئے۔

"سپرنٹنڈنٹ فیاض آف سنٹرل انٹیلی جنس"۔۔۔۔ فیاض نے انسپکٹر کو اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"اوہ سر آپ ۔۔۔ میں یہاں انسپکٹر ہوں سر ۔۔۔ انسپکٹر شاہد نواز ۔۔۔ یہ غیر ملکی عورت کیسے قتل ہوئی سر"۔۔۔۔ انسپکٹر شاہد نواز فیاض کا عہدہ سن کر ہی بری طرح مرعوب ہو گیا تھا۔

"اس کی تفتیش تم نے کرنی ہے۔ مجھے معلوم ہوتا تو میں قاتل کو پکڑ نہ لیتا"۔۔۔۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"مجھے معلوم ہے، کون ہے قاتل"۔۔۔۔ اچانک عمران نے کہا تو انسپکٹر کے ساتھ ساتھ سپرنٹنڈنٹ فیاض بھی چونک پڑا۔ انسپکٹر اب غور سے عمران کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں پر شکوک کی پرچھائیاں لہرانے لگی تھیں۔

"یہ علی عمران ہے ۔۔۔ سر رحمن ڈائریکٹر جنرل انٹیلی جنس کا لڑکا"۔۔۔۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض نے انسپکٹر کی آنکھوں میں شکوک کے سائے گہرے ہوتے دیکھ کر جلدی سے کہا اور انسپکٹر ایک بار پھر چونک پڑا۔

"اوہ، اوہ اچھا سر ۔۔۔ آپ فرما رہے تھے کہ آپ قاتل کو جانتے ہیں"۔۔۔۔ انسپکٹر کا لہجہ یکلخت مؤدبانہ ہو گیا اور چہرہ بجھ سا گیا۔

"ہاں، میں نے اوپر گیلری میں اس کی ایک جھلک دیکھی ہے اس کے جسم پر سیاہ رنگ کا چسٹر تھا اور سر پر فلیٹ ہیٹ، اور اس لڑکی کو جس زاویے سے گولی لگی ہے وہ زاویہ بھی یہی بتاتا ہے کہ گولی سائیلنسر لگے ریوالور سے گیلری سے ماری گئی ہے"۔۔۔۔ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے صاحب! شکریہ آپ نے بڑا اہم کلیو دیا ہے میں ابھی قاتل کو پکڑ لوں گا"۔۔۔۔ انسپکٹر شاہد نے خوش ہوتے ہوئے کہا اور پھر اس نے مڑ کر اپنے جونیئر افسران اور سپاہیوں کو ہدایات دینا شروع کر دیں۔

"انسپکٹر شاہد پہلے اس لڑکی کی تلاشی لو۔ خاص طور پر اس کے ہینڈ بیگ کی"۔۔۔۔ عمران نے انسپکٹر سے مخاطب ہو کر کہا اور انسپکٹر سر ہلاتا ہوا تیزی سے جینی کی لاش کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے خود ہی جینی کے لباس کی تلاشی لینی شروع کر دی لیکن پھر مایوسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ایک طرف اس کا ہینڈ بیگ پڑا ہوا تھا۔ اس نے ہینڈ بیگ اٹھایا اور اسے کھول کر دیکھنے لگا۔

"اس میں کیا ہے باہر نکالو"۔۔۔۔ عمران نے کہا تو انسپکٹر شاہد نے ہینڈ بیگ کا سامان نکال کر میز پر رکھنا شروع کر دیا۔ لیکن اس میں کرنسی، پاسپورٹ کے علاوہ صرف لیڈیز میک اپ کا سامان تھا اور کچھ نہ تھا۔ عمران غور سے اس میک اپ کے سامان کو دیکھ رہا تھا لیکن یہ عام سا سامان تھا جس سے عورتیں فوری طور پر میک اپ کو درست کرنے کے لئے اپنے پاس رکھتی ہیں۔

انسپکٹر شاہد پاسپورٹ اٹھا کر دیکھ رہا تھا جبکہ عمران نے میز پر رکھی ہوئی لپ سٹک کو اٹھایا اور اسے ایک نظر دیکھنے کے بعد واپس میز پر رکھ دیا۔

"گریٹ لینڈ کی سیاح تھی' اب تو گریٹ لینڈ سفارت خانے کو بھی اطلاع دینی ہو گی"۔۔۔۔ انسپکٹر نے پاسپورٹ دیکھ کر برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"انسپکٹر' ہم مینجر صاحب کے کمرے میں ہیں' اگر ہمارے بیانات کی ضرورت پڑے تو آپ وہیں آ جائیں"۔۔۔۔ عمران نے کہا اور لفٹ کی طرف مڑ گیا۔

"اوہ نہیں جناب! آپ سرکاری آدمی ہیں' آپ کو میں کیسے اس واردات میں ملوث کر سکتا ہوں۔ آپ بیشک تشریف لے جائیں"۔ انسپکٹر نے خوشامدانہ انداز میں کہا۔

"شکریہ انسپکٹر"۔۔۔۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض نے انسپکٹر کے جواب سے خوش ہوتے ہوئے کہا کیونکہ اسے سب سے بڑا خطرہ یہی لاحق ہو رہا تھا کہ سر رحمن کو پتہ لگ جانا ہے اور پھر سر رحمن نے سوالات کر کر کے اس کی جان عذاب میں ڈال دینی ہے جبکہ وہ سرکاری ڈیوٹی پر بھی نہ تھا لیکن انسپکٹر شاہد محمود کے اس جواب نے اس کا سارا خدشہ ختم کر دیا تھا۔

"میں واپس جا رہا ہوں عمران! مجھے وہاں ضروری کام ہے"۔۔۔۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض نے لفٹ کی طرف مڑتے ہوئے عمران سے کہا۔

"میرے ساتھ آؤ ورنہ۔۔۔۔"۔۔۔۔ عمران نے انتہائی سرد

لہجے میں کہا اور لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔

"کس مصیبت میں جان پھنس گئی ہے۔ نجانے آج کس منحوس کا چہرہ دیکھ لیا تھا صبح صبح"۔۔۔۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض نے انتہائی بے بسی اور غصے سے بڑبڑاتے ہوئے کہا لیکن بہرحال اسے عمران کے پیچھے تو چلنا ہی پڑا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اگر اس نے انکار کر دیا تو عمران سے کچھ بعید نہیں کہ وہ یہیں سے سر رحمن کو فون کر کے ایسی باتیں کر دے کہ سر رحمن اسے ہی قتل کے الزام میں گرفتار کرنے کا حکم دے دیں۔ اس لئے مجبوراً وہ اس کے پیچھے چل پڑا۔

"ظاہر ہے آئینہ ہی دیکھا ہو گا باتھ روم میں لگا ہوا۔ ویسے ایک بات بتاؤ' یہ لوگ باتھ روم میں آئینہ کیوں لگوا لیتے ہیں"۔ عمران نے لفٹ میں سوار ہوتے ہوئے کہا۔

"خاموش رہو' ساری تفریح غارت کر دی تم نے' کم از کم اب دل تو نہ جلاؤ۔ اصل منحوس تم ہی ہو۔ اچھی بھلی باتیں ہو رہی تھیں کہ تم منحوس آن ٹپکے اور وہ بیچاری بھی جان سے چلی گئی۔ ارے ہاں تم نے کیسے کہہ دیا تھا کہ جینی کا تعلق گریٹ لینڈ سے نہیں ہے"۔۔۔۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض نے بات کرتے کرتے یکلخت چونک کر پوچھا۔

"اس لئے کہ گریٹ لینڈ کے رہنے والے اخلاقیات اور روایات کے سخت پابند ہوتے ہیں۔ وہ تعارف کے بعد جب تک رسمی فقرے نہ ادا کر دیں یعنی آپ سے مل کر بے حد مسرت ہوئی وغیرہ وغیرہ اس وقت تک دوسری بات ہی نہیں کرتے جبکہ جینی نے تعارف کے

بعد ایسے فقرے ہی نہ کہے تھے۔ اس لئے میں نے اُسے چیلنج کر رہا تھا۔" عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا اور فیاض نے اس قدر قوت سے ہونٹ بھینچے کہ ہونٹوں کا رنگ ہلکا سا نیلا ہو گیا۔ ظاہر ہے عمران کا یہ جواب اس کے خیال کے مطابق سراسر احمقانہ تھے۔ لفٹ بوائے دروازہ بند کر کے خاموش کھڑا ہوا تھا۔

"ارے منیجر صاحب کے دفتر والی منزل پر لے چلو" ——— عمران نے چونک کر لفٹ بوائے سے کہا اور لفٹ بوائے نے خاموشی سے چوتھی منزل کا بٹن پریس کر دیا اور لفٹ تیزی سے اوپر جانے لگی۔

"اچھا کیا باتیں ہو رہی تھیں، شادی کا عہدہ و پیمان تو نہیں کر رہے تھے" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بکواس مت کرو اور تم یہ منیجر کے پاس کیا کرنے جا رہے ہو" سپرنٹنڈنٹ فیاض نے غراتے ہوئے کہا۔

"اچھا شادی بکواس ہے، ٹھیک ہے۔ میں سلمیٰ بھابی سے کہتا ہوں جا کر کہ جناب سپرنٹنڈنٹ صاحب اب سرے سے شادی کو بھی بکواس سمجھنے لگ گئے ہیں۔ اس لئے اب بغیر شادی کے نوجوان لڑکیوں کے ساتھ . . . ." ——— عمران نے شرارت بھرے لہجے میں کہا۔

"میں تمہاری بکواس کے متعلق کہہ رہا ہوں کیا مصیبت ہے، تم میری جان نہیں بخش سکتے" ——— سپرنٹنڈنٹ فیاض نے بُری طرح زچ ہوتے ہوئے کہا۔

"بخش سکتا ہوں بشرطیکہ تم بخشش کی فیس دے دو" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بخشش کی فیس —— کیا مطلب" ——— سپرنٹنڈنٹ فیاض نے بُری طرح چونکتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے لفٹ رک گئی اور لفٹ بوائے نے دروازہ کھول دیا۔

"باہر آؤ! میں سمجھاتا ہوں تمہیں" ——— عمران نے کہا اور لفٹ سے باہر آ گیا۔

"سنو! میں نے تمہارا پھولا ہوا بٹوہ دیکھ لیا ہے۔ اس لئے ایک ہی صورت میں تمہاری جان بخشی ہو سکتی ہے کہ تم بٹوے میں موجود تمام نوٹ میرے حوالے کر دو، ورنہ یہ جینی کا قتل تمہارے کھاتے میں پڑ سکتا ہے۔ مجھے صرف ڈیڈی کو چند باتیں بتانی پڑیں گی، سوچ لو" ——— عمران نے اس کمرے کی طرف چلتے ہوئے کہا جس کے باہر چیف منیجر کی پلیٹ لگی ہوئی تھی اور ساتھ ہی احمد نواز خان کے نام کی پلیٹ بھی موجود تھی۔

"کیا تم مجھے دھمکی دے رہے ہو، بلیک میل کر رہے ہو مجھے" ——— سپرنٹنڈنٹ سنٹرل انٹیلی جنس کو، میں ابھی تمہارے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال سکتا ہوں" ——— فیاض نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

"سوچ لو چند روپوں کی بات ہے۔ میرے پاس واپسی کا کرایہ بھی نہیں، جینی دہشت گرد بھی ثابت ہو سکتی ہے اور غیر ملکی ایجنٹ بھی اور تم اسے دارالحکومت سے یہاں لائے ہو" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ - اوہ تم . . . ." ——— سپرنٹنڈنٹ فیاض نے بُری طرح ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے بٹوہ نکالا اور

اس میں سے چھوٹے نوٹوں کی گڈی کھینچی اور اس طرح عمران کی طرف بڑھائی جیسے اپنا خون کسی کو خیرات میں دے رہا ہو۔

"میں نے بٹوے کے تمام نوٹ دیکھ لئے ہیں اور بڑے نوٹوں کی گڈی ابھی بٹوے میں موجود ہے"۔۔۔۔ عمران نے منیجر کے دروازے پر رکتے ہوئے کہا۔گڈی اس نے بڑے اطمینان سے فیاض کے ہاتھوں سے جھپٹ لی تھی۔

"تم پکے بلیک میلر ہو۔ میری بات یاد رکھنا کسی روز میں تمہارے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال کر رہوں گا"۔۔۔۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض نے عاجز ہوتے کے سے انداز میں کہا اور بٹوے سے بڑے نوٹوں کی گڈی اس طرح نکالی جیسے گڈی کے ساتھ اس کے جسم سے روح بھی ساتھ ہی نکل رہی ہو۔

"واہ شکریہ! تم واقعی حاتم طائی کے اصل نمائندے ہو"۔ عمران نے گڈی جھپٹ کر اپنے کوٹ کی جیب میں ڈالتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے دروازے کو دھکیل کر کھولا اور سپرنٹنڈنٹ فیاض کا بازو پکڑا اور اسے اس طرح گھسیٹتا ہوا کمرے کے اندر چلا گیا جیسے وہ اسے اغوا کر کے اندر لے جا رہا ہو۔ دفتر بے حد وسیع و عریض اور شاندار انداز میں سجا ہوا تھا اور ایک بڑی سی میز کے پیچھے احمد نواز خان رسیور کانوں سے لگائے بیٹھا ہوا تھا۔ان کے اندر داخل ہوتے ہی اس نے جلدی سے رسیور رکھ دیا۔ اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"خوش آمدید جناب! ویسے تو آپ کی ہمارے ہوٹل میں آمد کی وجہ سے ہمیں بے حد نقصان اٹھانا پڑا ہے لیکن بہر حال میں پھر بھی آپ کو

خوش آمدید کہنے پر مجبور ہوں"۔۔۔۔ احمد نواز خان نے قدرے تلخ سے لہجے میں کہا۔

"کتنا نقصان ہوا ہے"۔۔۔۔ عمران نے بڑے اطمینان سے صوفے پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"کم از کم پچاس لاکھ کا تو ظاہر ہے۔ اس قدر زبردست فنکشن تھا۔ اس قتل کی وجہ سے سب غارت ہو گیا اور ہوٹل ویسے بھی بدنام ہو گیا ہے۔اب تو لوگ یہاں آتے ہوئے ڈریں گے"۔۔۔۔ احمد نواز خان نے دوبارہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"یہ نقصان تو مالکوں کا ہوا ہو گا، آپ اپنا نقصان بتائیں"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مالکوں کا نقصان میرا نقصان ہے۔ میں چیف منیجر ہوں یہاں کا، مالکوں کا کھاتہ میں نے ہی تو پورا کرنا ہے"۔۔۔۔ احمد نواز خان نے تیز لہجے میں کہا۔

"لیکن آپ نے تو یہاں علیحدہ کھاتے کھول رکھے ہیں۔ ہر آسامی پر ملازمت کے لئے آپ کی فیس مقرر ہے اور یہاں ملازمین کو تنخواہ دینے کی بجائے آپ ان سے ماہانہ رقم بھی لیتے ہیں"۔۔۔۔ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"کیا۔۔ کیا کہہ رہے ہیں آپ۔ میری ہوٹل سروس تیس سال کی ہے۔ میں نے یہ سروس گریٹ لینڈ کے اعلیٰ ترین ہوٹلز میں کی ہے۔ میرے متعلق آج تک کسی کو یہ الفاظ کہنے کی جرأت نہیں ہوئی، اور آپ مجھ پر اس طرح کھلے عام الزام لگا رہے ہیں۔ میں سر رحمٰن کی

وجہ سے آپ کا لحاظ کر رہا ہوں ورنہ۔۔۔۔" ___ احمد نواز خان کا چہرہ غصے کی شدت سے ٹماٹر سے بھی زیادہ سرخ پڑ گیا تھا۔

"ایک مثال تو میں دے سکتا ہوں اور اگر کوشش کی جائے تو بہت سی مثالیں بھی دی جاسکتی ہیں"۔ ___ عمران نے اسی طرح مطمئن لہجے میں کہا۔

"مثال ___ کونسی مثال"۔ ___ احمد نواز خان بری طرح سے چونک پڑا۔

"یہاں پر آپ نے ایک لڑکا پارکنگ بوائے کے طور پر رکھا ہے اس کا نام رضا ہے۔ آپ نے اس کو ملازمت دینے کے دس ہزار روپے وصول کئے ہیں۔ ادھر ہر ماہ آپ اسے تنخواہ دینے کی بجائے اس سے ایک ہزار روپیہ ماہانہ وصول کر رہے ہیں"۔ ___ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"یہ غلط ہے ___ یہ بکواس ہے ___ یہ سراسر مجھ پر الزام ہے"۔ ___ احمد نواز خان نے بری طرح چیختے ہوئے کہا۔

"ابھی بلا کر پوچھ لیتے ہیں ___ بلائیں اسے"۔ ___ عمران نے بڑے سرد سے لہجے میں کہا۔

"میں اسے گولی مار دوں گا۔ اس نے مجھ پر اتنا بڑا الزام لگانے کی کوشش کی ہے"۔ ___ احمد نواز خان نے بری طرح تپتے ہوئے لہجے میں کہا اور ساتھ ہی اس نے انٹر کام کا رسیور اٹھا کر پارکنگ بوائے رضا کو دفتر میں پیش کرنے کا کہہ دیا۔

"تم کس چکر میں پکڑ گئے ___ اٹھو چلو یہاں سے، یہ ان کے

آپس کے معاملات ہیں"۔ ___ فیاض نے جو اب تک خاموش بیٹھا ہوا تھا، اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"رشوت آپس کا معاملہ نہیں ہوتا سپرنٹنڈنٹ فیاض صاحب یہ قومی جرم ہے اس لئے خاموش بیٹھے رہو"۔ ___ عمران نے سرد لہجے میں کہا تو فیاض واپس بیٹھ تو گیا لیکن اس کے بھینچے ہوئے ہونٹ اور زیادہ سختی سے بھنچ گئے۔ احمد نواز خان بھی خاموشی سے بیٹھا ہوا تھا لیکن اس کے چہرے پر غیض و غضب کے تاثرات ویسے ہی نمایاں تھے۔ تقریباً آٹھ دس منٹ بعد دروازہ کھلا اور پارکنگ بوائے رضا اندر داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے ساتھ ساتھ خوف کا عنصر بھی نمایاں تھا۔ عمران کو اندر بیٹھے دیکھ کر اس کا چہرہ ہلدی کی طرح زرد پڑ گیا۔

"ج ۔ ج ___ جی صاحب"۔ ___ رضا نے بری طرح سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تم نے ان صاحب کو یہ بات کی ہے کہ میں نے تمہیں ملازمت دینے کے عوض تم سے دس ہزار روپے لئے ہیں اور میں ماہانہ تم سے ایک ہزار روپے بھی وصول کر رہا ہوں"۔ ___ احمد نواز خان نے غراتے ہوئے کہا۔ رضا نے جواب دینے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ عمران بول پڑا۔

"درست جواب دینا مسٹر! میری جیب میں ٹیپ موجود ہے جس میں پارکنگ میں ہونے والی تمہاری اور میری بات چیت موجود ہے"۔ عمران نے سرد لہجے میں کہا اور رضا کا چہرہ پسینے سے تر ہو گیا۔ اس

کی آنکھوں میں شدید مایوسی کے آثار نمودار ہو گئے. اس نے کوئی جواب دینے کی بجائے سر جھکا لیا.

" جواب دو الو کے پٹھے ورنہ گولی مار دوں گا." ——— احمد نواز خان نے غصے کی شدت سے چیختے ہوئے کہا.

" یہ تمہارا پٹھہ نہیں ہے احمد نواز خان صاحب. اس لئے اسے الو کا پٹھہ کہنا بے سود ہے." ——— عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا

" میں اس کا خون پی جاؤں گا. یہ مجھ پر الزام تراشی کرتا ہے. میں اسے جیل میں سڑوا دوں گا." ——— عمران کی بات سن کر احمد نواز خان اور بھی زیادہ ہتھے سے اکھڑ گیا.

" تم نے مجھے بتایا تھا کہ تمہیں یہاں کام کرتے ہوئے چھ ماہ ہوئے ہیں، دس ہزار روپے تو وہ ہوئے جو تم نے اسے ملازمت کے عوض دیئے تھے. چھ ہزار روپے یہ تم سے چھ ماہ میں ویسے وصول کر چکا ہے یہ سولہ ہزار ہوئے اور دو ہزار ماہانہ تنخواہ کاؤنٹ کر لیتے ہیں جو اس نے تمہیں نہیں دی، بارہ ہزار یہ ہوئے. یہ کل ہوئے اٹھائیس ہزار اور اس نے تمہیں ہمارے سامنے گالی دی ہے اور تمہاری عزت نفس کو ٹھیس پہنچائی ہے اس کے چلو اس سے بہتر ہزار روپے لے لیتے ہیں، مالک تو نہیں ہے ہوٹل کا ہے تو بیچارہ منیجر، یہ کل ہوئے ایک لاکھ" او۔کے منیجر احمد نواز خان صاحب، آپ نے اس لڑکے کو اب ملازمت سے تو فارغ کر ہی دینا ہے. یہ بات تو طے شدہ ہے اس لئے آپ شرافت سے اسے ایک لاکھ روپے میرے سامنے ادا کر دیں." ——— عمران نے سرد لہجے میں کہا.

" یو شٹ اپ ——— نکل جاؤ یہاں سے تم بھی، میں تمہارا لحاظ کر رہا ہوں اور تم سر پر چڑھے آ رہے ہو. گٹ آؤٹ اور تم بھی دور ہو جاؤ میری نظروں سے رضا، خبردار آئندہ تم اس ہوٹل کے قریب بھی نظر آئے تو گولیوں سے چھلنی کر دوں گا." ——— احمد نواز خان نے اس انداز میں چیختے ہوئے کہا جیسے وہ غصے کی شدت سے اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھا ہو اور رضا کانپتا ہوا واپس مڑ کر جانے لگا. اس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل آئے تھے.

" ادھر بیٹھ جاؤ، بغیر رقم لئے تم یہاں سے نہیں جا سکتے، اور اب ایک لاکھ کی بجائے دو لاکھ دینے پڑیں گے اسے. میں ابھی ڈیڈی کو فون کر کے بتا دیتا ہوں کہ ہوٹل کے سب سے نچلے تہہ خانے میں کس قسم کا دھندہ ہو رہا ہے." ——— عمران نے اٹھ کر رضا کو بازو سے پکڑ کر ایک طرف صوفے پر دھکیلتے ہوئے سرد لہجے میں کہا اور خود وہ میز کی طرف بڑھ گیا جس پر ٹیلیفون کے چار سیٹ موجود تھے.

" کک کک کیا کہہ رہے ہیں آپ." ——— احمد نواز خان کی آنکھیں عمران کے فقرے کا آخری حصہ سن کر پھیل گئی تھیں. اور اب چہرے پر جس قدر غصہ تھا اس سے زیادہ خوف کے تاثرات ابھر آئے تھے.

" بولو دیتے ہو اس لڑکے کو دو لاکھ روپے یا ڈیڈی کو فون کروں ——— ہاں یا نہ میں جواب دو." ——— عمران نے ریسیور

پر ہاتھ رکھ کر انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

" اوہ ۔ اوہ عمران صاحب ، پلیز آپ ناراض نہ ہوں ۔ میں بیماری کی وجہ سے چڑچڑا ہو گیا ہوں۔ آپ اپنے ہی آدمی ہیں پلیز "۔ احمد نواز خان کی غصے سے تنی ہوئی مونچھیں یکلخت چوہے کی دم کی طرح ڈاؤن ہوگئیں ۔ چہرہ یکلخت بھیک مانگنے والوں جیسا ہو گیا۔

" ہاں یا ناں "۔۔۔۔ عمران نے رسیور اٹھا کر ڈائل کے خانے میں انگلی رکھتے ہوئے سرد لہجے میں کہا تو احمد نواز خاں نے جلدی سے میز کی دراز کھولی اور اس میں سے بڑے نوٹوں کی دو گڈیاں نکال کر عمران کی طرف بڑھا دیں ۔

" ادھر آؤ رضا "۔۔۔۔ عمران نے رسیور رکھ کر خاموش اور حیرت زدہ ایک طرف صوفے پر بیٹھے ہوئے رضا کو بلایا۔ رضا اس طرح اٹھ کر آگے آیا جیسے کوئی سحر زدہ انسان چلتا ہے۔

" یہ دونوں گڈیاں اٹھاؤ ' یہ تو ویسے تمہارا حق ہے ۔ اٹھاؤ "۔ عمران نے کہا اور رضا نے جھجکتے ہوئے دونوں گڈیاں اٹھا لیں ۔ اس کے چہرے پر حیرت ' خوف اور خوشی تینوں جذبات مل جانے کی وجہ سے عجیب سے تاثرات ابھر آئے تھے ۔

" اور یہ لو ۔۔ یہ دو گڈیاں ۔ ایک بڑے نوٹوں کی اور ایک چھوٹے نوٹوں کی ۔ یہ تمہارے ابا جان کے علاج اور تمہاری تعلیم کے لئے سنٹرل انٹیلی جنس کے سپرنٹنڈنٹ فیاض نے دی ہیں ۔ یہ خیرات نہیں ہے ' ادھار ہے ۔ جب تم پڑھ لکھ کر بڑے عہدیدار بن جاؤ یہ رقم اسی طرح کسی طالب علم پر خرچ کر دینا ۔ سپرنٹنڈنٹ

فیاض کو بھی کسی نے اسی طرح رقم دی تھی جو یہ آج تمہیں دے رہا ہے ۔ اس طرح یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہے گا ' سمجھ گئے ۔ جاؤ میں جلد ہی تمہارے گھر آؤں گا پھر تمہارے ابا جان سے باقی باتیں ہوں گی "۔۔۔۔ عمران نے رضا کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بڑے نرم لہجے میں کہا تو رضا کے ہونٹ بھنچ گئے ۔ اس نے ایسی نظروں سے عمران کو دیکھا جیسے اسے یقین نہ آ رہا ہو کہ واقعی وہ حقیقت میں یہ سب کچھ ہوتا دیکھ رہا ہے یا کوئی خواب دیکھ رہا ہے ۔ فیاض کی آنکھیں بھی حیرت سے پھٹی ہوئی تھیں لیکن وہ خاموش بیٹھا تھا ۔

" شش شش شکریہ صاحب ' میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر اللہ نے مجھے زندگی دی تو اس سے زیادہ رقم میں کسی نہ کسی طالب علم کی تعلیم پر خرچ کروں گا "۔۔۔۔ رضا نے جذبات میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر تیزی سے مڑ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا ۔

" احتیاط سے رقم لے کر جانا "۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور رضا نے سر ہلایا اور دروازہ کھول کر باہر نکل گیا ۔

" ہاں ' تو احمد نواز خان صاحب ' اب آپ فرمائیے کہ آپ نے جینی مارگریٹ کو گولی کیوں ماری تھی "۔۔۔۔ دروازہ بند ہوتے ہی عمران نے مڑ کر احمد نواز خان صاحب سے مخاطب ہو کر سرد لہجے میں کہا جو اس ساری کارروائی کو حیرت بھرے انداز میں خاموش کھڑا دیکھ رہا تھا ۔

"کک۔ کک کیا کہہ رہے ہو۔" ——— احمد نواز خان بُری طرح
اچھلا لیکن دوسرے لمحے وہ بُری طرح چیختا ہوا کرسی پر گرا اور پھر
ریوالونگ کرسی پر گھومتا ہوا نیچے فرش پر جا گرا۔ عمران کا مکہ اس کی
ناک پر پڑا تھا۔

"بولو کیوں ماری تھی گولی۔" ——— عمران نے اُٹھنے کی کوشش
کرتے ہوئے احمد نواز کو جھک کر گردن سے پکڑتے ہوئے کہا، اور
دوسرے لمحے کمرہ احمد نواز کے حلق سے نکلنے والی چیخ اور اس کے
صوفوں کے درمیان کھلی جگہ پر گرنے کے دھماکے سے گونج اٹھا۔

"بولو۔" ——— عمران نے یکلخت آگے بڑھ کر احمد نواز خان کی
گردن پر بوٹ رکھتے ہوئے غرا کر کہا اور ساتھ ہی اس نے پیر کو
ذرا سا مروڑ دیا۔ احمد نواز کے حلق سے نکلنے والی پے در پے چیخوں سے
کمرہ گونج اٹھا لیکن جلد ہی یہ چیخیں خرخراہٹ میں تبدیل ہوتی چلی گئیں۔
احمد نواز کا چہرہ تکلیف کی شدت سے بُری طرح مسخ ہو چکا تھا۔
آنکھیں آدھی سے زیادہ اوپر کو چڑھ گئی تھیں۔

"بتاؤ ورنہ تمہاری روح کو بھی کچل دوں گا۔" ——— عمران نے
غراتے ہوئے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

"وہ، وہ ایجنٹ تھی اور تمہیں اصل حقیقت بتانے لگی تھی۔ اس
لئے میں نے اسے گولی مار دی۔" ——— احمد نواز نے اٹک اٹک کر
بولتے ہوئے کہا۔

"اس کی لپ اسٹک میں جو طاقتور ڈکٹا فون تھا اس کا رسیور
کہاں ہے۔" ——— عمران نے اسی لہجے میں کہا۔

"وہ۔ وہ میری میز کی دراز میں ہے۔" ——— احمد نواز نے
جواب دیا۔ اس کی حالت لمحہ بہ لمحہ خراب ہوتی جا رہی تھی۔ عمران
نے یکلخت پیر ہٹایا اور آگے بڑھ کر اس کے میز کی دراز کھولی اور
ایک لمبا سا مگر چپٹا سا سیاہ باکس باہر نکال کر اسے غور سے دیکھنے
لگا۔ احمد نواز چند لمحے تو اسی طرح بے حس و حرکت پڑا رہا۔ پھر ایک جھٹکے
سے اُٹھ کر کھڑا ہی ہوا تھا کہ صوفے پر بیٹھا ہوا سپرنٹنڈنٹ فیاض کسی
عقاب کی طرح اس پر جھپٹا اور احمد نواز خان چیختا ہوا الٹ کر منہ کے
بل دوبارہ نیچے فرش پر بچھے ہوئے قالین پر گر گیا۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض
نے بجلی کی سی تیزی سے اس کے دونوں بازو موڑ کر اس کی کلائیوں
میں کلپ ہتھکڑی ڈال دی۔

"واہ اسے کہتے ہیں سنٹرل انٹیلی جنس کی شاندار کارکردگی۔" ———
عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ جینی مارگریٹ کا قاتل ہے۔ اس نے میرے سامنے اقرار کیا
ہے مگر تمہیں اس پر کیسے شک ہوا۔" ——— فیاض نے عمران کی
بات کو نظر انداز کرتے ہوئے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"شک کیسا ——— میں نے اسے گیلری میں فائر کرتے دیکھ لیا
تھا لیکن جس وقت میری نظر پڑی اس وقت یہ فائر کر چکا تھا اس
لئے میں اسے روک نہ سکتا تھا۔" ——— عمران نے سر ہلاتے ہوئے
کہا۔

"مگر تم نے انسپکٹر شاہد کو تو کہا تھا کہ وہ چسٹر اور فلیٹ پہنے ہوئے
تھا۔" ——— فیاض نے حیران ہو کر کہا۔

"میں نے غلط نہیں کہا تھا۔ کسی کمرے میں دونوں چیزیں مل جائیں گی۔ میں نے اس کے چہرے کی ایک جھلک دیوار میں لگے ہوئے ایک زیبائشی آئینے میں دیکھ لی تھی۔ بہرحال اب تم یہ بتاؤ کہ یہ ایجنٹ جینی مارگریٹ تم سے کیسے ٹکرائی اور یہاں تمہیں وہ لے آئی یا تم اسے لے آئے اور میرے آنے سے پہلے وہ تم سے کیا باتیں کر رہی تھی"۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"ایک ہوٹل میں ملی تھی، پھر میں نے اسے یہاں آنے کی دعوت دے ڈالی، وہ رضامند ہو گئی اور یہاں ہم ویسے ہی گپ شپ لگا رہے تھے۔ کوئی خاص بات نہ ہو رہی تھی"۔۔۔۔۔ سوپر فیاض نے بُری طرح چونکتے ہوئے کہا۔

"میری جیب میں بھی ہتھکڑی کا جوڑا موجود ہے سوپر فیاض اور وہ ڈبل کلپ والا ہے اور اتنا تو تم جانتے ہو کہ ملک کی سلامتی کے خلاف کام کرنا تو ایک طرف اگر کوئی اشارہ بھی کر دے چاہے وہ میرا باپ ہی کیوں نہ ہو میں اس کا سب سے بڑا دشمن ہوتا ہوں اور دوسری بات یہ کہ جو باکس دیکھ رہے ہو اس میں تمہاری بات چیت باقاعدہ ریکارڈ شدہ ہے"۔۔۔۔۔ عمران کا لہجہ یکلخت سرد ہو گیا۔

"وہ۔ وہ مجھ سے پوچھ رہی تھی کہ کیا میں سیکرٹری وزارت سائنس آغا شیر خان صاحب سے اسے ملوا سکتا ہوں۔ اس طرح کہ ان کے اور میرے علاوہ اور کسی کو معلوم نہ ہو۔ میرے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ اس کی آغا شیر خان سے بڑے طویل عرصے سے قلمی دوستی رہی ہے اس طرح وہ گہرے قلمی دوست بن گئے۔ پھر کسی بات پر آغا ناراض

ہو گیا تو اس نے قلمی دوستی چھوڑ دی۔ اس نے بے شمار خط لکھے لیکن اس نے ایک کا بھی جواب نہ دیا اور اس لئے وہ اسے منانے یہاں پاکیشیا آئی ہے لیکن وہ براہ راست اس کے پاس نہیں جا سکتی ورنہ وہ اسے ملے گا بھی نہیں اس لئے وہ کہہ رہی تھی کہ میں انٹیلی جنس کا آفیسر ہوں کسی طرح اسے اس آفیسرز کلب کے کمرہ نمبر بارہ تک پہنچا دوں جو آغا کے لئے ریزرو ہے لیکن آفیسرز کلب میں غیر ممبر کا داخلہ منع ہے اس لئے میں اسے وہاں پہنچا دوں تو وہ آغا کو منا لے گی۔ اور میرا نام بھی درمیان میں نہ آئے گا"۔۔۔۔۔ فیاض نے اس بار اصل بات اُگل دی۔

"اور اس کے بدلے میں تم نے کیا طلب کیا تھا"۔۔۔۔۔ عمران نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"مم میں نے، میں نے تو کچھ نہ مانگا تھا"۔۔۔۔۔ فیاض نے بُری طرح گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا اور ساتھ ہی اس کا سر بھی جھک گیا۔

"دیکھو سوپر فیاض ۔۔۔ یہ ٹھیک ہے کہ تم میرے دوست ہو اور مجھے یہ معلوم ہے کہ تم تھوڑی بہت ہیرا پھیری کر کے ہوٹلوں اور دوسرے اداروں سے رقمیں بھی بٹور لیتے ہو اور میں اس بات کو نظر انداز بھی کر دیتا ہوں لیکن جس روز میرے کانوں میں ذرا بھی یہ بھنک پڑ گئی کہ تم نے ملکی سلامتی کی کسی سازش میں دانستہ یا نادانستہ شرکت کی ہے، میں اپنے ہاتھوں تمہارے جسم کی ایک ایک بوٹی علیحدہ کر دوں گا"۔۔۔۔۔ عمران نے اس قدر سرد لہجے میں کہا کہ سوپر فیاض کا

جسم خوف سے اس طرح لرزنے لگا جیسے اسے جاڑے کا بخار چڑھ آیا ہو۔

"مم۔مم میں نے ۔۔۔۔" ——— فیاض نے خوف کی شدت سے ہکلاتے کہا لیکن خوف کی وجہ سے وہ فقرہ نہ پورا کر سکا۔ عمران نے وہ باکس جیب میں ڈالا اور پھر قالین پر خاموش سر جھکائے احمد نواز کی طرف بڑھ آیا۔ اس نے اسے بازو سے پکڑا اور اچھال کر صوفے پر بٹھا دیا۔

"مم مم مجھے معاف کر دو، میں تمہیں دس لاکھ روپے دینے کے لئے تیار ہوں، بیس لاکھ لے لو، مجھے چھوڑ دو" ——— احمد نواز نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا لیکن دوسرے لمحے کمرہ ایک زوردار تھپڑ اور احمد نواز کی چیخ سے گونج اٹھا۔

"دس کروڑ، دس ارب روپے بھی تمہاری جان نہیں بچا سکتے احمد نواز، صرف ایک بات سے تمہاری جان بچ سکتی ہے کہ تم سچ سچ سب کچھ بتا دو، سب کچھ" ——— عمران نے زوردار تھپڑ رسید کرتے ہوئے کہا۔

"و۔وعدہ کرو کہ مجھے چھوڑ دو گے، میں سچ سچ بتا دیتا ہوں" ——— احمد نواز نے انتہائی خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"اگر تم کسی ملکی سلامتی کے معاملے میں براہ راست ملوث نہ ہوئے تو میں تمہارے خلاف کوئی کارروائی نہ کروں گا لیکن اگر تم نے ایک لفظ بھی جھوٹ بولا تو پھر یہ سوچ لینا کہ تم پر کوئی مقدمہ وغیرہ نہیں چلے گا۔ بس تمہارے جسم کی ایک ایک بوٹی علیحدہ کر دی جائے گی" ———

عمران نے سرد لہجے میں کہا۔ فیاض نے شاید احتجاجاً کچھ کہنا چاہا تھا کہ عمران نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔

"میرا تعلق ایک بین الاقوامی مجرم تنظیم جیکوش سے ہے، میں اس کا یہاں پاکیشیا میں نمائندہ ہوں۔ ایک مشن کی غرض سے ایجنٹ جینی مارگریٹ کو میرے پاس بھیجا گیا تھا۔ مشن صرف اتنا تھا کہ ہم یہاں کے ایک سائنسدان ڈاکٹر احمد جان کو اغوا کر کے کافرستان پہنچا دیں۔ ہم نے ڈاکٹر احمد جان کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن کچھ پتہ نہ چلا تو ہم نے وزارت سائنس کے سیکرٹری آغا شیر سے اس بارے میں معلومات حاصل کرنے کا پروگرام بنایا لیکن آغا شیر احمد خان کسی سے ملتے ہی نہ تھے۔ جینی نے ان سے ملنے کی بے شمار کوششیں کیں لیکن بے سود رہیں۔ پھر مجھے سپرنٹنڈنٹ فیاض کا خیال آیا کہ وہ سرکاری آدمی ہے۔ وہ جینی کو آسانی سے آفیسرز کلب میں مخصوص آغا کے کمرے تک پہنچا سکتا ہے۔ میں سپرنٹنڈنٹ فیاض کی فطرت سے اچھی طرح واقف تھا اس لئے میں نے جینی کو ہدایات دیں۔ جینی سپرنٹنڈنٹ فیاض سے ملی اور پھر جینی اسے جان بوجھ کر یہاں لے آئی تاکہ اگر سوپر فیاض کسی صورت نہ مانے تو پھر اس کی یہاں ہوٹل کے کمرے میں جینی کے ساتھ ایسی تصاویر اتار لی جائیں جس سے اس کو مجبور کر دیا جائے۔ میں یہاں دفتر میں بیٹھا جینی اور سپرنٹنڈنٹ فیاض کی بات چیت سن رہا تھا کہ پھر تم آ گئے۔ میں نے تمہارے متعلق بہت کچھ سن رکھا ہے چنانچہ جب تم نے جینی پر شک کا اظہار کیا اور جینی گھبرا گئی تو میں سمجھ گیا کہ جینی تمہاری نظروں میں آ چکی ہے اور تم

اس کا پیچھا کرتے ہوئے یہاں آئے ہو اس لئے میں نے جیسٹر اور
ہیٹ پہنا اور دوسرے کمرے سے نکل کر گیلری میں جا کر سائیلنسر لگے
ریوالور سے جینی کو گولی مار دی بس یہ ہے ساری بات "۔۔۔۔۔۔
احمد نواز نے پوری تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

" جیکوش کا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے اور وہ کیا دھندہ کرتی ہے "۔
عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"اس کا ہیڈ کوارٹر تو مجھے نہیں معلوم البتہ وہ پوری دنیا میں پھیلی ہوئی
ہے۔ ہر قسم کا بڑا جرم وہ کرتی ہے۔ میں باچان ہیڈ کوارٹر کے تحت
ہوں، وہی مجھے احکامات دیتے ہیں "۔۔۔۔۔ احمد نواز خان نے
جواب دیتے ہوئے کہا۔

" لیکن یہ لڑکی جینی تو باچانی نہ تھی "۔۔۔۔۔ عمران نے منہ بناتے
ہوئے کہا۔

" اسے اُرٹائن سے بھیجا گیا ہے۔ میں تو اسے نہ جانتا تھا لیکن
مجھے یہی بتایا گیا ہے "۔۔۔۔۔ احمد نواز نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" تم سائنسدان کو کافرستان کہاں پہنچاتے "۔۔۔۔۔ عمران نے
پوچھا۔

" میں اسے اغوا کر کے ایک لانچ کے ذریعے کافرستان کے ساحل
تک لے جاتا، پھر وہاں مجھے مزید ہدایات ملتیں یا تنظیم کا کوئی آدمی
آ کر اسے وصول کر لیتا "۔۔۔۔۔ احمد نواز نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" تم اپنے ہیڈ کوارٹر ٹرانسمیٹر پر بات چیت کرتے ہو یا فون پر "۔
عمران نے پوچھا لیکن اس سے پہلے کہ احمد نواز کوئی جواب دیتا میز

پر رکھے ہوئے ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی۔

" فیاض اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دو "۔۔۔۔۔ عمران نے خاموش
کھڑے فیاض سے مخاطب ہو کر کہا اور فیاض نے آگے بڑھ کر
بندھے ہوئے احمد نواز کا منہ ایک ہاتھ سے بند کر دیا جبکہ دوسرے
ہاتھ سے اس نے اس کا سر جکڑ لیا تھا۔ عمران نے رسیور اٹھا لیا۔

" یس "۔۔۔۔۔ عمران نے احمد نواز کے لہجے میں بات کرتے
ہوئے کہا۔

" میں انسپکٹر پولیس شاہد نواز خان بول رہا ہوں۔ غیر ملکی سیاح
خاتون کے قتل کے سلسلہ میں آپ کا رسمی بیان لینا ہے "۔۔۔۔۔
دوسری طرف سے انسپکٹر شاہد محمود کی انتہائی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

" او۔ کے آ جاؤ "۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

" یہ میرا کیس ہے۔ مجھے جینی پر شبہ پڑا تو میں اصل حالات
ٹریس کرنے اسے یہاں لے آیا اور اس نے اسے گولی مار دی "۔
انسپکٹر پولیس کی آمد کا سن کر سوپر فیاض نے فوراً ہی ایک بیان بناتے
ہوئے کہا۔ وہ اب احمد نواز کا منہ چھوڑ کر ہٹ کر کھڑا ہوا تھا۔

" یہی کہانی انسپکٹر کو سنا دینا "۔۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے
کہا۔ اسی لمحے دروازے پر دستک ہوئی۔

" کم اِن "۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

دوسرے لمحے دروازہ کھلا اور انسپکٹر شاہد محمود اندر داخل ہوا۔
لیکن اندر داخل ہوتے ہی جب اس نے کمرے کی صورت حال دیکھی
تو وہ ٹھٹھک کر رک گیا اور فیاض نے اسے جلدی سے اسے اپنی

کہانی سنانی شروع کر دی۔

" اوہ - اوہ سر اس کا مطلب ہے کہ یہ کیس تو پھر پولیس کا نہ رہا"۔۔۔۔۔ انسپکٹر شاہد نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

" ہاں ! اب یہ انٹیلی جنس کا کیس ہو گیا ہے۔ اس لئے تم جا سکتے ہو"۔۔۔۔۔ سوپر فیاض نے بڑے بارعب لہجے میں کہا۔

" اوہ یس سر ۔۔۔ تھینک یو سر"۔۔۔۔۔ انسپکٹر شاہد نے کہا اور تیزی سے دروازے کی طرف مڑ گیا۔ پھر وہ کمرے سے اتنی تیز رفتاری سے باہر گیا جیسے اگر ایک لمحہ مزید رک گیا تو اس پر قیامت ٹوٹ پڑے گی اور عمران مسکرا دیا کیونکہ وہ پولیس کی فطرت سے اچھی طرح واقف تھا۔

" ہاں تو احمد نواز خان صاحب ! میں نے ایک سوال کیا تھا تم سے"۔۔۔۔۔ عمران نے صوفے پر بیٹھے ہوئے احمد نواز سے مخاطب ہو کر کہا اور احمد نواز نے جواب دینے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ یکلخت اس کے جسم کو ایک زور دار جھٹکا لگا اور اس کے منہ سے اوہ کی آواز نکلی اور وہ پہلو کے بل صوفے پر گر کر بے حس و حرکت ہو گیا۔ اس کی ناک اور منہ کے ساتھ اس کے دونوں کانوں سے بھی خون کی لکیریں سی بہنے لگیں۔ عمران نے تیزی سے آگے بڑھ کر اس کے سینے پر ہاتھ رکھا اور پھر پیچھے ہٹ آیا۔

" یہ مر چکا ہے۔ اس کے اندر کوئی آلہ تھا جس کی وجہ سے اس کا دل پھاڑ دیا گیا ہے"۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

" اوہ - اوہ ' اب کیا ہو گا"۔۔۔۔۔ فیاض نے انتہائی گھبرائے

ہوئے لہجے میں کہا۔

" ہونا کیا ہے ۔۔۔ بس یہی رپورٹ دے دینا کہ اس سے پوچھ گچھ جاری تھی کہ اچانک مر گیا۔ باقی پوسٹ مارٹم رپورٹ خود بخود بتا دے گی کہ کیسے مرا"۔۔۔۔۔ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

چاروں طرف سے اونچے اونچے درختوں سے ڈھکے ہوئے ایک ہیلی پیڈ کے گرد پچاس کے قریب باوردی مسلح افراد ایک ترتیب سے کھڑے ہوئے تھے۔ ان سب کے جسموں پر خاکی رنگ کی وردیاں تھیں جن پر سبز رنگ کے دھبے نمایاں تھے ایسی وردیاں جو عام طور پر کمانڈوز ایکشن کے وقت پہنتے ہیں۔ ہیلی پیڈ کے ساتھ ہی لکڑی کا بنا ہوا ایک طویل و عریض کیبن تھا جس کے اوپر انتہائی گھنے درخت جھکے ہوئے تھے۔ اس کے برآمدے میں ایک لمبا تڑنگا نوجوان ویسی ہی دھبے دار خاکی وردی پہنے کھڑا ہوا تھا۔ اس کے ہولسٹر سے ایک بھاری دستے والا ریوالور جھانک رہا تھا۔ وہ نوجوان اور ہیلی پیڈ کے گرد بکھرے ہوئے تمام کمانڈوز ایکریمین تھے۔ برآمدے میں کھڑے اس ایکریمین نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا اور پھر وہ برآمدے سے اتر کر

ہیلی پیڈ کی طرف بڑھنے لگا۔ ابھی اس نے دو تین قدم ہی اٹھائے ہوں گے کہ ایک خاکی رنگ کا بڑا سا ہیلی کاپٹر جس پر ایکریمین زبان کے بڑے بڑے حروف میں ڈیفنس آرمی کے الفاظ لکھے ہوئے تھے، درختوں سے نمودار ہوا اور پھر نیچے ہیلی پیڈ پر اتر گیا ہیلی پیڈ کے گرد موجود مسلح محافظ یکلخت چوکنا ہو گئے۔ انہوں نے کاندھوں سے لٹکی ہوئی مشین گنیں ہاتھوں میں لے لیں۔ ہیلی کاپٹر کے دروازے کھلے اور ان میں سے دو مرد اور ایک عورت باہر آئے۔ دونوں مرد ادھیڑ عمر تھے جبکہ عورت نوجوان اور خاصے بھاری بدن کی مالکہ تھی۔ اس عورت کے جسم پر بھی ویسی ہی دھبے دار خاکی وردی تھی جبکہ دونوں مردوں کے جسموں پر قیمتی کپڑے کے سوٹ تھے۔ وہ تینوں تیزی سے ہیلی پیڈ کے قریب کھڑے ہوئے اس ایکریمین نوجوان کی طرف بڑھ گئے۔

"ہیلو خوش آمدید مسٹر راک"۔۔۔۔ نوجوان نے مسکراتے ہوئے ایک ادھیڑ عمر سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"ہیلو اینڈرلو' ہم لیٹ تو نہیں ہوئے"۔۔۔۔ ادھیڑ عمر آدمی سوٹ والے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"صرف ایک منٹ لیٹ ہیں آپ' جو بہرحال نظر انداز ہو سکتا ہے"۔۔۔۔ لمبے تڑنگے ایکریمین نوجوان جسے اینڈرلو کہا گیا تھا مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ ایک منٹ تمہاری ساتھی ویالی کی وجہ سے ضائع ہوا ہے کیونکہ اس کے بوٹ کے تسمے کھل گئے تھے جسے باندھنے میں ایک منٹ

لگ گیا"۔۔۔۔۔ راک نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور اس عورت
ویالی کے ساتھ ساتھ اینڈرلو بھی مسکرا دیا۔

وہ چاروں اس عمارت کے اندر ایک بڑے سے ہال کمرے میں
آ گئے۔ یہاں ایک بڑی سی میز اور اس کے گرد کرسیاں موجود تھیں
اینڈرلو کے کہنے پر وہ دونوں سوٹ والے کرسیوں پر بیٹھ گئے جبکہ
ان کے مقابل کرسی پر اینڈرلو بیٹھ گیا۔ ویالی تیزی سے ایک ملحقہ
کمرے میں گئی اور چند لمحوں بعد وہ ایک ٹرے میں شراب کی ایک
بڑی بوتل اور چار بڑے بڑے گلاس اٹھائے واپس آئی۔ اس نے
ٹرے میز پر رکھی اور پھر بوتل کھول کر اس نے چاروں گلاس بھر
دیئے۔ بوتل خالی ہو گئی' ویالی نے ایک ایک گلاس اینڈرلو اور دو
ادھیڑ عمر مردوں کے سامنے رکھے اور چوتھا گلاس لے کر وہ اینڈرلو
کے ساتھ کرسی پر بیٹھ گئی۔

"جی اب فرمائیے"۔۔۔۔۔ اینڈرلو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرے متعلق تو تم اچھی طرح جانتے ہو اینڈرلو' یہ میرے
ساتھی ہیں' ان کا نام فرانسسکو ہے۔ یہ ایکریمیا کی ڈیفنس آرمی
میں بہت بڑے عہدیدار ہیں۔ میں اس لئے انہیں اپنے ساتھ لے
آیا ہوں تاکہ اگر تمہیں مشن کے سلسلے میں کچھ معلومات چاہئیں تو ان
سے آسانی سے مل سکتی ہیں"۔۔۔۔۔ راک نے مسکراتے ہوئے
اپنے ساتھی کا پہلی بار تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے مسٹر راک ۔۔۔ لیکن وہ مشن کیا ہے جس کے
لئے آپ ہماری خدمات ہائر کرنا چاہتے ہیں"۔۔۔۔۔ اینڈرلو

نے شراب سپ کرتے ہوئے کہا۔

"مشن بڑا معمولی سا ہے۔ پاکیشیا براعظم ایشیا کا ایک چھوٹا سا
ملک ہے۔ سپر پاور شوگران کا دوست ہے۔ پاکیشیا کا ایک سائنسدان
جس کا نام ڈاکٹر اخوند ہے' شوگرانی سائنسدانوں کے تعاون سے
ایک ایسی ریسرچ میں مصروف ہے جس کی کامیابی سے ایکریمیا
دفاعی نظام کو شدید خطرات لاحق ہو سکتے ہیں۔ ایکریمیا کو جو خفیہ
اطلاعات موصول ہوئی ہیں ان کے مطابق اس ایجاد کا کوڈ نام "فلائنگ
ہارس" رکھا گیا ہے۔ تفصیلات کا تو ہمیں علم نہیں ہے۔ بہرحال یہ
کوئی انتہائی خوفناک قسم کی دفاعی ایجاد ہے۔ اس کا فارمولا ڈاکٹر
اخوند کی ذاتی کاوشوں کا نتیجہ ہے لیکن "فلائنگ ہارس" کو عملی
طور پر تیار کرنے اور اس پر ایڈوانس ریسرچ کرنے کے لئے انتہائی
جدید ترین لیبارٹری کی ضرورت تھی جو پاکیشیا مہیا نہ کر سکتا تھا چنانچہ
اس کے لئے شوگران سے مدد چاہی گئی اور شوگران نے ایک
معاہدے کے تحت اپنی ایک خاص لیبارٹری فلائنگ ہارس کی ریسرچ
کے لئے وقف کر دی اور ڈاکٹر اخوند اس لیبارٹری میں ریسرچ میں
مصروف ہو گیا۔ اس لیبارٹری تک ایکریمین ایجنٹ نہیں پہنچ سکتے
تھے اس لئے ایکریمیا صرف اس ایجاد پر تلملاتا ہی رہا لیکن پھر یہ معلومات
ملیں کہ ڈاکٹر اخوند اچانک شدید بیمار ہو گیا ہے اور وہ ریسرچ بند
کر کے مکمل آرام کے لئے پاکیشیا واپس آ گیا ہے لیکن اسے کسی خفیہ
جگہ پر رکھا گیا ہے۔ اس کے بیوی بچے رشتہ دار کوئی بھی نہیں ہے
اس لئے باوجود بے پناہ کوششوں کے یہ پتہ نہیں چلایا جا سکا کہ

وہ کہاں موجود ہے۔ اب ایکریمیا چاہتا ہے کہ ڈاکٹر اخوند کو صحتیاب
ہو کر واپس لیبارٹری جانے سے پہلے اغوا کر کے ایکریمیا کی خفیہ
ڈیفنس لیبارٹری میں پہنچا دیا جائے جہاں اسے مجبور کیا جائے کہ
وہ ایکریمیا کے لئے "فلائنگ ہارس" تیار کرے لیکن ڈاکٹر اخوند
کے اغوا ہو کر ایکریمیا پہنچنے کا کسی طرح بھی کسی کو علم نہ ہو سکے۔
انہیں کسی طرح معلوم ہی نہ ہو سکے کہ اسے ایکریمیا نے اغوا کیا ہے
چنانچہ اس سارے منصوبہ کو انتہائی خفیہ رکھنے کے لئے ایک مجرم
تنظیم جیکوش کی خدمات حاصل کی گئیں۔ جیکوش ایک بین الاقوامی
مجرم تنظیم ہے جس کا مین ہیڈ کوارٹر آرٹائن میں ہے اس لئے اس کا
کوئی تعلق کسی طرح بھی ایکریمیا سے نہیں ثابت ہو سکتا لیکن اس
کے ساتھ یہ شرط لگا دی گئی تھی کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس اور خاص
طور پر اس کے لئے کام کرنے والے ایک شخص علی عمران کی نگاہوں
میں آنے سے ہر صورت میں بچا جائے۔ جیکوش کا ایک مستقل
ایجنٹ پاکیشیا میں موجود ہے جس کا نام احمد نواز خان ہے۔ وہ دارالحکومت
سے ڈیڑھ سو کلومیٹر دور ایک تاریخی قصبے میں ایک بڑے ہوٹل
کا منیجر ہے اور وہاں کے حالات سے اچھی طرح واقف ہے۔
اس لئے یہ مشن احمد نواز خان کے ذمہ لگایا گیا اور اس کی مدد
کے لئے جیکوش کی ایک مقامی ایجنٹ جینی مارگریٹ کو جو آرٹائن
کی رہنے والی ہے وہاں بھیجا گیا لیکن ان کی کوششیں ناکام ثابت
ہوئیں تو انہوں نے وہاں کے سپرنٹنڈنٹ انٹیلی جنس جو انتہائی
عیاش طبع آدمی ہے کی خدمات اس انداز میں حاصل کیں کہ وہ

جینی کو سیکرٹری وزارت سائنس آغا بشیر احمد سے ملوا دے تاکہ جینی
اپنے مخصوص حربوں سے آغا سے وہ مقام پوچھ سکے جہاں ڈاکٹر اخوند
کو رکھا گیا ہے۔ اس کے بعد آغا کو ہلاک کر دیا جائے اور ڈاکٹر
اخوند کو اغوا کر کے پاکیشیا کے ہمسایہ ملک کافرستان پہنچا دیا جائے
جہاں سے اسے خفیہ طور پر پہلے آرٹائن اور پھر ایکریمیا لایا جا سکتا
ہے۔ جینی اس سپرنٹنڈنٹ کو گھیر کر اس قصبے والے ہوٹل میں لے
آئی لیکن اس کے فوراً بعد حالات تبدیل ہو گئے۔ وہ علی عمران
جو وہاں کی سنٹرل انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل کا لڑکا ہے، اور
پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتا ہے اور دنیا کا سب سے
خطرناک ایجنٹ سمجھا جاتا ہے وہاں اچانک پہنچ گیا۔ وہاں اس
نے ایسی بات چیت کی جس سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ اسے نہ صرف
جینی پر شک ہے بلکہ وہ اس سے متعلق کافی کچھ جانتا ہے۔ یہ انتہائی
خطرناک صورت حال تھی۔ اس لئے جیکوش کے مقامی ایجنٹ نے
فوری طور پر جینی کو گولی مار دی لیکن اس علی عمران نے مقامی ایجنٹ
کو گولی مارتے دیکھ لیا تھا چنانچہ اس نے اس مقامی ایجنٹ کو
گھیر لیا۔ مقامی ایجنٹ کی چیکنگ کے لئے اس کے جسم کے اندر ایک
مخصوص آلہ رکھا گیا تھا۔ چنانچہ اس آلے کی مدد سے ان دونوں کے
درمیان ہونے والی گفتگو ہمارے ایجنٹ سنتے رہے۔ مقامی ایجنٹ
بہت منجھا ہوا آدمی تھا۔ اس نے اس عمران کو یہ کہا کہ جیکوش
ایک سائنسدان ڈاکٹر احمد جان کو اغوا کرانا چاہتا ہے۔ اس نے سائنسدان
کا اصل نام نہ بتایا تاکہ عمران اصل منصوبے کی تہہ تک نہ پہنچ سکے۔

لیکن ظاہر ہے عمران انتہائی عیار اور ذہین ایجنٹ ہے۔ اس نے آہستہ آہستہ سوالات کے ذریعے کلیو حاصل کرنے شروع کر دیئے جس پر آخر کار ہمارے آدمیوں کو فوری طور پر فیصلہ کرنا پڑ گیا کہ اس احمد نواز کو ہلاک کر دیا جائے چنانچہ اس آلے کو جو اس مقامی ایجنٹ کے جسم میں موجود تھا اور جس کی مدد سے گفتگو سنی جا رہی تھی وائرلیس لہروں کے ذریعے برسٹ کر دیا گیا۔ اس طرح وہ مقامی ایجنٹ فوری طور پر ہلاک ہو گیا۔ اس واقعہ کی رپورٹ جیسے ہی حکومت ایکریمیا کو ملی اس نے فوری طور پر جیکوش سے یہ مشن واپس لے لیا کیونکہ اس سے ایکریمیا کو دو فوری فائدے پہنچ رہے تھے۔ ایک تو یہ کہ عمران جیکوش کے پیچھے بھاگتا رہے گا دوسرا یہ کہ اسے تو یہی معلوم ہے کہ جیکوش ڈاکٹر احمد جان کو اغوا کرنا چاہتا ہے۔ ڈاکٹر اخوند کا تو اسے معلوم ہی نہ ہوگا۔ اور جیکوش سے ٹکرانے کے لئے اسے کافی وقت چاہیے۔ چنانچہ جیکوش سے مشن لے کر یہ سوچا گیا کہ اب یہ مشن کسی ایسی غیر سرکاری پارٹی کے حوالے کر دیا جائے جو واقعی اس کی اہل ہو۔ اعلیٰ سطح پر ہونے والی میٹنگ میں بے شمار پارٹیاں سامنے آئیں۔ سب کے سابقہ ریکارڈ دیکھے گئے آخر میں قرعہ فال تمہارے نام پڑا کہ تم ایسے آدمی ہو جو یہ مشن آسانی سے پورا بھی کر سکتے ہو اور ایسے مشنز تمہارے ریکارڈ پر بھی موجود ہیں چنانچہ میں نے تم سے رابطہ کیا اور اب ہم یہاں موجود ہیں۔"—— البرٹ نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"مختصر یہ کہ پہلے اس سائنسدان ڈاکٹر اخوند کو تلاش کرنا ہے اور پھر اسے اغوا کرنا ہے۔ ٹھیک ہے ہو جائے گا۔ اب دو باتوں کی

وضاحت ہو جائے۔ پہلی تو یہ کہ ڈاکٹر اخوند کو اغوا کر کے کہاں پہنچانا ہے۔ نمبر دو یہ کہ مجھے اس مشن کا کیا معاوضہ ملے گا"—— اینڈرلو نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"تمہاری پہلی بات کا جواب تو یہ ہے کہ تم ڈاکٹر اخوند کو اغوا کر کے یہاں اپنے اڈے پر لے آؤ ہم اسے یہاں سے وصول کر لیں گے اور دوسری بات یہ کہ اس کے لئے تم کیا معاوضہ لو گے، کھل کر بات کرو"—— راک نے کہا۔

"مشن کا معاوضہ بیس لاکھ ڈالر اور اخراجات کی مد میں دس لاکھ ڈالر تیس لاکھ ڈالر معاوضہ ہوگا اور یہ بات میں بتا دوں کہ جس طرح جیکوش پر پابندیاں لگائی گئی تھیں کہ فلاں سے چھپ کر کام کرنا ہے اور فلاں سے خفیہ مشن کو رکھنا ہے اینڈرلو ایسی پابندیاں برداشت نہیں کر سکتا"
اینڈرلو نے کہا۔

"ہمیں تمہاری کارکردگی کا علم ہے۔ اس لئے ہم تم پر کوئی پابندی عائد نہ کریں گے۔ صرف مشورہ دیں گے کہ تمہارے اپنے حق میں بھی بہتر ہوگا کہ تم پاکیشیا سیکرٹ سروس سے نہ ٹکراؤ۔ باقی تم بہتر سمجھ سکتے ہو ہمیں بہر حال زندہ اور صحیح سلامت حالت میں ڈاکٹر اخوند چاہیے۔ اس طرح کہ کسی کو یہ معلوم نہ ہو سکے کہ ڈاکٹر اخوند کہاں گیا ہے۔ باقی رہا معاوضہ تو تیس لاکھ ڈالر کی بجائے پچاس لاکھ ڈالر معاوضہ دیا جائے گا بشرطیکہ مشن ایک ہفتے کے اندر مکمل ہو جائے کیونکہ شوگران سے یہ اطلاعات مل رہی ہیں کہ ایک ہفتے بعد ڈاکٹر اخوند واپس شوگران پہنچنے والا ہے"—— راک نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"اوہ فکر مت کرو، کام ہو جائے گا اور انتہائی جلد ہو گا۔ تم لوگوں کے تصور سے بھی جلد، ہم ویسے بھی مشن میں زیادہ وقت گزارنا اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ مگر معاوضہ کس طرح ادا ہو گا"۔۔۔۔ اینڈریلو نے کہا۔

"یہ لو یہ حکومت ایکریمیا کا گارنٹی شدہ پچیس لاکھ ڈالر کا چیک، اصول کے مطابق آدھا معاوضہ پیشگی اور آدھا اس وقت جب ایکریمیا تم سے ڈاکٹر اخوند کو وصول کرے گا"۔۔۔۔ راک نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک خاکی رنگ کا لفافہ نکالتے ہوئے کہا اور لفافہ اینڈریلو کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔

"او۔ کے ٹھیک ہے"۔۔۔۔ اینڈریلو نے لفافے میں سے چیک نکال کر اسے بغور دیکھا اور پھر اسے دوبارہ لفافے میں ڈال کر لفافہ ساتھ بیٹھی ہوئی دیالی کی طرف بڑھا دیا۔

"او۔ کے"۔۔۔۔ راک نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا جیسے اینڈریلو کے مشن قبول کر لینے سے اسے مکمل طور پر یقین ہو گیا ہو کہ اب مشن ہر صورت میں کامیاب ہو جائے گا۔

"اب مسٹر فرانسکو، آپ مجھے ڈاکٹر اخوند کے متعلق تفصیل بتائیں۔ اگر ان کا کوئی فوٹو وغیرہ مل جائے تو اور زیادہ بہتر ہے"۔ اینڈریلو نے مسکراتے ہوئے راک کے ساتھ بیٹھے ہوئے دوسرے ادھیڑ عمر آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"جی ہاں، فوٹو بھی موجود ہے اور اس کے متعلق جس قدر تفصیلات

حاصل ہو سکی ہیں وہ بھی"۔۔۔۔ فرانسکو نے مسکراتے ہوئے کہا اور کوٹ کی اندرونی جیب سے اس نے ایک لمبا سا لفافہ نکالا، اور اسے اینڈریلو کے سامنے رکھ دیا۔ اینڈریلو نے لفافہ اٹھایا، اسے کھولا۔ اس کے اندر تین فوٹو اور دو باریک سے کاغذ تھے۔ فوٹو ایک ہی آدمی کے تھے جس کے سر کے بال برف کی طرح سفید تھے لیکن چہرہ نوجوانوں جیسا تھا۔ آنکھوں پر سیاہ رنگ کا فریم تھا۔ اینڈریلو غور سے ان فوٹوؤں کو دیکھتا رہا پھر اس نے یہ فوٹو پاس بیٹھی ہوئی دیالی کی طرف بڑھائے اور خود اس نے کاغذات اٹھا لئے اور انہیں پڑھنے میں مصروف ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کاغذات بھی دیالی کی طرف بڑھا دیئے۔

"ٹھیک ہے، اس میں ڈاکٹر اخوند کی عادات، خصلتیں، اس کا انداز رہن سہن، اس کی صحت اور اس کی بیماریاں سب کچھ تفصیل سے درج ہے لیکن کیا آپ کوئی ایسا کلیو دے سکتے ہیں جس کی مدد سے اس کو پاکیشیا میں تلاش کیا جا سکے۔ میں کئی بار دیالی کے ساتھ سیاحت کے سلسلے میں پاکیشیا گیا ہوں کیونکہ دیالی کو مشرق دیکھنے کا بے حد شوق ہے۔ پاکیشیا کا دارالحکومت اچھا خاصا بڑا اور جدید شہر ہے"۔۔۔۔ اینڈریلو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"صرف اتنا کلیو معلوم ہے کہ ڈاکٹر اخوند کا واحد دوست ڈاکٹر اشتیاق ہے جو دارالحکومت کے شمال مشرقی کونے میں ایک جدید رہائشی کالونی گلستان کالونی کی کوٹھی نمبر ٹونٹی سکس میں رہتا ہے۔ وہ سائنس کا ڈاکٹر نہیں ہے بلکہ طب کا ڈاکٹر ہے۔ کسی سرکاری محکمے میں ملازم تھا لیکن اب ریٹائر ہو چکا ہے۔ اس نے بھی شادی نہیں کی اور ملازموں

کے ساتھ اکیلا رہتا ہے لیکن ایکریمین ایجنٹوں نے اس کی رہائش گاہ کی کئی روز تک نگرانی کی۔ اس کے اندر ڈکٹا فون اور ٹیلی ویژن آلات نصب کئے رکھے۔ اس کا فون باقاعدگی سے چیک ہوتا رہا لیکن ڈاکٹر اخوند کا کوئی کلیو نہ مل سکا۔ ڈاکٹر اشتیاق دل کا ایسا مریض ہے کہ اس پر معمولی سا تشدد بھی کیا جائے تو وہ فوراً ہلاک ہو سکتا ہے اس لئے براہ راست اس سے کوئی بات نہیں پوچھی گئی"۔۔۔ فرانسسکو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" او۔ کے کافی ہے"۔۔۔ اینڈریو نے اطمینان بھرے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"مسٹر اینڈریو، ہمیں آپ کی کارکردگی پر مکمل یقین ہے۔ اس لئے ہم دوبارہ اس بات کو دوہرانا پسند نہیں کرتے کہ آپ کا انتخاب دو پوائنٹس کی وجہ سے کیا جارہا ہے۔ ایک تو یہ کہ ڈاکٹر اخوند کے اس اغوا کا تعلق کسی طرح بھی حکومت ایکریمیا سے ثابت نہ ہو سکے کیونکہ اس طرح شوگران اور پاکیشیا دونوں کی سیکرٹ سروسز ایکریمیا میں قیامت ڈھا سکتی ہیں اور دوسرا پوائنٹ یہ کہ آپ انتہائی تیز رفتار کارکردگی کا ناقابل یقین ریکارڈ رکھتے ہیں اور ڈاکٹر اخوند کو اگر آج سے ایک ہفتے کے اندر اندر پاکیشیا سے اغوا نہ کیا جاسکا تو پھر ڈاکٹر اخوند شوگران کی لیبارٹری میں پہنچ جائے گا اور اس کے بعد یہ سارا مشن بھی مکمل طور پر فیل ہو کر رہ جائے گا"۔۔۔ راک نے کرسی سے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

" آپ بے فکر رہیں مسٹر راک، یہ مشن ایک ہفتے سے بھی پہلے

پورا ہو جائے گا اور مجھے یقین ہے کہ ایک ہفتے سے پہلے ہی میں آپ کو یہاں کال کر کے ڈاکٹر اخوند کو آپ کے حوالے کر دوں گا"۔۔۔ اینڈریو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" او۔ کے، اب اجازت، ہم آپ کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے کیونکہ اب مشن کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے"۔۔۔ راک نے مسکراتے ہوئے کہا اور اینڈریو نے سر ہلا دیا۔ پھر راک اور فرانسسکو کو لے کر اینڈریو اور ویالی دونوں ہیلی پیڈ پر پہنچے۔ اس بار ان کے ساتھ ویالی کی بجائے وہاں موجود ایک محافظ کو بھیجا گیا اور ہیلی کاپٹر کے پرواز کر جانے کے بعد اینڈریو اور ویالی دونوں واپس اس عمارت میں آگئے۔

" اب کیا پروگرام ہے اینڈریو"۔۔۔ ویالی نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

" ہمیں انتہائی تیز رفتاری اور سرعت سے کام کرنا ہے۔ ڈاکٹر اخوند کو تلاش کرنے میں بھی کافی وقت لگ سکتا ہے لیکن سب سے بڑا مسئلہ اسے اغوا کرنے کے بعد یہاں ہیڈ کوارٹر پر اس طرح لے آنا ہے کہ کسی کو علم بھی نہ ہو سکے اور بغیر کسی رکاوٹ کے ہم یہاں تک پہنچ بھی جائیں"۔۔۔ اینڈریو نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

" ہاں اصل بات یہی ہے۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس اور اس علی عمران کے بارے میں مجھے بھی اطلاعات ملی ہیں کہ یہ انتہائی خطرناک لوگ ہیں۔ اگر ہمارے پاس وقت ہوتا تو پھر کوئی مسئلہ نہ تھا لیکن اب جبکہ وقت نہیں ہے ہمیں ان سے بھی بچنا ہے اور ڈاکٹر اخوند کو بھی یہاں لے آنا ہے۔ اس لئے میرے خیال میں ہمیں اپنی مخصوص آبدوز کو حرکت

میں لانا چاہیے"۔ ——— دیالی نے جواب دیتے ہوئے ہیں۔

"تمہارا مطلب ہے کہ ہم یہاں سے آبدوز میں پاکیشیا جائیں اور پھر ڈاکٹر اخوند کو اغوا کر کے آبدوز میں واپس آئیں"۔ ——— اینڈریو نے کہا۔

"ہاں، اس طرح ہم مکمل طور پر محفوظ رہیں گے"۔ ——— دیالی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن تم نے اس بات پر غور کیا ہے دیالی کہ یہاں اس جزیرے بلاسا سے جو جنوبی بحر اوقیانوس میں واقع ہے ہمیں کیپ ٹاؤن بندرالزبتھ کو کراس کرتے ہوئے بحر ہند میں داخل ہونا پڑے گا اور بحر ہند سے طویل فاصلہ طے کر کے بحیرہ عرب میں داخل ہو کر پاکیشیا کے ساحل تک پہنچنا پڑے گا۔ تیز رفتار آبدوز بھی یہ فاصلہ کم از کم بہتر گھنٹوں میں طے کرے گی تو بہتر گھنٹے جانے اور بہتر گھنٹے آنے کے رکھ لو، یہ ہوئے ایک سو چوالیس گھنٹے یعنی ایک ہفتے کے کل گھنٹے ایک سو اڑسٹھ میں سے ایک سو چوالیس گھنٹے نکال دو تو باقی کام کرنے کے لئے ہمارے پاس صرف چوبیس گھنٹے بچتے ہیں۔ کیا ہم چوبیس گھنٹوں میں ڈاکٹر اخوند کو تلاش بھی کر لیں گے اور اغوا بھی کر لیں گے"۔ ——— اینڈریو نے باقاعدہ حساب کتاب کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ واقعی تم درست کہہ رہے ہو، ہمارے پاس واقعی وقت بیحد کم ہے۔ لیکن اگر ہم ہوائی جہاز کے ذریعے جائیں گے تو واپسی میں نجانے کیسے حالات ہوں اور ہوائی جہاز ظاہر ہے پاکیشیا سے یہاں تک براہ راست اور مسلسل پرواز تو نہیں کر سکتا۔ ہمیں راستے میں رکنا

بھی پڑے گا اور چیکنگ بھی ہو گی پھر۔۔۔۔"۔ ——— دیالی نے کہا۔

"میرے خیال میں اگر تمہاری تجویز میں ذرا سی تبدیلی کر لی جائے تو پھر بہترین لائحہ عمل تیار ہو سکتا ہے"۔ ——— اینڈریو نے کہا۔

"وہ کیا"۔ ——— دیالی نے چونک کر کہا۔

"ہمارے پاس جیٹ جہاز موجود ہے جو بین الاقوامی ٹورسٹ بیورو کے پاس باقاعدہ رجسٹرڈ ہے اور اس رجسٹریشن کی وجہ سے یہ جہاز پوری دنیا میں کسی بھی جگہ آجا سکتا ہے۔ ہمارے پاس بین الاقوامی ٹورسٹ بیورو کے سپیشل کارڈ بھی موجود ہیں۔ اس لئے ایسا ہے کہ ہم اپنے جیٹ جہاز میں جزیرے سے پرواز کر کے بجائے سمندر کے راستے ایک طویل چکر کاٹنے کے براہ راست انگولا، زائرے، ایتھوپیا کے اوپر سے گزرتے ہوئے بحیرہ عرب میں داخل ہو سکتے ہیں اور وہاں سے آسانی سے پاکیشیا کے دارالحکومت پہنچ سکتے ہیں۔ اس کے لئے ہمیں زیادہ سے زیادہ اٹھارہ گھنٹے لگیں گے جبکہ ہم آبدوز کو کیپٹن کرکاگن کی سرکردگی میں پاکیشیا پہنچ جانے کا حکم دے دیتے ہیں جب تک کرکاگن آبدوز لے کر پاکیشیا کے ساحل پر پہنچے گا ہم ڈاکٹر اخوند کو تلاش کر لیں گے۔ اس کے بعد کرکاگن جیٹ جہاز لے کر واپس آجائے گا اور ہم آبدوز سے واپس آجائیں گے۔ اس طرح مجھے امید ہے کہ ہم ایک ہفتے سے بھی پہلے انتہائی محفوظ طریقے سے بلاسا پہنچ سکتے ہیں اگر کوئی پارٹی ہمارے پیچھے لگی بھی سہی تو انہیں ہرگز یہ اندازہ نہ ہو گا کہ ہماری واپسی آبدوز کے ذریعے ہو سکتی ہے۔ وہ جہاز اور دوسرے ذرائع ہی چیک کرتی رہے گی"۔ ——— اینڈریو نے جواب دیا۔

"ویری گڈ اینڈریو — ویری گڈ۔ تمہارا ذہن واقعی خوب چلتا ہے"۔ —— ویالی نے تحسین آمیز لہجے میں کہا۔

"جب معاوضہ اس قدر پرکشش مل رہا ہو تو ذہن نے خودبخود چلنا ہی ہے۔ ہمارا اصل کام پاکیشیا میں ہے۔ جس قدر جلد ہم ڈاکٹر اخوند کو تلاش کرلیں گے اس قدر ہی ہم کامیابی سے زیادہ قریب ہو جائیں گے"۔ —— اینڈریو نے اٹھتے ہوئے کہا اور ویالی بھی مسکراتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اوہ عمران صاحب آج بڑے عرصے بعد دانش منزل کا خیال آیا آپ کو"۔ —— بلیک زیرو نے عمران کے آپریشن روم میں داخل ہوتے ہی احتراماً اٹھتے ہوئے قدرے شکایت بھرے لہجے میں کہا۔

"سروے کرتا رہا ہوں کہ دانش منزل کے علاوہ اور کہاں کہاں دانش مل سکتی ہے۔ سارے ملک کی یونیورسٹیاں کھنگال ڈالیں۔ سارے ملک کے بڑے بڑے دانشوروں اوہ سوری دانش خوروں سے ملاقات کرڈالی مگر آخر کار نتیجہ یہ نکلا کہ وہاں اور سب کچھ مل سکتا ہے مگر دانش نہیں مل سکتی اس لئے مجبوراً یہاں آنا پڑا کہ چلو کڑوی کسیلی باتیں سننی پڑیں گی مگر تولہ دو تولہ دانش تو میسر آ ہی جائے گی"۔ —— عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا اور بلیک زیرو بے اختیار ہنس پڑا۔

"دانش خور — اوہ یہ نئی اصطلاح ہے"۔ —— بلیک زیرو

نے ہنستے ہوئے کہا۔

" اصل اصطلاع ہی یہی ہے۔ صرف ضرورت شاعری کے لئے خور کی "خ" ڈراپ کرکے اسے دانش ور بنا لیا گیا ہے"۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا اور بلیک زیرو ایک بار پھر ہنس پڑا اور عمران نے بھی مسکراتے ہوئے رلیسیور اٹھایا' اور تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"جی صاحب"۔۔۔۔ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ سی آواز سنائی دی۔

" عمران بول رہا ہوں بابا' سناؤ خیریت سے ہو"۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" اوہ چھوٹے صاحب آپ ! بڑے دنوں بعد آپ کی آواز سنی ہے۔ بڑے صاحب بھی کئی بار پوچھ چکے ہیں"۔۔۔۔ دوسری طرف سے سرسلطان کے پرانے ملازم نے ہنستے ہوئے کہا۔

" میں نے اپنی آواز کرائے پر دے رکھی تھی' فلم والوں کو ان کی ڈیمانڈ تھی کہ انہیں اپنی فلم کے لئے انتہائی بھونڈی آواز چاہیئے تھی اور میں نے سوچا کہ چلو کچھ رقم ہی مل جائے گی۔ آج آواز واپس آئی ہے تو فون کر رہا ہوں"۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور بابا اور زیادہ زور سے ہنس پڑا۔

" آپ کی یہی باتیں سننے کے لئے تو کان ترستے رہتے ہیں چھوٹے صاحب ! ایک منٹ میں بڑے صاحب کو اطلاع دیتا ہوں"۔۔۔ دوسری طرف سے ہنستے ہوئے کہا گیا اور عمران بھی مسکرا دیا۔

" ہیلو عمران بیٹے ! میں سلطان بول رہا ہوں"۔۔۔۔ چند لمحوں بعد سرسلطان کی آواز سنائی دی۔

" ارے آپ کی آواز تو مجھ سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔ چلو اچھا ہے اگر فلم والوں کو آپ کی آواز کا پتہ چل جاتا تو میرا اسکوپ ختم ہو جاتا' کچھ کما لینے کا"۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" تو تم آج کل آواز کی کمائی کھا رہے ہو"۔۔۔۔ سرسلطان نے ہنستے ہوئے کہا۔

" بازو کی کمائی کا ریٹ بہت کم ہو گیا ہے۔ سارا دن بازو کماتا رہے تو شام کو صرف تیس پینتیس روپے ملتے ہیں اور تیس پینتیس روپے میں آج کل تو کھٹی میٹھی چوسنے والی گولی بھی نہیں ملتی جبکہ آواز کی کمائی ہزاروں لاکھوں روپے روزانہ تک چلی جاتی ہے" عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور سرسلطان ایک بار پھر ہنس پڑے۔

" تم واقعی درست کہہ رہے ہو لیکن میں کیا مدد کر سکتا ہوں۔ کہو تو ریڈیو ٹیلی ویژن والوں کو سفارش کر دوں تمہاری آواز کی"۔۔۔ سرسلطان نے ہنستے ہوئے کہا۔

" ریڈیو اور ٹیلی ویژن والوں نے تو ریٹ بازو کی کمائی سے بھی کم رکھا ہوا ہے"۔۔۔۔ عمران نے ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہوئے کہا۔

اور سرسلطان ایک بار پھر ہنس پڑے۔

"اگر آپ سفارش کرنا ہی چاہتے ہیں تو پھر وزارت سائنس کے سیکرٹری آغا بشیر احمد خان کو فون کر کے پوچھ دیں کہ سائنسدان ڈاکٹر احمد جان صاحب کا کیا حدود اربعہ ہے۔ وہ آج کل کس مشن پر کام کر رہے ہیں اور کہاں ہوتے ہیں"۔ ——— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ڈاکٹر احمد جان ——— کیوں کوئی خاص بات ہو گئی ہے"۔ ——— سر سلطان نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"سنا ہے وہ کوئی سائنسی فلم بنا رہے ہیں جس کا ہیرو وہ خوفناک شکل والا چاہتے ہیں۔ میں نے سوچا کہ سلیمان فارغ ہی تو رہتا ہے چلو کچھ کما ہی لائے گا"۔ ——— عمران نے کہا اور سر سلطان اس بار کھسیانی سی ہنسی ہنس کر رہ گئے۔

"ٹھیک ہے! تم نہیں بتانا چاہتے تو نہ سہی، بہر حال میں معلوم کرتا ہوں کہاں سے فون کر رہے ہو! اپنے فلیٹ سے یا دانش منزل سے"۔ ——— سر سلطان نے خاصے ناراض سے لہجے میں کہا۔

"ارے ارے آپ ناراض ہو گئے۔ اب واقعی آپ بوڑھے ہو گئے ہیں جو اتنی جلدی ناراض ہو جاتے ہیں۔ ابھی مجھے خود بھی کچھ زیادہ علم نہیں ہے۔ اس لئے کچھ بتا نہیں سکتا"۔ ——— عمران نے جلدی سے کہا کیونکہ اس نے محسوس کر لیا تھا کہ اس کے جواب سے سر سلطان واقعی کافی سے زیادہ ناراض ہو گئے ہیں۔

"ٹھیک ہے! کہاں سے فون کر رہے ہو"۔ ——— اس بار

سر سلطان کا لہجہ قدرے نارمل تھا۔

"جہاں سے میرے ذاتی پیسے خرچ نہیں ہوتے۔ حکومت نے کال کا ریٹ ہی اتنا بڑھا دیا ہے کہ اب فون کرنا تو ایک طرف فون سنتے ہوئے بل کے خوف سے پسینہ آنے لگتا ہے"۔ ——— عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"او۔ کے، میں سمجھ گیا دانش منزل سے فون کر رہے ہو"۔ ——— دوسری طرف سے سر سلطان نے ہنستے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ عمران نے مسکراتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

"کیا کوئی نیا کیس شروع ہو گیا ہے"۔ ——— بلیک زیرو نے عمران کے رسیور رکھتے ہی سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

"ابھی سر سلطان کی ناراضگی دور نہیں ہوئی اور تم نے ناراض ہونے کی کوشش شروع کر دی ہے"۔ ——— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو پھر بتا دیجئے کہ واقعی آپ کو یہ بیٹھے بٹھائے ڈاکٹر احمد جان کا حدود اربعہ پوچھنے کی کیوں ضرورت پیش آ گئی ہے"۔ ——— بلیک زیرو نے منہ بناتے ہوئے کہا اور عمران اس کا منہ بنتا دیکھ کر بے اختیار ہنس پڑا۔

"ایک شرط پر بتا سکتا ہوں کہ اگر تم سپیشل لیمن جوس کا بڑا گلاس پلوانے کا وعدہ کرو"۔ ——— عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔

"لیمن جوس ——— کیا مطلب، کیا چائے پینی چھوڑ دی ہے آپ نے"۔ ——— بلیک زیرو نے بے اختیار چونکتے ہوئے پوچھا۔

" چھوڑی نہیں بلکہ چھڑوائی گئی ہے۔ سلیمان نے اماں بی سے شکایت کردی کہ میں اب چائے زیادہ پینے لگ گیا ہوں، بس پھر کیا تھا اماں بی نے حکم دے دیا کہ خبردار اب اگر چائے کو منہ لگایا۔ ان کا کہنا تھا کہ وہ بھی سوچتی تھیں کہ آخر میرا رنگ کالا کیوں پڑتا جارہا ہے۔ چنانچہ اب رنگ دوبارہ گورا کرنے کی غرض سے لیمن جوس پینے کا آرڈر ملا ہے کیونکہ اماں بی کو کسی حکیم صاحب نے بتایا ہے کہ لیمن جوس سے رنگ گورا ہوتا ہے۔ اس لئے اب ثریا کو بھی مسلسل لیمن جوس پینا پڑ رہا ہے" ۔۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" بات تو اماں بی کی ٹھیک ہے۔ آپ نے واقعی چائے زیادہ پینی شروع کر دی تھی" ۔۔۔۔ بلیک زیرو نے ہنستے ہوئے کہا۔

" کہاں زیادہ پینی شروع کر دی تھی لیکن ایک بات ہے۔ اب سلیمان اپنی شکایت پر خود ہی پچھتا رہا ہے کیونکہ اب اسے خالص لیمن جوس ہر آدھے گھنٹے بعد بنانا پڑتا ہے اور خود ہی پینا پڑتا ہے کیونکہ اس کا رنگ مجھ سے زیادہ کالا ہوچکا ہے اور میرے کہنے پر اماں بی نے اسے بھی الٹی میٹم دے دیا ہے" ۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور بلیک زیرو ایک بار پھر ہنس پڑا۔

وہ تصور ہی تصور میں سلیمان کا حشر دیکھ رہا تھا پھر اس سے پہلے کہ مزید بات ہوتی میز پر رکھے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

" ایکسٹو" ۔۔۔۔ عمران نے رسیور اٹھا کر مخصوص لہجے میں کہا۔

" سلطان بول رہا ہوں" ۔۔۔۔ دوسری طرف سے سر سلطان کی آواز سنائی دی۔

" سلطان فرمایا کرتے ہیں جناب بلکہ فرمان جاری کیا کرتے ہیں۔ ان فرمانوں کو پڑھنے کا فریضہ البتہ چوبداروں کے ذمے ہوتا ہے" ۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے اصل لہجے میں کہا۔

" عمران میں نے آغا شیر احمد خاں سے بات کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ڈاکٹر احمد جان نام کے ایک سائنسدان ضرور تھے لیکن ان کا تو دو سال پہلے انتقال ہوچکا ہے" ۔۔۔۔ سر سلطان نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

" دو سال پہلے انتقال ہوچکا ہے، اوہ اچھا ۔۔۔ کس فیلڈ میں تھے وہ" ۔۔۔۔ عمران کا لہجہ بھی یکلخت بے حد سنجیدہ ہوگیا۔

" نیشنل لیبارٹری میں کام کرتے تھے، کمپیوٹر سیکشن کے انچارج تھے۔ لیبارٹری میں کام کرتے ہوئے ان پر دل کا دورہ پڑا اور ہسپتال پہنچنے سے پہلے ہی وفات پا گئے" ۔۔۔۔ سر سلطان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" ان کے رشتہ داروں وغیرہ کے متعلق کچھ معلوم ہوسکتا ہے"۔ عمران نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

" اس بارے میں تو میں نے پوچھا ہی نہیں۔ کیا اب تم بتا سکتے ہو کہ آخر تم ان کے متعلق کیوں تحقیقات کر رہے ہو" ۔۔۔۔ سر سلطان نے کہا اور عمران مسکرا دیا۔

" میں آپ کے تجسس کو سمجھتا ہوں۔ اصل بات یہ ہے کہ

اعظم گڑھ میں ایک بین الاقوامی مجرم تنظیم کی ایجنٹ سے اچانک ٹکراؤ ہو گیا اور ابھی معاملہ سلام دعا تک ہی پہنچا تھا کہ اس کو گولی مار دی گئی۔ گولی مارنے والے کو میں نے نہ صرف چیک کر لیا بلکہ اسے گھیر بھی لیا تو اس نے بتایا کہ ان کا تعلق ایک بین الاقوامی مجرم تنظیم سے ہے اور وہ یہاں ڈاکٹر احمد جان کو اغوا کرنے کے مشن پر کام کر رہے ہیں پھر اس آدمی کو بھی ہلاک کر دیا گیا۔ اس طرح انکوائری آگے نہ بڑھ سکی۔ میں نے سوچا کہ معلوم کروں کہ ڈاکٹر احمد جان کی اچانک ایسی کیا اہمیت پیدا ہو گئی کہ بین الاقوامی تنظیم انہیں اغوا کرنے پر کام کر رہی ہے لیکن اب آپ بتا رہے ہیں کہ وہ دو سال پہلے انتقال کر چکے ہیں"۔۔۔۔ عمران نے سنجیدہ لہجے میں اعظم گڑھ میں پیش آنے والے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔

"تو اب اس کے رشتہ داروں کا معلوم کر کے کیا کرو گے"۔۔۔۔ سر سلطان نے کہا۔

"کم از کم تعزیت تو کر سکوں گا چاہے دو سال بعد ہی سہی"۔۔۔۔ عمران کا ذہن ایک بار پھر پٹڑی سے اتر گیا تھا۔

"میں معلوم کرتا ہوں"۔۔۔۔ دوسری طرف سے سر سلطان نے جھٹکے دار لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

"میں سمجھ گیا ہوں کہ آپ ڈاکٹر کے رشتہ داروں کے بارے میں پوچھ رہے ہیں کہ آخر ان ایجنٹوں نے ایسے سائنسدان کا نام کیوں لیا جسے فوت ہوئے دو سال گزر چکے ہیں۔ یقیناً وہ لوگ ڈاکٹر کے رشتہ داروں سے کسی کے واقف ہوں گے اور ان کے منہ سے ہی

وہ ڈاکٹر احمد جان کا نام سن چکے ہوں گے اور انہوں نے ڈاج دینے کے لئے ان کا نام لے دیا"۔۔۔۔ بلیک زیرو نے خود ہی بات کرتے ہوئے کہا تو عمران بے اختیار مسکرا دیا۔

"گڈ۔۔ اس کا مطلب ہے تمہیں آج کل بھوک کم لگ رہی ہے"۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بھوک کم لگ رہی ہے۔۔ کیا مطلب"۔۔۔۔ بلیک زیرو عمران کی غیر متعلق بات سن کر بے اختیار چونک پڑا۔

"ظاہر ہے۔۔۔ اگر بھوک زیادہ لگتی تو تم اب تک ساری دانش چٹ کر چکے ہوتے جبکہ ابھی یہاں کچھ دانش کی موجودگی تمہارے جواب سے محسوس ہو رہی ہے"۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور بلیک زیرو اس بار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ وہ اب سمجھا تھا کہ عمران کا مطلب ہے کہ اس نے درست بات کی ہے۔ اس کے چہرے پر مسرت کے آثار نمودار ہو گئے۔

"آپ نے تفصیل نہیں بتائی کہ وہ کون سی بین الاقوامی تنظیم کے ایجنٹ تھے اور آپ سے ان کا کیسے ٹکراؤ ہو گیا"۔۔۔۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"تم نے بھی تو ابھی تک لیمن جوس نہیں پلایا"۔۔۔۔ عمران نے کہا اور بلیک زیرو مسکراتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

"ارے کیا ہوا۔ کیوں اٹھ کھڑے ہوئے ہو۔ کیا کرسی میں کرنٹ آ گیا ہے"۔۔۔۔ عمران نے چونک کر کہا۔

"آپ کے لئے لیمن جوس نہ بنا لاؤں"۔۔۔۔ بلیک زیرو

نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" لیکن ابھی تم نے کھانا تو منگوایا نہیں اور لیمن جوس پیشگی"۔ عمران نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

" کھانا ــ کیا مطلب۔ کیا لیمن جوس کھانے کے بعد پیتے ہیں آپ"۔ ـــــ بلیک زیرو نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

" بھائی لیمن جوس لیموں نچوڑ کا جدید ترجمہ ہے اور لیموں نچوڑ کو تو تم جانتے ہی ہو گے کہ ایک صاحب پر معاشی تنگی آ گئی۔ تھے وہ تمہاری طرح کے خود دار آدمی' کسی سے کھانا مانگ نہ سکتے تھے۔ اس لئے انہوں نے لیمن جوس کی ترکیب استعمال کی۔ بازار سے لیموں لیا اور جیب میں ڈال کر وہ عین کھانے کے وقت کسی امیر کے ہاں چلے جاتے اور جیسے ہی کھانا آتا وہ جلدی سے لیموں کاٹ کر سالن پر نچوڑنا شروع کر دیتے اور ساتھ کہتے بھی جاتے کہ لیموں کے بغیر سالن کا کیا مزہ۔ اب ظاہر ہے امیر صاحب کو احتراماً انہیں بھی کھانے کی دعوت دینی پڑتی۔ اس طرح وہ ایک لیموں سے لنچ اور ڈنر اطمینان سے کر لیتے تھے"۔ ـــــ عمران نے مسکراتے ہوئے لیمن جوس کی پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا اور بلیک زیرو بے اختیار ہنس پڑا۔

" تو مطلب ہے' آپ پھر چائے ہی پئیں گے"۔ ـــــ بلیک زیرو نے ہنستے ہوئے کہا۔

" بشرطیکہ تم اماں بی سے شکایت نہ کرو۔ ویسے میری طرف سے اجازت ہے' پھر سلیمان کی طرح تمہیں بھی اپنا رنگ کاٹنا

پڑے گا اور لیمن جوس میں رنگ کاٹنے کی وافر صلاحیت موجود ہوتی ہے"۔ ـــــ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور بلیک زیرو ہنستا ہوا کچن کی طرف بڑھ گیا۔ اسی لمحے ٹیلیفون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی اور عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

" ایکسٹو"۔ ـــــ عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

" سلطان بول رہا ہوں"۔ ـــــ دوسری طرف سے سر سلطان کی آواز سنائی دی۔

" بغیر سر کے آپ کیسے بول رہے ہیں جناب۔ میں تو آج تک یہی سمجھتا رہا کیونکہ جس کا سر نہ ہو وہ بول ہی نہیں سکتا"۔ ـــــ عمران نے اصل لہجے میں شرارت بھرے انداز میں کہا اور سر سلطان بے اختیار ہنس پڑے۔

" تم واقعی شیطان ہو' تم سے تو ناراض بھی نہیں ہوا جا سکتا"۔ سر سلطان نے ہنستے ہوئے کہا۔

" ارے ارے نہ صرف بول رہے ہیں بلکہ ہنس بھی رہے ہیں۔ کمال ہے واقعی قرب قیامت کی نشانی ہے"۔ ـــــ عمران نے کہا اور سر سلطان ایک بار پھر ہنس پڑے۔

" سنو! میں نے معلوم کر لیا ہے۔ ڈاکٹر احمد جان اعظم گڑھ کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد علی جان وہاں کے خاصے بڑے جاگیردار رہے ہیں۔ وہ دو بھائی تھے۔ ان کے چھوٹے بھائی کا نام نادر جان ہے۔ وہ اب بھی اعظم گڑھ میں رہتا ہے اور ہوٹل کے کاروبار سے منسلک ہے"۔ ـــــ سر سلطان نے تفصیلات بتاتے

ہوئے کہا۔

"اوہ اس کا مطلب ہے کہ اعظم گڑھ کا نادر ہوٹل اس کی ملکیت ہے۔ وہ ایجنٹ جس نے انکشاف کیا تھا نادر ہوٹل کا منیجر ہی تھا"۔۔۔۔ عمران نے چونکتے ہوئے کہا۔

"تو اس کا کیا مطلب ہوا"۔۔۔۔ سر سلطان نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"اس نے مجھے ڈاج دینے کی کوشش کی، اصل بات کوئی اور ہوگی لیکن چونکہ وہ نادر جان کی وجہ سے ڈاکٹر احمد جان کے نام سے واقف تھا اس لئے اس نے یہی نام لے دیا لیکن پھر شاید وہ کوئی خاص بات بتانے والا تھا کہ اسے بھی ہلاک کر دیا گیا۔ بہرحال سر سلطان تکلیف دہی کے لئے معافی چاہتا ہوں، شکریہ"۔۔۔۔ عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ اسی لمحے بلیک زیرو نے چائے کا کپ لا کر اس کے سامنے رکھ دیا اور خود دوسرا کپ لے کر اپنی کرسی کی طرف بڑھ گیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ میرا آئیڈیا واقعی درست رہا ہے لیکن پھر یہ لوگ کس مشن پر کام کر رہے تھے"۔۔۔۔ بلیک زیرو نے اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ان کا کہنا تھا کہ ان کا تعلق بین الاقوامی مجرم تنظیم جیکوش سے ہے اور ہوٹل کا منیجر احمد نواز خان جیکوش کا مقامی ایجنٹ تھا جس کی مدد کے لئے ایک خاتون جینی مارگریٹ تشریف لائی تھیں لیکن جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے جیکوش اُرٹائن کی ایک مجرم تنظیم ہے اور اس کے جرائم کا دائرہ کار جنوبی ایکریمیا اور یورپ تک ہی محدود ہے

البتہ اس جینی مارگریٹ کے خدوخال بتاتے تھے کہ اس کا تعلق واقعی اُرٹائن سے ہی ہے"۔۔۔۔ عمران نے الجھے ہوئے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"آپ نے پورا واقعہ تو بتایا نہیں"۔۔۔۔ بلیک زیرو نے چائے کی چسکی لیتے ہوئے کہا اور جواب میں عمران نے اسے نادر ہوٹل جانے سے لے کر احمد نواز خان کے پراسرار انداز میں ہلاک ہونے کی پوری تفصیل سنا دی۔ شاید چونکہ وہ خود ذہنی طور پر الجھ گیا تھا اس لئے اس نے پوری تفصیل بتا دی تھی۔

"آپ صرف تفریح کرنے وہاں گئے تھے یا۔۔۔"۔۔۔۔ بلیک زیرو نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے ٹائیگر نے اطلاع دی تھی کہ سپرنٹنڈنٹ فیاض آج کل ایک نوجوان سیاح خاتون کے ساتھ زیادہ تر دیکھا جا رہا ہے جس پر میں چونکا کیونکہ بہرحال سپرنٹنڈنٹ فیاض اب اتنا گلفام بھی نہیں کہ نوجوان لڑکیاں اس کے پیچھے دوڑتی پھریں اور وہ بھی خاص طور پر غیر ملکی، اس لئے میں نے ٹائیگر کو مزید ہدایات دے دیں کہ وہ ان کی نگرانی کرے۔ پھر مجھے اس نے اطلاع دی کہ وہ سیاح لڑکی سپرنٹنڈنٹ فیاض کو اعظم گڑھ کے ہوٹل نادر لے جانے کے لئے اصرار کر رہی ہے اور اس کے اصرار پر سپرنٹنڈنٹ فیاض وہاں جانے کے لئے نہ صرف رضامند ہو چکا ہے بلکہ اس کے ساتھ چلا بھی گیا ہے جس پر میں چونک پڑا اور میں نے مزید تحقیقات خود کرنے کا پروگرام بنایا اور اس تحقیقات کے نتیجے میں یہ الجھن

سامنے آ گئی"۔۔۔۔۔۔ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا اور بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"یہ بات بھی آپ کو ٹائیگر نے بتائی ہو گی کہ اس جینی کا تعلق گریٹ لینڈ سے نہیں ہے"۔۔۔۔۔۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"ارے نہیں، وہ تو میں نے بس بات چیت کو آگے بڑھانے کے لئے ایک بات کر دی تھی کیونکہ جینی نے گریٹ لینڈ والوں کی طرح تکلفات کا اظہار نہ کیا تھا۔ گریٹ لینڈ اور آرٹائن کے خدوخال تقریباً ملتے جلتے ہیں اس لئے مجھے خیال ہی نہ آیا تھا۔ یہ تو جب احمد نواز خان نے آرٹائن کا نام لیا تو میرے ذہن میں خصوصی طور پر جینی کے خدوخال ابھرے"۔۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک بار پھر رسیور اٹھا لیا۔ رسیور اٹھا کر وہ چند لمحے سوچتا رہا پھر اس نے تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ کافی زیادہ ڈائیلنگ کی وجہ سے ہی بلیک زیرو سمجھ گیا کہ وہ فاران کال کر رہا ہے۔

"لیس جوائے کلب"۔۔۔۔۔۔ رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"ٹونی سے بات کراؤ، میں پاکیشیا سے علی عمران بول رہا ہوں"۔ عمران نے اپنے اصل لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ اچھا۔۔۔ ہولڈ آن کیجئے"۔۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے چونک کر کہا گیا۔

"ہیلو ٹونی بول رہا ہوں"۔۔۔۔۔۔ چند لمحوں بعد ایک بھاری سی

آواز سنائی دی۔

"ٹونی، میں عمران بول رہا ہوں۔ تمہاری یادداشت قائم ہے یا کوئی دوا بھیجوں پاکیشیا سے"۔۔۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہیں کیسے بھول سکتا ہوں عمران، اپنے محسن کو بھول جانا تو موت سے بھی بدتر ہے"۔۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ارے ارے، پھر تو تمہیں وہ دوا مجھے بھیجنا پڑے گی ورنہ تو میں تمہارے نام کے علاوہ سب کچھ بھول چکا تھا"۔۔۔۔۔۔ عمران نے چونک کر کہا۔

"تم تو بھول سکتے ہو مگر میں نہیں۔۔۔ بہرحال حکم کرو میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔ میری تو آج تک حسرت ہی رہی کہ تم مجھ سے کوئی ایسی خدمت لو کہ تمہارے احسان کا کچھ نہ کچھ بدلہ تو اتار سکوں"۔ دوسری طرف سے ہنستے ہوئے کہا گیا۔

"تو ابھی بدلہ اتارنے والی حس قائم ہے، کمال ہے پھر میرا احسان کیا رہا"۔۔۔۔۔۔ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"اوہ میرا یہ مطلب نہ تھا۔ وہ بدلے لینے والا ٹونی تو اسی روز ہی مر گیا تھا جس روز تم نے اس کے دشمنوں کا خاتمہ کر کے اسے زخموں سے چور حالت میں ہسپتال پہنچایا تھا اور پھر تین روز تک مسلسل تم بستر کی پٹی سے لگے بیٹھے رہے تھے"۔۔۔۔۔۔ ٹونی نے بڑے جذباتی سے لہجے میں کہا اور عمران مسکرا دیا۔

"کمال ہے۔۔۔ اب تو واقعی مجھے تم سے دوا منگوانی ہی پڑے

گی. فی الحال یہ بتا دو کہ تمہاری سابقہ دشمن تنظیم جیکوش آج کل کس
دھندے میں ملوث ہے۔" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"جیکوش ——— اوہ وہ تو اب بین الاقوامی تنظیم بن چکی ہے۔ میری
جس سے دشمنی تھی وہ تو کبھی کا مرا چکا ہے۔ اس لئے اب جیکوش
سے میری دشمنی نہیں رہی۔ بلکہ اس کا نیا چیف تو اب میرا گہرا دوست
ہے لیکن تم کیوں پوچھ رہے ہو۔ کیا جیکوش نے پاکیشیا میں کوئی واردات
کی ہے۔" ——— ٹونی نے چونکتے ہوئے کہا۔
"واردات تو نہیں کی البتہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ میں تمہیں تفصیل
بتاتا ہوں۔" ——— عمران نے کہا اور پھر جینی مارگریٹ کی موت اور
احمد نواز خاں کی بتائی ہوئی باتیں اس نے دوہرا دیں اور ساتھ ہی یہ بھی
بتا دیا کہ جس ڈاکٹر کے اغوا کی بات انہوں نے بتائی تھی اسے مرے ہوئے
دو سال ہو گئے ہیں۔
"اوہ خاصا گہرا چکر لگتا ہے۔ احمد نواز خاں سے تو میں بھی واقف ہوں
وہ واقعی پاکیشیا میں اس کا ایجنٹ تھا۔ جیکوش پاکیشیا میں منشیات کا کوئی
بڑا ریکٹ قائم کرنا چاہتی تھی لیکن یہ سائنسدان کو اغوا کرنے والی بات
میری بھی سمجھ میں نہیں آ رہی کیونکہ جیکوش نے کبھی اس قسم کا کوئی کام
نہیں کیا۔" ——— ٹونی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔
"تو پھر اصل بات اگر معلوم ہو سکتی ہو تو ....." ——— عمران نے
کہا۔
"کیوں نہیں معلوم ہو سکتا، بالکل ہو سکتا ہے۔ جب عمران جیسا
محسن حکم کرے تو سب کچھ ہو سکتا ہے۔ تم مجھے اپنا فون نمبر بتا دو میں

ایک گھنٹے بعد خود فون کر لوں گا۔" ——— ٹونی نے کہا۔
"میری اتنی حیثیت کہاں کہ میں فون لگوا سکوں۔ پبلک کال آفس
سے بات کر رہا ہوں۔ ٹھیک ہے ایک گھنٹے بعد دوبارہ فون کر لوں گا۔"
عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔
"جب بھی آپ کو ضرورت پڑتی ہے، آپ کوئی نہ کوئی احسان مند
ڈھونڈ ہی نکالتے ہیں۔" ——— بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا
اور عمران بے اختیار قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔
"اس لئے تو کہتے ہیں کہ احسان کرتے رہا کرو۔ کبھی نہ کبھی کام آ
ہی جاتا ہے۔" ——— عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔
"آپ نے شاید آرٹائن فون کیا تھا۔" ——— بلیک زیرو نے
مسکراتے ہوئے کہا۔
"ہاں، یہ ٹونی وہاں کا ایک چھوٹا سا بدمعاش تھا۔ اس کی ٹکر جیکوش
سے ہو گئی اور میں ایک کیس کے سلسلے میں آرٹائن میں تھا کہ میں نے
اسے ایک جگہ چار آدمیوں سے بری طرح پٹتا ہوا دیکھا۔ بیچارہ لڑکا سا
تھا اور زخموں سے چور پڑا ان سے رحم کی بھیک مانگ رہا تھا۔ میں نے
ان چاروں کو بھگا دیا اور اسے اٹھا کر ہسپتال لے گیا۔ اس کی حالت
بے حد خراب تھی اور کوئی آدمی بھی نہ تھا اس لئے مجبوراً مجھے ہی اس کی
تیمارداری کرنی پڑی۔ تین روز بعد اسے ہوش آیا تو مجھے چھٹی مل سکی۔ کچھ
عرصے بعد ایک بار پھر اچانک ٹونی سے ٹکراؤ ہو گیا تو وہ جیکوش سے
انتقام لینے کی غرض سے دیوانہ ہو رہا تھا لیکن میرے سمجھانے پر اس
کے اندر موجود ہلکی سی روشنی جو اس انتقام کے جذبے نے ڈھانپ رکھی

تھی، اجاگر ہو گئی اور اس نے غنڈہ گردی اور بدمعاشی چھوڑ کر کاروبار شروع کر دیا اور پھر آہستہ آہستہ اس نے ایک کلب کھول لیا اور اب وہ بہت سیٹ ہے۔" ——— عمران نے ٹونی کی مختصر ہسٹری بتاتے ہوئے کہا اور بلیک زیرو نے سر ہلا دیا۔ وہ اسی طرح مختلف باتیں کرتے رہے اور جب ایک گھنٹہ سے بھی کچھ منٹ اوپر ہو گئے تو عمران نے ایک بار پھر ٹونی کے نمبر ڈائل کر دیئے۔

"ہیلو ٹونی کچھ پتہ چلا۔" ——— عمران نے ٹونی سے رابطہ قائم ہوتے ہی پوچھا۔

"عمران میں نے جو معلومات حاصل کی ہیں وہ انتہائی حیرت انگیز ہیں۔ جیکوش کا چیف آرنلڈ میرا ذاتی دوست ہے۔ پہلے تو اس نے کچھ بتانے سے یکسر انکار کر دیا پھر میرے بے پناہ اصرار پر اس نے مجھ سے حلف لینے پر اصرار کیا کہ میں کسی صورت بھی کسی فرد پر اس کا انکشاف نہ کروں گا لیکن میں نے یہ کہہ کر حلف دیا کہ سوائے اپنے ایک محسن کے اور کسی کو نہ بتاؤں گا۔ اس نے مجھ سے محسن کی تفصیل پوچھنا چاہی لیکن میں نے اسے ٹال دیا۔ بہرحال مجھ سے حلف لینے کے بعد اس نے جو کچھ بتایا ہے وہ میں بتا دیتا ہوں۔ حکومت ایکریمیا نے جیکوش تنظیم کے چیف سے رابطہ قائم کیا اور پاکیشیا کے ایک سائنسدان ڈاکٹر اخوند کو اس طرح اغوا کرنے کا باقاعدہ معاہدہ کیا کہ کسی کو یہ معلوم نہ ہو سکے کہ ڈاکٹر اخوند کو کہاں لے جایا گیا ہے۔ اور کس نے اسے اغوا کرایا ہے۔ حکومت نے اس کے لئے بھاری معاوضہ بھی دیا چنانچہ جیکوش نے پاکیشیا میں اپنے ایک مخصوص ایجنٹ کے

ذمہ یہ معمولی سا مشن لگا دیا اور ساتھ ہی اس کی امداد کے لئے ایک ہوشیار مقامی ایجنٹ کو بھی بھیج دیا لیکن پھر اچانک معلوم ہوا کہ مقامی ایجنٹ اور آرٹائن سے بھیجی گئی لیڈی ایجنٹ دونوں ہلاک ہو گئے ہیں اور اس کے ساتھ ہی حکومت ایکریمیا نے فوری طور پر معاہدہ منسوخ کر دیا بلکہ بغیر آدھی رقم جو مشن کی تکمیل کے بعد ادا ہونی تھی وہ بھی اس شرط کے ساتھ ادا کر دی کہ اس معاہدے کے بارے میں کسی کو قطعی علم نہ ہو سکے۔ بس یہی ساری بات ہے، حالانکہ جیکوش پہلے ایسے دھندے میں کبھی ملوث نہیں ہوئی اور میرے پوچھنے پر آرنلڈ نے بتایا کہ حکومت سے رابطہ اور انتہائی گرانقدر معاوضہ کی پیش کش کی وجہ سے اس نے یہ مشن ہاتھ میں لے لیا تھا۔" ——— ٹونی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"کیا یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ حکومت ایکریمیا نے یہ معاہدہ کیوں منسوخ کر دیا اور جیکوش کی جگہ کس سے معاہدہ کیا ہے۔" ——— عمران نے پوچھا۔

"نہیں! میں نے یہی بات پوچھی تھی لیکن آرنلڈ اس سے بے خبر ہے اور اس نے معلوم کرنے کی کوشش بھی نہیں کی کیونکہ اس کی اتنی اپروچ ہی نہیں ہے۔" ——— ٹونی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ شکریہ ٹونی! تم نے واقعی یہ معلومات حاصل کر کے مہربانی کی ہے، خدا حافظ۔" ——— عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ احمد نواز خاں نے جان بوجھ کر غلط نام

لیا تھا۔ اصل نام ڈاکٹر اخوند تھا "۔۔۔۔ بلیک زیرو نے کہا۔

" ہاں اور ڈاکٹر احمد جان کا نام چونکہ اس کے ذہن میں پہلے سے موجود تھا اس لئے اس نے وہ نام لے دیا۔ ویسے اگر ڈاکٹر احمد جان وفات نہ پا چکے ہوتے تو میں واقعی غلط راستے پر دوڑتا رہتا "۔۔۔۔ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک بار پھر رلیسیور اٹھایا اور تیزی سے انکوائری کے نمبر ڈائل کئے۔

" یس انکوائری پلیز "۔۔۔۔ رابطہ قائم ہوتے ہی آپریٹر کی آواز سنائی دی۔

" سیکرٹری وزارت سائنس آغا شیر احمد خان کی رہائش گاہ کا نمبر بتاؤ "۔۔۔۔ عمران نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور آپریٹر نے تیزی سے نمبر بتا دیئے۔ عمران نے ہاتھ سے کریڈل پریس کیا اور پھر آپریٹر کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

" جی صاحب "۔۔۔۔ دوسری طرف سے رلیسیور اٹھتے ہی کسی ملازم کی آواز سنائی دی لیکن لہجے سے بولنے والا تعلیم یافتہ لگتا تھا۔

" چیف آف سیکرٹ سروس ۔۔ آغا سے بات کراؤ "۔۔۔۔ عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

" اوہ یس سر، یس سر، ہولڈ آن سر "۔۔۔۔ دوسری طرف سے انتہائی بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا گیا۔ شاید یہ ملازم آغا کا پرائیویٹ سیکرٹری تھا۔

" یس! آغا شیر احمد بول رہا ہوں "۔۔۔۔ چند لمحوں بعد ہی رلیسیور پر سیکرٹری وزارت سائنس کی آواز سنائی دی۔ لہجے میں حیرت کی جھلکیاں تھیں۔

" ایکسٹو "۔۔۔۔ عمران نے اس بار کوڈ نام بتانے پر ہی اکتفا کیا۔

" یس سر "۔۔۔۔ آغا کا لہجہ یکلخت بے حد مؤدبانہ ہو گیا۔

" ڈاکٹر اخوند کے بارے میں تفصیلات بتائیے "۔۔۔۔ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

" ڈاکٹر اخوند ۔۔ یس سر، ڈاکٹر اخوند ایک جدید دفاعی ہتھیار " فلائنگ ہارس " کی ریسرچ میں شوگران کے تعاون سے ان کی ہی لیبارٹری میں مصروف ہیں "۔۔۔۔ آغا شیر احمد نے قدرے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

" آپ کا مطلب ہے کہ وہ پاکیشیا میں نہیں ہے بلکہ شوگران میں ہیں "۔۔۔۔ عمران کا لہجہ اور زیادہ سرد ہو گیا۔

" جی ہاں ۔۔ گذشتہ دو سالوں سے وہ مستقل وہیں شفٹ ہو گئے ہیں۔ البتہ پچھلے دنوں ہماری وزارت کو شوگران سے ایک رسمی سی اطلاع ملی تھی کہ ڈاکٹر اخوند شدید بیمار ہو گئے ہیں اور شوگران کے ڈاکٹروں نے ان کی اس بیماری کے بارے میں جو علاج تجویز کیا ہے وہ صرف پاکیشیا کی آب و ہوا میں ہی کام دے سکتا ہے۔ اس لئے شوگران ان کو اپنی نگرانی میں پاکیشیا بھجوا رہا ہے اور ان کا تمام علاج اور تیمار داری شوگرانی حکام ہی کریں گے

بس اس کے بعد ان کے متعلق کوئی اطلاع نہیں ملی اور چونکہ شوگرانی حکومت
نے ڈاکٹر اخوند کی حفاظت کی مکمل ذمہ داری خود لے رکھی ہے۔ اس
لئے ہم نے بھی اس معاملے میں کوئی سرکاری مداخلت نہیں کی"۔۔۔۔۔
آغا بشیر احمد نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" حالانکہ ڈاکٹر اخوند پاکیشیائی سائنسدان ہیں اور ان کی صحت اور ان
کی تیمار داری اور ان کی حفاظت کی ذمہ داری آپ کی ہونی چاہیے تھی"۔
عمران نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

" سر جب حکومت پاکیشیا اور حکومت شوگران کے درمیان فلائنگ
ہارس کے بارے میں معاہدہ ہوا تو اس وقت یہ بات باقاعدہ طے ہوگئی
تھی کہ جب تک فلائنگ ہارس مکمل نہیں ہو جاتا اس وقت تک ڈاکٹر
اخوند کا کوئی تعلق پاکیشیا سے نہ رہے گا اور معاہدے میں یہ شق ڈاکٹر
اخوند کی ذاتی خواہش پر ہی رکھی گئی تھی"۔۔۔۔۔ آغا بشیر احمد خان کے
انتہائی گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ حالانکہ وہ پاکیشیا حکومت کا عملی طور
پر سب سے بڑا عہدیدار تھا لیکن ایکسٹو کے سامنے بات کرتے ہوئے
اس کی آواز اس طرح لرز رہی تھی جیسے کوئی چپراسی کسی گورنر کے
سامنے جواب دہی کر رہا ہو۔

" ڈاکٹر اخوند کے رشتہ دار وغیرہ کی تفصیلات"۔۔۔۔۔ عمران نے
پوچھا۔

" نو سر! ڈاکٹر اخوند کے تمام رشتہ دار ایک زلزلہ کے دوران ان
کے بچپن میں ہی ہلاک ہو گئے تھے اور وہ اپنے پورے خاندان میں سے
اکیلے زندہ بچ سکے تھے پھر انہوں نے شادی بھی نہیں کی۔ شوگران

جانے سے پہلے وہ مستقل طور پر لیبارٹری میں ہی رہتے تھے"۔۔۔۔۔
آغا نے جواب دیا۔

" آپ فوری طور پر شوگرانی سفارت خانہ کے ذریعے معلوم کر کے
مجھے بتائیں کہ ڈاکٹر اخوند اس وقت کہاں ہیں اور کس پوزیشن میں ہیں
ایک گھنٹے بعد دوبارہ کال کروں گا"۔۔۔۔۔ عمران نے سرد لہجے میں
کہا اور رسیور رکھ دیا۔

" یہ "فلائنگ ہارس" کیسا ہتھیار ہو سکتا ہے۔ کوئی میزائل ٹائپ
کی ایجاد ہو گی"۔۔۔۔۔ بلیک زیرو نے کہا۔

" ہاں! نام سے تو ایسا ہی لگتا ہے اور یقیناً اس فلائنگ ہارس
کی وجہ سے ہی ایکریمیا ڈاکٹر اخوند کو اغوا کرانا چاہتا ہے"۔۔۔۔۔
عمران نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

" ایکریمیا کے پاس بلا مبالغہ سینکڑوں جاسوس ایجنسیاں ہوں گی
اس کے باوجود وہ مجرم تنظیموں کو ایسے مشنز پر کیوں ہائر کرتا ہے"۔
بلیک زیرو نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

" تم نے ٹونی کی دی ہوئی رپورٹ نہیں سنی کہ اس نے جیکوش
کی خدمات اس شرط پر حاصل کیں کہ اغوا سے کسی طرح بھی ایکریمیا کا
تعلق ثابت نہ ہو سکے اور اب آغا کی بات سے یہ پوائنٹ تو اور بھی
واضح ہو چکا ہے۔ اب فلائنگ ہارس صرف پاکیشیا ہی متعلق نہیں
ہے بلکہ شوگران بھی اس میں شامل ہے اور نہ صرف شامل ہے بلکہ
معاہدے کے تحت ڈاکٹر اخوند ایک لحاظ سے مکمل طور پر شوگران کی
تحویل میں چلا گیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ایکریمیا نے شوگران میں بھی

کوشش کی ہو گی لیکن وہاں جب اس کا کام نہ ہو سکا تو اس نے ڈاکٹر اخوند کے بیمار اور پاکیشیا آنے کے موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے انہیں یہاں سے اغوا کرنے کی پلاننگ کی ہے۔" ——— عمران نے انتہائی سنجیدگی سے تبصرہ کرتے ہوئے کہا اور بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"جیکوش سے معاہدہ منسوخ کرنے کے بعد اس نے لازماً ایسی ہی کسی اور پارٹی کو انگیج کیا ہو گا۔" ——— بلیک زیرو نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

"ظاہر ہے۔" ——— عمران نے مختصر سا جواب دیتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس نے گھڑی دیکھی لیکن ابھی تو صرف دس منٹ گزرے تھے عمران نے رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"یس سردار سپیکنگ۔" ——— چند لمحوں بعد رسیور سے سردار کی آواز سنائی دی۔

"عمران بول رہا ہوں جناب۔" ——— عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"اوہ عمران بیٹے خیریت ——— تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے۔" ——— سردار کی تشویش بھری آواز سنائی دی اور عمران مسکرا دیا۔

"بالکل ٹھیک ہے! کیا میری آواز بدل گئی ہے یا آپ نے سائنس پر ریسرچ چھوڑ کر حکمت شروع کر دی ہے۔" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں! تم جیسے آدمی سے سنجیدگی کی توقع ہی نہیں ہوتی اس

لئے جب تم آغاز ہی سنجیدگی سے کرتے ہو تو فوراً دل میں ہول سا اٹھتا ہے کہ کہیں تم بیمار تو نہیں ہو گئے۔" ——— سردار نے کہا اور عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

"میرے لئے واقعی اب یہ ٹریجڈی بن گئی ہے کہ اگر میں سنجیدہ ہوتا ہوں تو بیمار سمجھا جاتا ہوں اور اگر سنجیدہ نہیں ہوتا تو مجھے سنجیدہ ہونے کی تلقین کی جاتی ہے۔" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس بار دوسری طرف سے سردار بے اختیار ہنس پڑے۔

"بات تو واقعی ایسی ہے۔ جب تم مذاق شروع کر دیتے ہو تو آدمی زچ ہو جاتا ہے اور سنجیدہ ہوتے ہو تو جی چاہتا ہے کہ تم پہلے کی طرح مذاق کرتے رہو۔ بہرحال اس وقت کیسے فون کیا ہے اور وہ بھی اتنی سنجیدگی سے۔" ——— سردار نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ڈاکٹر اخوند صاحب کے بارے میں کچھ معلومات چاہیے تھیں۔ اگر آپ ان سے واقف ہوں۔" ——— عمران نے کہا۔

"ڈاکٹر اخوند ——— اوہ کیا ہوا انہیں۔" ——— سردار نے بری طرح چونکتے ہوئے پوچھا۔

"ابھی تک تو شاید کچھ نہ ہوا ہو لیکن مستقبل میں ان کے ساتھ کچھ ہونے کے خدشات واضح نظر آ رہے ہیں۔" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مگر ڈاکٹر اخوند تو دو سالوں سے شوگران میں کام کر رہے ہیں۔" سردار نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں! آغا شیر احمد خاں نے بھی چیف کو یہی بتایا ہے لیکن پچھلے

دنوں وہ بیمار ہو گئے تھے اور انہیں علاج کے لئے پاکیشیا لایا گیا ہے اور شاید ابھی تک یہیں ہوں یا واپس چلے گئے ہوں۔ بہرحال ایک پارٹی انہیں اغوا کرنے کے چکر میں ہے۔ اس لئے مجھے ان کے بارے میں مکمل تفصیلات کی ضرورت ہے" ——— عمران نے وضاحت کرتے ہوئے کہا تاکہ سرداور معاملے کی اہمیت کو محسوس کر کے تفصیل سے جواب دے سکیں۔

"اوہ یہ بات ہے۔ بہرحال ڈاکٹر اخوند کے بارے میں ذاتی طور پر میں بہت کم جانتا ہوں کیونکہ ڈاکٹر اخوند نے میری لیبارٹری میں کبھی کام نہیں کیا۔ ان کی مخصوص فیلڈ خلائی تحقیقات رہی ہے۔ بہرحال اتنا جانتا ہوں کہ شوگران جانے سے پہلے وہ ایک مخصوص دفاعی خلائی ہتھیار بنانے کے فارمولے پر کام کر رہے تھے۔ وہ اکیلے رہتے ہیں، یہاں پاکیشیا میں صرف ان کا ایک ہی دوست ہے جس کے پاس وہ اکثر ملنے جاتے رہتے تھے۔ وہ ڈاکٹر اشتیاق احمد صاحب ہیں۔ طب کے ڈاکٹر ہیں اور جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے وہ گلستان کالونی کی کوٹھی نمبر چھبیس میں رہتے ہیں۔ پہلے کسی سرکاری ادارے میں ملازم تھے۔ اب ریٹائرڈ اور بیمار زندگی گزار رہے ہیں۔ میں بھی ایک بار ان کے گھر گیا تھا۔ ڈاکٹر اخوند کے ساتھ اس لئے مجھے یاد ہے۔ ویسے ڈاکٹر اخوند انتہائی محب وطن اور دوست نواز انسان ہیں۔ بس اس سے زیادہ تفصیلات نہیں بتا سکتا" ——— سرداور نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ڈاکٹر اخوند کا حلیہ کیا ہے" ——— عمران نے پوچھا تو سرداور نے اس کا حلیہ تفصیل سے بتا دیا۔

"شکریہ! اتنا ہی کافی ہے" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور کریڈل دبا کر اس نے انکوائری کے نمبر ڈائل کر دیئے۔

"یس انکوائری پلیز" ——— رابطہ قائم ہوتے ہی آپریٹر نے پوچھا۔

"ڈاکٹر اشتیاق احمد گلستان کالونی" ——— عمران نے کہا اور آپریٹر نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد نمبر بتا دیئے۔ عمران نے شکریہ ادا کر کے کریڈل دبایا اور ایک بار پھر آپریٹر کے بتائے ہوئے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"جی صاحب" ——— ایک باریک سی آواز سنائی دی۔

"ڈاکٹر اشتیاق صاحب کی رہائش گاہ سے بول رہے ہیں آپ" عمران نے پوچھا۔

"جی جناب" ——— دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"ڈاکٹر صاحب سے بات کرائیں، میرا نام علی عمران ہے" ——— عمران نے کہا۔

"جی اچھا ——— ہولڈ کریں" ——— دوسری طرف سے کہا گیا اور چند لمحوں بعد ایک بلغم زدہ سی بوڑھی آواز سنائی دی۔

"ڈاکٹر اشتیاق بول رہا ہوں، کون صاحب بات کر رہے ہیں" بولنے والے کے لہجے میں ہلکی سی بیزاری کا تاثر موجود تھا۔

"ڈاکٹر صاحب، میرا نام علی عمران ہے اور میرا تعلق سنٹرل خلائی لیبارٹری سے ہے۔ ڈاکٹر اخوند صاحب سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ وہ پاکیشیا آئے ہوئے ہیں لیکن ان کا پتہ

ہمارے پاس نہیں ہے۔ اگر آپ ان کا موجودہ پتہ بتا سکیں، تو
مہربانی ہوگی "۔۔۔۔ عمران نے کہا۔
" ڈاکٹر اخوند ۔۔ مگر وہ تو شوگران شفٹ ہو گئے ہیں "۔۔۔
ڈاکٹر اشتیاق نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
" جی ہاں ۔۔ مگر وہ وہاں بیمار ہو گئے تھے، اس لئے علاج کے
لئے یہاں آئے ہوئے ہیں "۔۔۔ عمران نے کہا۔
" اوہ مجھے تو معلوم نہیں اور نہ ہی مجھے انہوں نے فون کیا ہے۔
میں تو آپ کے منہ سے سن رہا ہوں کہ وہ پاکیشیا آئے ہوئے ہیں۔ اگر
وہ پاکیشیا آتے تو لازماً مجھے فون کرتے "۔۔۔ ڈاکٹر اشتیاق نے
حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
" اچھا ۔۔ ہمارا خیال تھا کہ آپ کو یقیناً اطلاع ہوگی۔ ویسے
آپ کا کیا آئیڈیا ہے کہ بیماری کی حالت میں وہ کہاں آرام کرنا پسند
کر سکتے ہیں "۔۔۔ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔
" اگر واقعی ایسا ہے تو پھر وہ لازماً داماں میں ہوں گے کیونکہ
وہ ان کا پسندیدہ علاقہ ہے اور جب بھی ان کا آرام کا موڈ ہوتا وہ
وہیں چلے جاتے تھے "۔۔۔ ڈاکٹر اشتیاق نے جواب دیا۔
" داماں میں کوئی خاص جگہ "۔۔۔ عمران نے پوچھا۔
" خاص جگہ کا تو انہوں نے کبھی انتخاب نہیں کیا، بس وہاں
پہنچ کر کوئی علیحدہ رہائش گاہ کرایہ پر حاصل کی اور وہاں رہ پڑے "۔
ڈاکٹر اشتیاق نے جواب دیتے ہوئے کہا۔
" او۔ کے شکریہ "۔۔۔ عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

اس کے ساتھ ہی اس نے گھڑی دیکھی اور چونک کر ایک بار پھر
رسیور اٹھایا اور آغا شیر احمد خاں کی رہائش گاہ کے نمبر ڈائل کرنے
شروع کر دیئے۔
" جی صاحب "۔۔۔ اسی پرائیویٹ سیکرٹری کی آواز سنائی
دی۔
" چیف آف سیکرٹ سروس آغا سے بات کراؤ "۔۔۔ عمران
نے مخصوص لہجے میں کہا۔
" یس سر "۔۔۔ دوسری طرف سے انتہائی مؤدبانہ لہجے
میں کہا گیا اور چند لمحوں بعد آغا شیر احمد خاں کی آواز رسیور پر ابھری
" آغا بول رہا ہوں جناب "۔۔۔ آغا کا لہجہ مؤدبانہ تھا۔
" کیا رپورٹ ہے "۔۔۔ عمران نے قدرے نرم لہجے
میں پوچھا۔
" سر! شوگران کے سفیر رخصت پر ہیں۔ اس لئے ان کے
پرائیویٹ سیکرٹری سے صرف اتنا معلوم ہو سکا ہے کہ ڈاکٹر اخوند کو
علاج کے لئے داماں میں رکھا گیا ہے اور چونکہ تمام انتظامات سفیر صاحب
کے ذاتی ہیں اس لئے مزید تفصیلات معلوم نہیں ہو سکیں "۔۔۔ آغا
نے کہا۔
" سفیر صاحب کہاں گئے ہوئے ہیں اور کب سے رخصت پر ہیں "۔
عمران نے منہ بناتے ہوئے پوچھا۔
" جناب دو روز سے وہ ناراک گئے ہوئے ہیں کسی ذاتی کام سے
آج سے دو روز بعد ان کی واپسی ہے۔ چونکہ وہ ذاتی کام سے گئے ہیں

اس لیے سفارت خانے کے پاس ان کا پتہ بھی موجود نہیں ہے "۔۔۔۔ آغا نے کہا۔

" ٹھیک ہے شکریہ "۔۔۔۔ عمران نے کہا اور ہاتھ بڑھا کر رلیسیور رکھ دیا۔

" بلیک زیرو، ٹائیگر کی فریکوئنسی ایڈجسٹ کرو ٹرانسمیٹر پر "۔۔۔۔ عمران نے رلیسیور رکھ کر بلیک زیرو سے کہا اور بلیک زیرو ایک طرف موجود ٹرانسمیٹر کی طرف متوجہ ہو گیا۔

" ہیلو ہیلو عمران کالنگ، اوور "۔۔۔۔ فریکوئنسی سیٹ ہوتے ہی عمران نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کرتے ہوئے کہا۔ وہ کچھ دیر تک کال کرتا رہا پھر اچانک ٹرانسمیٹر کا رابطہ قائم ہونے کی اطلاع دینے والا بلب اچانک جل اُٹھا۔

" لیس ٹائیگر اٹنڈنگ، اوور "۔۔۔۔ ٹرانسمیٹر سے ٹائیگر کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

" کال رلیسیو کرنے میں اتنی دیر کیوں لگائی تم نے، اوور "۔۔۔۔ عمران کے لہجے میں بے پناہ تلخی تھی۔

" سوری باس آپ کی کال کے وقت میں ایک آدمی سے جھگڑنے میں مصروف تھا۔ فوری طور پر اس سے جھگڑا ختم کرنے اور پھر علیحدہ جگہ تک پہنچنے میں دیر ہو گئی، آئی ایم سوری سر، اوور "۔۔۔۔ ٹائیگر نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

" کیا جھگڑا تھا، اوور "۔۔۔۔ عمران نے اسی طرح تلخ لہجے میں پوچھا۔

" سر راکسی کلب میں ایک نیا منیجر آیا ہے، راڈش۔ وہ اپنے آپ کو بڑا پھنے خاں سمجھتا تھا، آج وہ مجھ سے الجھ پڑا۔ کوئی خاص بات نہ تھی عام سا جھگڑا تھا، اوور "۔۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" کیسے نمٹایا یہ جھگڑا، کیا اس سے معافی مانگی ہے یا صلح کر لی ہے، اوور "۔۔۔۔ عمران کے لہجے میں تلخی بدستور تھی۔

" اوہ نہیں سر، بس اس کے دونوں بازو فوراً جوڑ سے علیحدہ کرنے پڑے تاکہ آپ کی کال سُن سکوں، اوور "۔۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا اور عمران بے اختیار مسکرا دیا۔

" کتنی دیر سے لڑ رہے تھے، اوور "۔۔۔۔ عمران شاید پوری طرح انٹرویو پر تل گیا تھا۔

" دس منٹ ہو گئے تھے۔ میں نے سوچا ذرا اپنی حسرت پوری کر لے، اس لئے میں نے اسے موقع دے دیا تھا، اوور "۔۔۔۔ ٹائیگر نے اس بار قدرے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

" یعنی دس منٹ تک وہ تم سے لڑتا رہا اور تم دفاع کرتے رہے اوور "۔۔۔۔ عمران نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

" بس سر، یہ کلب فائٹ تھی۔ صرف ایک بار رعب جمانے کے لئے۔ اس لئے سر میں نے اسے وقت دیا تھا۔ ورنہ تو ایک منٹ بعد ہی اس کی گردن توڑ دیتا، اوور "۔۔۔۔ ٹائیگر نے ایسے لہجے میں کہا جیسے دس منٹ تک لڑ کر اس سے زندگی کی بھیانک غلطی سرزد ہو گئی تھی۔

"ہونہہ ٹھیک ہے، ورنہ جو شخص اب تک تمہارے ساتھ دس منٹ تک لڑ سکتا ہے تو پھر مجھے اس کا شاگرد بننا پڑتا۔ بہرحال تم کل صبح پہلی فلائٹ سے داماں پہنچو۔ پاکیشیا کا ایک سائنسدان ڈاکٹر اخوند بیمار ہو کر وہاں آرام کر رہا ہے اور اس کی رہائش گاہ اور اس کے انتظامات شوگران کے سفیر نے ذاتی طور پر کئے ہیں اس لئے اس کا صحیح پتہ معلوم نہیں ہو سکا تم اسے تلاش کرو اور پھر اس کی نگرانی کرتے رہو۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ ایکریمیا کسی مجرم تنظیم کی مدد سے ڈاکٹر اخوند کو اغوا کرانا چاہتا ہے اس لئے تمہیں نگرانی کے لئے بھجوا رہا ہوں۔ اس لئے عام حالات میں تم نے کوئی مداخلت نہیں کرنی لیکن اگر کوئی خاص حالات پیدا ہو جائیں تو تم نے فوری طور پر اس اغوا کو روکنا بھی ہے۔ ڈاکٹر اخوند کی سلامتی بھی تمہارے پیش نظر رہنی چاہیے اور مجھے بھی فوری رپورٹ دینی ہے، سمجھ گئے، اوور"۔۔۔۔ عمران نے کہا اور ساتھ ہی اس نے ڈاکٹر اخوند کا حلیہ بھی بتا دیا۔

"یس سر، اوور"۔۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا۔

"پوری طرح محتاط رہنا، اوور اینڈ آل"۔۔۔۔ عمران نے کہا اور رسیور رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"سیکرٹ سروس کے کچھ ممبران نہ بھیج دوں"۔۔۔۔ بلیک زیرو نے بھی کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ارے نہیں، فی الحال کوئی کیس نہیں ہے اور سرکاری آدمیوں کو حرکت میں لانے کا مطلب سرکاری خرچہ ہوتا ہے اس لئے

ٹائیگر ہی کافی رہے گا۔ وہاں اگر کوئی گڑبڑ کی تو پھر سیکرٹ سروس کو بھی بھیجا جا سکتا ہے"۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور اٹھ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

سیاہ رنگ کی کار گلستان کالونی میں داخل ہوئی اور اس کے ساتھ ہی اس کی رفتار بھی خاصی ہلکی ہو گئی۔ کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر اینڈرلو موجود تھا اور ساتھ والی سیٹ پر دیالی بیٹھی ہوئی تھی۔ دونوں اپنے اصل چہروں میں تھے۔ دیالی نے گہرے نیلے رنگ کا خوبصورت سکرٹ پہنا ہوا تھا جبکہ اینڈرلو کے جسم پر بادامی رنگ کا تھری پیس سوٹ تھا۔ اس کی آنکھوں پر چوڑے فریم والا چشمہ تھا۔ جس کے شیشے ہلکے براؤن کلر کے تھے جس کی وجہ سے اس کی وجاہت دوبالا ہو گئی تھی۔ انہیں پاکیشیا پہنچے ہوئے ابھی صرف ایک گھنٹہ ہوا تھا۔ ائیرپورٹ پر وہ اپنا مخصوص جیٹ جہاز کرائے کے ہینگر میں پہنچا کر ٹیکسی پر بیٹھ کر سیدھے دارالحکومت کے سب سے شاندار پرنس ہوٹل پہنچے تھے جہاں اینڈرلو اور دیالی کے نام سے پہلے ہی ان کے لئے ایک سوٹ بک تھا۔ انہوں نے پاکیشیا پہنچنے سے

پہلے ہی فون پر یہ سوٹ بک کرایا تھا اور ساتھ ہی ہوٹل والوں کو ایک نئی کار خریدنے کا آرڈر بھی دے دیا تھا کیونکہ ان کے پاس انٹرنیشنل ٹورسٹ کارڈ تھا۔ اس لئے اس کارڈ کے حوالے کی وجہ سے ہوٹل والوں نے ان کے ہوٹل پہنچنے سے پہلے ہی ان کے احکامات کی تکمیل کر دی تھی اور اس وقت وہ اسی کار میں موجود تھے۔ ہوٹل پہنچ کر انہوں نے صرف ناشتہ کیا اور کار لے کر وہ ہوٹل سے چل پڑے تھے چونکہ دفاتر اور سکول وغیرہ کھلنے کا وقت ہو گیا تھا اس لئے سڑکوں پر خاصا رش تھا۔

"کوٹھی نمبر ٹوئنٹی سکس ہی تھا ناں"۔۔۔۔ اینڈریو نے غور سے کوٹھیوں کے نمبر دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں"۔۔۔۔ ویالی نے جواب دیا اور اینڈریو نے سر ہلا دیا تھوڑی دیر بعد اس نے کوٹھی نمبر ٹوئنٹی سکس کو تلاش کر لیا۔ قدیم وضع کی ایک خاصی بڑی عمارت تھی۔ سیاہ رنگ کے بڑے سے گیٹ کے باہر ڈاکٹر اشتیاق کی نیم پلیٹ بھی موجود تھی۔ اینڈریو نے کار کو گیٹ کی طرف موڑا اور پھر نیچے اتر کر اس نے ستون پر موجود کال بیل کا بٹن پریس کر دیا۔ چند لمحوں بعد بڑے پھاٹک کی سائیڈ پر موجود چھوٹی کھڑکی کھلی اور ایک ملازم نما آدمی باہر آ گیا۔

"یہ کارڈ ڈاکٹر صاحب کو دے دیں"۔۔۔۔ اینڈریو نے جیب سے ایک تعارفی کارڈ نکال کر ملازم کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا۔

"اوہ اچھا سر"۔۔۔۔ ملازم نے نئی اور چمکتی ہوئی کار' اور اینڈریو کو دیکھ کر مؤدبانہ لہجے میں کہا اور تیزی سے واپس کھڑکی میں

غائب ہو گیا۔ اینڈریو اطمینان سے چلتا ہوا کار کی طرف آیا اور دروازہ کھول کر دوبارہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

"کونسا کارڈ دیا ہے۔۔۔ انٹرنیشنل سائنس میگزین والا"۔۔۔۔ ویالی نے مسکراتے ہوئے پوچھا اور اینڈریو نے بھی مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔ چند لمحوں بعد بڑا پھاٹک کھل گیا۔

"تشریف لائیے سر"۔۔۔۔ ملازم نے سائیڈ پر نمودار ہوتے ہوئے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا اور اینڈریو نے سر ہلاتے ہوئے کار آگے بڑھا دی۔ وسیع و عریض پورچ میں پہنچ کر اس نے کار روکی اور پھر ویالی سمیت نیچے اتر آیا۔ اسی لمحے ایک ملازم برآمدے سے اتر کر ان کے قریب آیا۔

"تشریف لائیے جناب' ادھر ڈرائینگ روم میں"۔۔۔۔ ملازم نے مؤدبانہ لہجے میں برآمدے کے کونے میں موجود ایک قدیم وضع کے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"شکریہ"۔۔۔۔ اینڈریو نے بڑے مہذبانہ لہجے میں کہا اور اس دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ ملازم اس کے ساتھ تھا۔ اس نے جلدی سے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا اور پھر ادب سے ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ اینڈریو اور ویالی کمرے میں داخل ہوئے۔ ڈرائینگ روم ان کی توقع سے کہیں زیادہ وسیع اور قدیم دور کے باوقار فرنیچر سے آراستہ تھا۔

"مشرق کا حسن واقعی مغرب سے قطعی مختلف اور پرکشش ہے"۔۔۔۔ ویالی نے تحسین آمیز نظروں سے فرنیچر اور ڈرائینگ

روم کو دیکھتے ہوئے کہا۔ اور اینڈریو مسکرا دیا۔ وہ دونوں ایک قدیم وضع کے صوفے پر بیٹھ گئے۔ چند لمحوں بعد ملازم ایک ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر داخل ہو گیا اور اس نے بڑے ادب سے شربت کے دو گلاس ٹرالی سے اُٹھا کر ان کے سامنے میز پر رکھے۔

" ڈاکٹر صاحب تشریف لا رہے ہیں "۔۔۔۔ ملازم نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور ٹرالی دھکیلتا ہوا واپس چلا گیا۔ اینڈریو اور دیالی دونوں نے گلاس اٹھائے اور پہلے اس طرح ڈرتے ڈرتے ایک گھونٹ لیا جیسے انہیں شک ہو کہ شربت میں زہر ملا ہوا نہ ہو۔

" خاصا مزیدار ہے "۔۔۔۔ اینڈریو نے کہا اور دیالی نے بھی اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر وہ واقعی لطف لے لے کر شربت کے گھونٹ لینے لگے۔ ابھی انہوں نے شربت ختم ہی کیا تھا کہ اندرونی دروازے کا پردہ ہلا اور ایک لمبے قد اور دبلے پتلے جسم کا بوڑھا آدمی جس کی آنکھوں پر موٹے شیشوں کی عینک موجود تھی اندر داخل ہوا۔

" معاف کیجئے گا ! مجھے چند لمحے دیر ہو گئی۔ میں معذرت خواہ ہوں "۔۔۔۔ آنے والے نے معذرت بھرے لہجے میں کہا۔

" مجھے اینڈریو کہتے ہیں اور یہ میری پارٹنر مس دیالی ہیں۔ کارڈ سے تو آپ کو معلوم ہو چکا ہو گا کہ ہمارا تعلق انٹرنیشنل سائنس میگزین سے ہے "۔۔۔۔ اینڈریو نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

" مجھے ڈاکٹر اشتیاق کہتے ہیں۔ مجھے آپ دونوں سے مل کر بیحد مسرت ہوئی ہے "۔۔۔۔ ڈاکٹر اشتیاق نے بھی رسمی جملے کہے اور

پھر اینڈریو اور دیالی دونوں سے مصافحہ کر کے اس نے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

" آپ حضرات نے اگر ناشتہ نہ کیا ہو تو ناشتے کا بندوبست ہو سکتا ہے "۔۔۔۔ ڈاکٹر اشتیاق نے کہا۔

" اوہ نہیں شکریہ۔۔۔ ہم ہوٹل سے ناشتہ کر کے ہی نکلے تھے اور یہ شربت بھی خاصا لذیذ تھا شکریہ "۔۔۔۔ اینڈریو نے کہا۔

" جی فرمائیے ! میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں "۔۔۔۔ ڈاکٹر اشتیاق نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" ڈاکٹر صاحب ' ہم صحافی ہیں۔ اس لئے سیدھی سیدھی بات کریں گے۔ ہم نے اپنے میگزین میں ڈاکٹر اخوند کا انٹرویو شائع کرنا ہے۔ ہمارے ایڈیٹر نے یہ ڈیوٹی ہمیں سونپی ہے۔ ڈاکٹر اخوند آپ کے گہرے دوست ہیں اور سُنا ہے کہ آج کل وہ پاکیشیا میں ہیں، چونکہ براہ راست ان کا پتہ معلوم نہیں تھا اس لئے ہم نے آپ کو تکلیف دی ہے "۔ اینڈریو نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

" اوہ اچھا ' میں جانتا ہوں۔ انٹرنیشنل سائنس میگزین میں ڈاکٹر اخوند کے پہلے بھی ریسرچ پیپرز شائع ہوتے رہے ہیں لیکن ڈاکٹر اخوند دو سال ہوئے شوگران روانہ ہو گئے تھے۔ وہ وہاں کسی خاص ریسرچ میں مصروف ہیں۔ رات وزارت سائنس کے ایک آدمی نے بھی مجھے فون کر کے ان کے متعلق پوچھا تھا۔ اور اس کے فون سے ہی مجھے پتہ چلا کہ ڈاکٹر اخوند پاکیشیا میں ہیں۔ ویسے مجھے حیرت ہے کہ ڈاکٹر اخوند پاکیشیا میں موجود ہوں اور مجھے کال نہ کریں۔ بظاہر تو ایسا ممکن

نہیں ہے کیونکہ وہ میرے انتہائی گہرے دوست ہیں لیکن ظاہر ہے وزارت سائنس والے تو غلط نہیں کہہ سکتے لیکن مجھے واقعی ان کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں کہ وہ کہاں ہیں"۔۔۔۔ ڈاکٹر اشتیاق نے معذرت بھرے لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب! وزارت سائنس والوں سے زیادہ ان کے متعلق اور کون جان سکتا ہے اور آپ فرما رہے ہیں کہ رات وہ آپ سے پوچھ رہے تھے"۔۔۔۔ اینڈرلو نے حقیقی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"آپ کی حیرت بجا ہے مسٹر اینڈرلو، وہ صاحب کیا نام بتایا تھا انہوں نے، اوہ ہاں یاد آگیا علی عمران۔ ان کا کہنا تھا کہ ڈاکٹر اخوند بیمار ہیں اور علاج کے لئے یہاں آئے ہوئے ہیں۔ جب میں نے معذرت کی تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا میں بحیثیت ڈاکٹر اخوند کے دوست ہونے کے وہ جگہ بتا سکتا ہوں جہاں وہ عام طور پر آرام کرنا زیادہ پسند کرتے ہوں تو میں نے انہیں بتایا کہ پاکیشیا میں رہتے ہوئے انہیں جب بھی آرام کی ضرورت پڑتی تھی تو وہ داماں کو ہی منتخب کرتے تھے۔ داماں یہاں سے آٹھ سو کلو میٹر دور ایک چھوٹا سا شہر ہے جو انتہائی سرسبز پہاڑوں کے دامن میں واقع ہے۔ اس لئے اس کا نام بھی داماں ہے۔ وہ غیر ملکی سیاحوں کا بھی پسندیدہ ترین مقام ہے۔ وہاں کی آب و ہوا بے حد اچھی ہے۔ ہو سکتا ہے وہ وہاں ہوں"۔۔۔۔ ڈاکٹر اشتیاق نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"داماں میں جیٹ ایئر پورٹ ہے"۔۔۔۔ اینڈرلو نے

قدرے بے چین سے لہجے میں کہا۔

"جی ہاں۔۔۔ سیاحوں کی وجہ سے وہاں خاصا بڑا ایئر پورٹ ہے اور پروازیں وہاں آتی جاتی رہتی ہیں"۔۔۔۔ ڈاکٹر اشتیاق نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"او۔کے شکریہ ڈاکٹر اشتیاق۔۔۔ لیکن داماں میں انہیں کہاں ملا جا سکتا ہے۔ کوئی خصوصی جگہ"۔۔۔۔ اینڈرلو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں جناب۔۔۔ ڈاکٹر اخوند کبھی کبھار ہی جاتے تھے اس لئے وہ وہاں پہنچ کر کرائے پر کوئی بھی موزوں عمارت حاصل کرتے اور اس میں رہائش کر لیتے تھے"۔۔۔۔ ڈاکٹر اشتیاق نے جواب دیا۔

"کوئی خاص بات، اگر آپ کے ذہن میں ہو تو پلیز بتا دیجئے تاکہ ہم پردیس میں دھکے نہ کھاتے پھریں"۔۔۔۔ اس بار ویالی نے بات کرتے ہوئے کہا۔

"مس ویالی! میں معذرت خواہ ہوں۔ کوئی خاص بات ہوتی تو میں آپ کے کہنے سے پہلے ہی بتا دیتا۔ ہاں البتہ ایک بات میرے ذہن میں آ رہی ہے، میں جب بھی ڈاکٹر اخوند کے ساتھ وہاں گیا۔ ڈاکٹر اخوند ہمیشہ داماں پراپرٹی سنڈیکیٹ کے مینجر ہمایوں رشید کے ذریعے ہی رہائش گاہ حاصل کرتے تھے۔ شاید داماں پراپرٹی کا مینجر ان کا پرانا واقف تھا۔ شہر کے وسط میں ہوٹل النور کے ساتھ ان کا دفتر ہے"۔۔۔۔ ڈاکٹر اشتیاق نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"او۔ کے، بے حد شکریہ ڈاکٹر صاحب، ہم نے آپ کو تکلیف دی، ہم معذرت خواہ ہیں۔ ویسے ڈاکٹر اخوند کے انٹرویو کے ساتھ ہم اپنے طور پر جو کچھ لکھیں گے اس میں آپ جیسی با اخلاق شخصیت کے بارے میں بھی ضرور بہت کچھ لکھ دیں گے۔" ـــــ اینڈریو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔

"شکریہ! میں واقعی معذرت خواہ ہوں کہ آپ کی بھرپور انداز میں مدد نہ کر سکا۔" ـــــ ڈاکٹر اشتیاق نے خوش ہوتے ہوئے کہا اور بڑے گرمجوشانہ انداز میں اس نے اینڈریو سے اور بعد میں دیالی سے مصافحہ کیا۔ اس کے دل میں واقعی مسرت کی لہریں سی اُٹھ رہی تھیں کہ انٹرنیشنل سائنس میگزین جیسے بین الاقوامی شہرت کے رسالے میں اس کا ذکر آنے کا مطلب اس کی بے پناہ شہرت تھی۔

پھر ڈاکٹر اشتیاق انہیں کار تک چھوڑنے آیا اور چند لمحوں بعد اینڈریو کار دوڑاتا کوٹھی سے باہر نکلا اور مین چوک کی طرف موڑ کر اس نے اس کی رفتار بڑھا دی۔

"اب کیا پروگرام ہے۔" ـــــ دیالی نے کہا۔

"داماں جانا ہوگا، اور کیا پروگرام ہو سکتا ہے۔" ـــــ اینڈریو نے سپاٹ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تم ائیر پورٹ کے بارے میں پوچھ رہے تھے، کیا جہاز پر جانے کا ارادہ ہے۔" ـــــ دیالی نے کہا۔

"ہاں، ہمارے پاس وقت بے حد کم ہے اور آٹھ سو کلو میٹر

کا سفر کار کے ذریعے بہت وقت لے گا۔" ـــــ اینڈریو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن جہاز کو تو ظاہر ہے ائیر پورٹ پر ہی روکنا پڑے گا۔ پھر ڈاکٹر اخوند کو اغوا کر کے ہم جہاز تک کیسے لے جائیں گے۔" دیالی نے کہا۔

"کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑے گا۔" ـــــ اینڈریو نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔

"اگر یہاں سے کوئی ہیلی کاپٹر کرائے پر مل سکے تو پھر ہم آسانی سے وہاں جا کر ڈاکٹر اخوند کو اس میں ڈال کر واپس آ سکتے ہیں اور یہاں بھی ہم ہیلی کاپٹر سیدھا ساحل پر اتار سکتے ہیں۔" ـــــ دیالی نے کہا۔

"یہ تو ہوٹل جا کر معلوم ہوگا کہ ہیلی کاپٹر یہاں کرائے پر ملتے ہیں یا نہیں۔" ـــــ اینڈریو نے کہا اور دیالی بھی سر ہلا کر خاموش ہو گئی۔

تھوڑی دیر بعد اینڈریو نے کار ہوٹل کی پارکنگ میں روکی اور دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے ہوٹل کے ہال میں داخل ہوئے۔ صبح کا وقت تھا اس لئے ہال میں چند افراد ہی موجود تھے۔ اینڈریو ایک طرف بنے ہوئے وسیع کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا جہاں ایک خوبصورت لڑکی کھڑی تھی۔

"یس سر۔" ـــــ لڑکی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"ہم داماں جانا چاہتے ہیں۔ کیا یہاں سے ہیلی کاپٹر بھی

کرائے پر مل سکتے ہیں ‘‘۔۔۔۔۔۔ اینڈریو نے پوچھا۔

’’ ہیلی کاپٹر ۔۔۔ مجھے تو معلوم نہیں سر، منیجر صاحب کو معلوم ہوگا، میں معلوم کرتی ہوں ‘‘۔۔۔۔۔۔ لڑکی نے کہا اور کاؤنٹر پر رکھے ہوئے انٹرکام کا رسیور اٹھا کر اس نے ایک نمبر پریس کر دیا۔

’’ مجھے دیجئے رسیور، میں خود بات کرتا ہوں ‘‘۔۔۔۔۔۔ اینڈریو نے کہا اور لڑکی کے ہاتھ سے رسیور لے لیا۔

’’ یس ‘‘۔۔۔۔۔۔ ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

’’ میں اینڈریو بول رہا ہوں، سوٹ نمبر تھرٹی ون۔ میں اور میری ساتھی دامان جانا چاہتے ہیں۔ کیا یہاں سے ہیلی کاپٹر کرائے پر مل سکتا ہے ‘‘۔۔۔۔۔۔ اینڈریو نے باوقار لہجے میں کہا۔

’’ اوہ آپ ۔۔۔ سر عام طور پر تو ایسی کوئی سروس نہیں ہے لیکن آپ جیسے معزز سیاحوں کے لئے خصوصی طور پر انتظام کیا جاسکتا ہے۔ آپ میرے دفتر تشریف لے آئیں ‘‘۔۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے منیجر نے انتہائی بااخلاق لہجے میں کہا۔

’’ شکریہ ‘‘۔۔۔۔۔۔ اینڈریو نے مسکراتے ہوئے کہا اور رسیور لڑکی کو پکڑا دیا۔

’’ یس سر ‘‘۔۔۔۔۔۔ لڑکی نے منیجر کی بات سن کر کہا اور رسیور رکھ کر اس نے ایک طرف کھڑے باوردی سپروائزر کو اشارے سے بلایا۔

’’ انہیں منیجر صاحب کے دفتر تک پہنچا آؤ ‘‘۔۔۔۔۔۔ لڑکی

نے سپروائزر سے کہا۔

’’ آئیے جناب ‘‘۔۔۔۔۔۔ سپروائزر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور پھر وہ انہیں کاؤنٹر کے دائیں ہاتھ پر جانے والی راہداری میں لے آیا۔ راہداری کے آخر میں دروازے کے باہر منیجر کی تختی لگی ہوئی تھی۔ سپروائزر نے دروازے پر دستک دی۔

’’ یس کم اِن ‘‘۔۔۔۔۔۔ اندر سے ایک آواز سنائی دی، اور سپروائزر مؤدبانہ انداز میں ایک طرف مڑ گیا۔ اینڈریو نے سر ہلاتے ہوئے دروازے کو دھکیلا اور پھر اندر داخل ہو گیا، دیالی اس کے پیچھے تھی۔ کمرہ خاصا بڑا اور انتہائی جدید انداز میں سجا ہوا تھا۔ ایک بڑی سی میز کے پیچھے ایک ادھیڑ عمر آدمی موجود تھا جو انہیں اندر آتا دیکھ کر اٹھ کر میز کی سائیڈ سے نکل کر ان کی طرف استقبالیہ انداز میں بڑھا۔

’’ تشریف لائیے جناب ‘‘۔۔۔۔۔۔ منیجر نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا اور پھر مصافحہ کر کے اس نے انہیں سائیڈ پر موجود صوفوں پر بیٹھنے کے لئے کہا اور خود وہ دوبارہ میز کے پیچھے اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔

’’ سر آپ کو ہیلی کاپٹر کتنے دنوں کے لئے چاہیے ‘‘۔۔۔۔۔۔ منیجر نے پوچھا۔

’’ زیادہ سے زیادہ ایک ہفتے کے لئے ‘‘۔۔۔۔۔۔ اینڈریو نے جواب دیا۔

’’ ٹھیک ہے سر، بندوبست ہو جائے گا پائلٹ سمیت۔۔۔

مینجر نے کہنا شروع ہی کیا تھا کہ اینڈریو نے اسے درمیان میں ٹوک دیا۔

"سوری! پائلٹ کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم دونوں کے پاس انٹرنیشنل پائلٹ لائسنس موجود ہیں اور ہم یہاں اپنے ذاتی جیٹ جہاز پر آئے ہیں۔" ——— اینڈریو نے کہا اور مینجر چونک پڑا ذاتی جیٹ جہاز کا سن کر اس کی آنکھوں میں چمک ابھر آئی۔

"اوہ یس سر، لیکن داماں میں تو جیٹ جہاز بھی اتر سکتے ہیں۔" ——— مینجر نے کہا۔

"ہم پہاڑی علاقے کا اپنے طور پر لطف لینا چاہتے ہیں اور ایسا صرف ہیلی کاپٹر سے ہی ممکن ہے۔" ——— اینڈریو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ ٹھیک ہے سر، دراصل ہیلی کاپٹر سروس صرف خاص لوگوں کے لئے مخصوص ہے۔ ویسے اس کے لئے حکومت سے باقاعدہ ہائرنگ لائسنس بھی حاصل کیا گیا ہے، آپ اطمینان سے تفریح کر سکیں گے۔ ایک ہفتے کا کرایہ دس ہزار ڈالر ہوگا جو آپ کو پیشگی دینا ہوگا۔" ——— مینجر نے کہا۔

"ٹھیک ہے، ہم فوری طور پر داماں روانہ ہونا چاہتے ہیں اور ہیلی کاپٹر ہمیں کہاں مل سکے گا۔" ——— اینڈریو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور کوٹ کی اندرونی جیب سے اس نے بٹوہ نکالا اور اس میں سے بڑی لاپرواہی سے اس نے بھاری مالیت کے ڈالر نکالے اور انہیں میز پر مینجر کے سامنے پھینک دیا۔

"یہ بارہ ہزار ڈالر ہیں، دس ہزار ہیلی کاپٹر ہائرنگ کے اور دو ہزار آپ کے، کیونکہ آپ نے تفریح میں ہماری مدد کی ہے۔" ——— اینڈریو نے کہا۔

"اوہ تھینک یو سر۔" ——— مینجر نے جلدی سے نوٹ جھپٹتے ہوئے کہا۔

"سر ایک گھنٹے کے اندر ہیلی کاپٹر یہاں ہوٹل کے عقب میں موجود ہوگا۔ اس کے آئل ٹینکر فل ہوں گے۔ ضرورت پڑنے پر آپ داماں ائیر پورٹ سے بھی تیل حاصل کر سکتے ہیں۔" ——— مینجر نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"آئل کی کتنی رقم ہوگی۔" ——— اینڈریو نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"صرف دو ہزار ڈالر۔" ——— مینجر نے کہا اور اینڈریو نے بٹوے سے دو بڑے نوٹ نکال کر مینجر کی طرف بڑھا دیئے۔

"او۔ کے، جب ہیلی کاپٹر آجائے تو ہمیں سوٹ میں اطلاع دے دیں۔" ——— اینڈریو نے بٹوہ کوٹ کی جیب میں رکھتے ہوئے صوفے سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"یس سر۔" ——— مینجر نے کہا اور اینڈریو دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنے سوٹ میں پہنچ چکے تھے۔

"چلو ایک مسئلہ تو حل ہوگیا۔" ——— اینڈریو نے کہا اور پھر اس نے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھایا۔

"یس ایکسچینج پلیز۔" ——— ہوٹل ایکسچینج کی لیڈی آپریٹر

کی آواز سنائی دی۔

" دامان میں دامان پراپرٹی سنڈیکیٹ ہے۔ اس کے منیجر ہمایوں رشید سے بات کرائیں "۔۔۔۔ اینڈریو نے باوقار لہجے میں کہا۔

" لیس سر "۔۔۔۔ دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور اینڈریو نے رلیسیور رکھ دیا۔

" تم تیار ہو جاؤ ویالی، ضروری سامان ہمیں ساتھ لے جانا ہو گا ہو سکتا ہے وہاں کیسے حالات پیش آئیں، میں اس ہمایوں رشید سے بات کر لوں۔ شاید کوئی ڈائریکٹ کلیو مل جائے "۔۔۔۔ اینڈریو نے ساتھ بیٹھی ہوئی ویالی سے کہا اور ویالی نے اثبات میں سر ہلا دیا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ چند لمحوں بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

" لیس "۔۔۔۔ اینڈریو نے رلیسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔

" سر دامان پراپرٹی سنڈیکیٹ کے منیجر ہمایوں رشید لائن پر ہیں بات کیجیے "۔۔۔۔ لیڈی آپریٹر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور پھر ہلکی سی کلک کی آواز سنائی دی۔

" ہیلو ہمایوں رشید بول رہا ہوں منیجر دامان پراپرٹی سنڈیکیٹ "۔ ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

" مسٹر ہمایوں رشید میرا نام اینڈریو ہے اور میری ساتھی کا نام ویالی ہے۔ ہمارا تعلق انٹرنیشنل سائنس میگزین سے ہے۔ ہم دامان میں کچھ دن گزارنا چاہتے ہیں۔ کیا آپ کا سنڈیکیٹ ہمارے لئے کوئی اچھی سی رہائش گاہ کا بندوبست کر سکتا ہے لیکن رہائش گاہ سب سے خوبصورت علاقے اور ہٹ کر ہونی چاہیے "۔۔۔۔ اینڈریو

نے کہا۔

" اوہ لیس سر، ہمارا تو کام ہی یہی ہے۔ آپ فرمائیں کس ٹائپ کی رہائش گاہ آپ کو چاہیے۔ سپر اے کلاس یا اے کلاس "۔۔۔۔ ہمایوں رشید کی مسکراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

" سپر اے کلاس سے بھی اگر کوئی اچھی کلاس ہو تو وہ "۔۔۔۔ اینڈریو نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

" اوہ لیس سر، ایک ایسی رہائش گاہ بھی ہے، ہر لحاظ سے شاندار، محل وقوع کے لحاظ سے سجاوٹ کے لحاظ سے اور بناوٹ کے لحاظ سے ہے بھی بالکل ہٹ کر۔ ہمہ وقتی ملازم بھی اگر آپ چاہیں تو مل سکتے ہیں "۔۔۔۔ ہمایوں رشید نے چونک کر جواب دیتے ہوئے کہا۔

" ملازموں کی ضرورت نہیں ہے، کرایہ بتائیں ایک ہفتے کا لیکن شرط یہ ہے کہ وہاں ہیلی کاپٹر لینڈ کر سکے کیونکہ ہم ہیلی کاپٹر پر آ رہے ہیں "۔۔۔۔ اینڈریو نے کہا۔

" اوہ لیس سر، وہاں عمارت کے کمپاؤنڈ میں ہی ہیلی کاپٹر لینڈ کر سکتا ہے۔ کرایہ ایک ہفتے کا چھ ہزار ڈالر ہو گا سر اور سہولیات کے لحاظ سے یہ زیادہ کرایہ نہیں ہے سر "۔۔۔۔ ہمایوں رشید نے جلدی سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" کرایہ تو واقعی زیادہ نہیں ہے۔ ٹھیک ہے بک کر دیں اور ہمیں اس کا محل وقوع بتا دیں تاکہ ہم ہیلی کاپٹر پر ڈائریکٹ وہاں اتر سکیں۔ وہاں آپ کا آدمی تو موجود ہو گا اسے ایڈوانس کرایہ ادا

کر دیا جائے گا"۔۔۔۔۔ اینڈریو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یس سر! اس کا محل وقوع بے حد آسان ہے۔ داماں ائیر پورٹ سے مغرب کی طرف آپ پرواز کرتے ہوئے آگے بڑھیں گے تو ایک نوکیلی پہاڑی آپ کو واضح طور پر نظر آجائے گی۔ اس کے دامن میں سفید رنگ کی خوبصورت عمارت بھی واضح ہو گی۔ اس جگہ یہی اکیلی ہی عمارت ہے سر"۔۔۔۔ ہمایوں رشید نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے یہ تو طے ہو گیا۔ آپ وہاں داماں میں رہتے ہیں۔ آپ کی ملاقات پاکیشیا کے ایک عظیم سائنسدان ڈاکٹر اخوند صاحب سے تو ہوتی ہی رہتی ہو گی۔ ہم دراصل تفریح کے ساتھ ساتھ میگزین کے لئے ان کا انٹرویو بھی لینا چاہتے ہیں۔ ان کے ریسرچ پیپر پہلے بھی ہمارے میگزین میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ اس طرح تفریح بھی ہو جائے گی اور کام بھی۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ وہ بھی آج کل وہیں داماں میں ہی ہیں"۔۔۔۔ اینڈریو نے گھما پھرا کر بات کرتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں ڈاکٹر اخوند میرے والد کے کلاس فیلو رہے ہیں۔ وہ واقعی داماں میں ہیں لیکن پچھلے دنوں تو وہ شدید بیمار تھے لیکن اب وہ خاصے صحت مند ہیں۔ میری بھی کل ہی اتفاق سے سرراہے ان سے ملاقات ہوئی تھی ورنہ شاید مجھے بھی معلوم نہ ہوتا۔ پہلے وہ جب بھی داماں تشریف لاتے تھے تو ان کی رہائش گاہ کا بندوبست میں ہی کرتا تھا اس لئے میں انہیں وہاں دیکھ کر حیران رہ گیا۔ میں نے جب

شکایت کی کہ اس بار انہوں نے مجھے نظر انداز کر دیا ہے تو انہوں نے بتایا کہ اس بار وہ شوگرانی سفارت خانے کے مہمان ہیں اور انہوں نے ہی ان کی رہائش گاہ کا بندوبست کیا ہے۔ میرے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ سفارت خانے کے لئے مخصوص عمارت میں وہ رہائش پذیر ہیں"۔۔۔۔ ہمایوں رشید نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"یہ عمارت کہاں ہے"۔۔۔۔ اینڈریو نے مسرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"یہ سرخ پتھروں سے بنی ہوئی خوبصورت عمارت ہے، لوگل روڈ پر، عمارت کا نام ریڈ سٹون ہاؤس ہے۔ بہت مشہور عمارت ہے جناب"۔۔۔۔ ہمایوں رشید نے کہا۔

"او۔کے شکریہ۔ ہم ایک گھنٹے بعد یہاں سے ہیلی کاپٹر پر روانہ ہو جائیں گے"۔۔۔۔ اینڈریو نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

"یہ تو سارے مسئلے خود بخود ہی آسان ہوتے جا رہے ہیں"۔۔۔۔ اینڈریو نے رسیور رکھ کر ہنستے ہوئے کہا اور ویالی بھی جو دو بیگ تیار کر کے اب کرسی پر آ کر بیٹھی تھی مسکرا دی۔ اس کے چہرے پر بھی مسرت کے آثار نمایاں تھے۔

داماں کے خوبصورت اور جدید ایئر پورٹ سے باہر نکلتے ہی ٹائیگر نے ایک ٹیکسی روکی اور اسے آرام باغ کلب چلنے کا کہہ کر وہ اطمینان سے ٹیکسی کی عقبی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس وقت وہ اپنے اصل چہرے میں تھا۔ دوپہر ہونے کے قریب تھی کیونکہ داماں کا موسم صبح کے وقت خاصا خراب تھا۔ اس لئے پہلی فلائیٹ ہی لیٹ کر دی گئی تھی۔ حالانکہ ٹائیگر عمران کے حکم کے مطابق پہلی فلائٹ پر ہی یہاں پہنچا تھا۔

"صاحب آپ پہلی بار داماں آئے ہیں"۔۔۔۔ ٹیکسی ڈرائیور نے اچانک گردن موڑ کر پوچھا۔

"کیوں تم کیوں پوچھ رہے ہو"۔۔۔۔ ٹائیگر نے چونک کر پوچھا۔

"اس لئے صاحب کہ آرام باغ کلب اچھے لوگوں کی جگہ نہیں ہے اور آپ معزز آدمی نظر آ رہے ہیں"۔۔۔۔ ڈرائیور نے جواب

دیا اور ٹائیگر اپنے لئے معزز آدمی کا لقب سن کر بے اختیار مسکرا دیا۔ اس نے بے اختیار اپنے جسم پر موجود ڈھیلے ڈھالے سے تھری پیس سوٹ کو دیکھا۔ شاید اس سوٹ کی وجہ سے ڈرائیور اسے معزز آدمی کہہ رہا تھا۔

"اوہ حالانکہ مجھے تو بتایا گیا ہے کہ بڑے بڑے معزز لوگ وہاں رہتے ہیں۔ ابھی پچھلے دنوں ایک سائنسدان ڈاکٹر اخوند بھی وہاں آئے ہیں"۔۔۔۔ ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"صاحب اب کیا کہوں، میں تو صرف ہمدردی کی بنا پر بول پڑا ہوں کھل کر بات کر دی تو جوکی مجھ سمیت میری ٹیکسی کو آگ میں جھونک دے گا"۔۔۔۔ ٹیکسی ڈرائیور نے ہچکچاتے ہوئے انداز میں کہا۔

"تم فکر نہ کرو مسٹر، بس اتنا تمہیں بتا دیتا ہوں کہ جوکی اپنے آپ کو میرا شاگرد کہتا ہے"۔۔۔۔ ٹائیگر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اوہ اوہ سر، میرا قصور معاف کر دیں سر"۔۔۔۔ ڈرائیور نے بری طرح گھبراتے ہوئے کہا۔

"اس بار تو معاف کرتا ہوں، آئندہ ضرورت سے زیادہ ہمدردی جتا کر مسافروں سے رقم بٹورنے کی کوشش مت کیا کرنا۔ مجھے معلوم ہے تم لوگوں کے مختلف ہوٹلوں سے کمیشن طے ہوتے ہیں"۔۔۔۔ ٹائیگر کا لہجہ سخت ہو گیا۔

"سس سر شکریہ سر"۔۔۔۔ ڈرائیور نے ہکلاتے ہوئے کہا اور پھر خاموش ہو کر کار چلانے لگا۔ چند لمحوں بعد آرام باغ کلب کے مین گیٹ کے سامنے ٹیکسی رک گئی اور ٹائیگر نے نیچے اتر کر ایک

نوٹ ٹیکسی ڈرائیور کی طرف پھینکا اور قدم بڑھاتا عمارت کے اندر داخل ہوگیا. کلب ہال میں اس وقت بھی خاصا رش تھا. منشیات اور شراب کی بُو سے ہال کی فضا سخت متعفن سی ہو رہی تھی لیکن ٹائیگر چونکہ ایسے ماحول کا عادی تھا اس لئے وہ قدم بڑھاتا کاؤنٹر کی طرف بڑھتا گیا. کاؤنٹر پر ایک سڈول جسم کا مالک نوجوان کھڑا تھا جس کے جسم پر چست بنیان اور جینز کی پتلون تھی. اس کے چہرے پر بھی زخموں کے خاصے نشانات نظر آ رہے تھے. آنکھوں میں تیز چمک تھی. وہ کاؤنٹر پر اکیلا کھڑا ہوا تھا. اس لئے اس کی نظریں ٹائیگر پر جمی ہوئی تھیں.

" جوکی سے کہو دارلحکومت سے ٹائیگر آیا ہے "۔۔۔ ٹائیگر نے قریب پہنچ کر سادہ سے لہجے میں کہا.

" ٹائیگر کہاں ہے "۔۔۔ نوجوان نے حیرت بھرے انداز میں ٹائیگر کے عقب میں دیکھتے ہوئے کہا.

" تم جانتے ہو ٹائیگر کو "۔۔۔ ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے پوچھا.

" شکل سے تو نہیں جانتا لیکن شہرت بے حد سُنی ہے "۔۔۔ نوجوان نے سر ہلاتے ہوئے کہا.

" تو پھر شکل سے بھی جان لو. ٹائیگر تمہارے سامنے کھڑا ہے " ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا.

" تم. تم ٹائیگر ہو۔۔۔ کیا واقعی "۔۔۔ نوجوان نے ایسے لہجے میں کہا جیسے اسے ٹائیگر کی بات کا یقین نہ آ رہا ہو.

" تمہیں یقین نہیں آ رہا کیا "۔۔۔ ٹائیگر نے اسی طرح مسکراتے ہوئے کہا.

" یقین آ ہی نہیں سکتا. تم تو مجھے ٹائیگر کی بجائے کوئی اُود بلاؤ نظر آ رہے ہو "۔۔۔ نوجوان نے حقارت بھرے لہجے میں کہا لیکن اس سے پہلے کہ اس کا فقرہ ختم ہوتا ٹائیگر نے ہاتھ بڑھا کر اسے گردن سے پکڑا اور دوسرے لمحے وہ نوجوان بُری طرح چیختا ہوا اس طرح سیدھا اوپر چھت کی طرف اڑتا گیا جیسے کوئی گیند زمین سے ٹکرا کر اوپر کو تیزی سے اٹھتی ہے. چھت کے قریب پہنچ کر اس کے جسم نے خود بخود قلابازی کھائی اور دوسرے لمحے اس کا چہرہ ایک زوردار دھماکے سے کاؤنٹر کی سطح سے ٹکرایا جبکہ باقی جسم کاؤنٹر کے اندر جا گرا. ٹائیگر نے اس کا سر ٹکراتے ہی اس کی گردن پر ہاتھ رکھا اور پھر اسے دوبارہ سیدھا کر کے کھڑا کر دیا. یہ سب کچھ صرف پلک جھپکنے میں ہو گیا لیکن اب اس نوجوان کی ناک اور منہ سے خون نکل کر اس کے چہرے اور گردن پر تیزی سے بہہ رہا تھا. پیشانی کا گوشت پھٹ گیا تھا. ناک کی ہڈی پچک گئی تھی اور تکلیف کی شدت سے چہرہ بُری طرح مسخ ہو گیا تھا لیکن وہ اپنی ٹانگوں پر کھڑا تھا. ہال میں یکلخت موت کی سی خاموشی طاری ہو گئی تھی. ہر شخص آنکھیں پھاڑے حیرت سے کاؤنٹر کی طرف دیکھ رہا تھا.

" اب یقین آ گیا کہ میں ٹائیگر ہوں یا ابھی کچھ کسر رہتی ہے دوست " ٹائیگر نے اس طرح مسکراتے ہوئے کہا جیسے اس نے اس نوجوان کے ساتھ کوئی دلچسپ مذاق کیا ہو.

"مم۔ مم میں معافی چاہتا ہوں"۔۔۔ نوجوان نے بُری طرح ہکلاتے ہوئے کہا۔ اس کے مسخ شدہ چہرے پر اب شدید خوف کے تاثرات اُبھر آئے تھے۔

"ارے ٹائیگر تم۔۔۔۔"۔۔۔ اچانک کاؤنٹر کے ساتھ راہداری میں سے ایک قوی ہیکل سے نوجوان نے برآمد ہوتے ہوئے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"چلو تم نے تو پہچان لیا جوکی، یہ تمہارا کاؤنٹر مین یقین ہی نہ کر رہا تھا اس لئے بہرحال آؤ تم سے ایک خاص بات کرنی ہے"۔ ٹائیگر نے چونک کر اس آنے والے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور پھر مسکرا کر اس کی طرف بڑھ گیا۔

"اوہ، اوہ اچھا آؤ، آؤ تم مجھے اطلاع کر دیتے"۔۔۔ جوکی نے واپس اس راہداری میں مڑتے ہوئے کہا۔

"اطلاع کرنے کا وقت نہیں تھا"۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا اور پھر وہ دونوں دفتر نما کمرے میں پہنچ گئے۔

"بیٹھو کیا پیئو گے"۔۔۔ جوکی پر ابھی تک بوکھلاہٹ کا تاثر غالب تھا۔

"پینے پلانے کی باتیں بعد میں، بیٹھو تم بھی"۔۔۔ ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا اور جوکی سامنے والے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"آخر تم میرے یہاں آنے پر اس طرح حیران کیوں ہو رہے ہو، کیا میرا یہاں آنا تمہیں پسند نہیں ہے"۔۔۔ ٹائیگر کا لہجہ یکلخت سخت ہو گیا۔

"ارے ارے یہ کیسے ممکن ہے۔ ٹائیگر میں تو تمہیں اچانک دیکھ کر حیران ہو رہا تھا۔ یہ سب کچھ تمہاری ہی وجہ سے تو ہے ورنہ میں تو ابھی تک کسی کا باڈی گارڈ بنا ہوا ہوتا"۔۔۔ جوکی نے چونک کر کہا اور ٹائیگر مسکرا دیا۔

"سنو تم میری عادت جانتے ہو۔ مجھے کام کے وقت فضولیات قطعی پسند نہیں ہیں۔ اس لئے میری بات سنجیدگی سے سنو، پاکیشیا کا ایک مشہور سائنسدان جس کا نام ڈاکٹر اخوند ہے، بیمار ہو کر یہاں رہ رہا ہے۔ اس کی رہائش کے انتظامات شوگرانی سفیر نے کئے ہیں اور مجھے وہ پتہ چاہیے جہاں ڈاکٹر اخوند کو رکھا گیا ہے۔ بولو بتا سکتے ہو یا کوئی اور طریقہ سوچوں"۔۔۔ ٹائیگر نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"شوگرانی سفیر، اوہ پھر تو اسے لازماً ریڈ سٹون ہاؤس میں ہی رکھا گیا ہوگا"۔۔۔ جوکی نے چونک کر کہا۔

"کہاں ہے یہ ریڈ سٹون ہاؤس"۔۔۔ ٹائیگر نے چونک کر پوچھا۔

"یہاں سے قریب ہی ہے"۔۔۔ جوکی نے جواب دیا۔

"او۔کے شکریہ، اب میں اسے تلاش کر لوں گا"۔۔۔ ٹائیگر نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ارے ارے، ایک منٹ ٹھہرو۔ تم میں یہی بُری عادت ہے کہ ہر وقت ہوا کے گھوڑے پر سوار رہتے ہو۔ بیٹھو جب تک میں یہاں موجود ہوں تمہیں کوئی تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ہے

تم نے اس ڈاکٹر اخوند کا صرف معلوم کرنا ہے، اسے قتل کرنا ہے یا اغوا کرانا ہے ۔۔۔ بولو، سب کچھ ہو جائے گا "۔۔۔ جوکی نے چونک کر کہا اور ٹائیگر مسکرا دیا۔

" صرف معلوم کرنا ہے کہ وہ وہاں موجود ہے یا نہیں "۔۔۔ ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" ابھی معلوم ہو جاتا ہے، وہاں کا شوگرانی چیف ویٹر راشو میرا واقف ہے۔ روزانہ شام کو یہاں جوا کھیلنے آتا ہے۔ میں ابھی تمہارے سامنے فون کر کے معلوم کر لیتا ہوں، بیٹھو "۔۔۔ جوکی نے کہا اور ٹائیگر سر ہلاتا ہوا بیٹھ گیا۔ جوکی نے مڑ کر قریب ہی میز پر پڑے ہوئے فون کا رسیور اٹھا لیا چونکہ میز کی سطح نیچی تھی اس لئے جوکی میز پر کہنی ٹیک کر رسیور کان سے لگائے کھڑا تھا۔

" یس باس "۔۔۔ رسیور اٹھتے ہی ایک مدھم سی آواز سنائی دی جو ٹائیگر نے بھی سن لی کیونکہ جوکی کے جھکے ہونے کی وجہ سے رسیور اس کے اور بھی قریب ہو گیا تھا۔

" ریڈ سٹون ہاؤس میں چیف ویٹر راشو سے میری بات کراؤ "۔ جوکی نے تیز لہجے میں کہا۔

" وہاں مقامی افراد بھی ملازم ہیں یا تمام شوگرانی ہیں "۔۔۔ ٹائیگر نے پوچھا۔

" نہیں! دو تین مقامی افراد بھی ہیں "۔۔۔ جوکی نے جواب دیا اور ٹائیگر نے سر ہلا دیا۔ اس کے ذہن میں یہ خیال اس لئے آیا تھا کہ اس طرح وہ وہاں کے کسی بھی اپنے قد و قامت کے

مقامی آدمی کو ہٹا کر اس کے میک اپ میں رہ کر ڈاکٹر اخوند کی زیادہ بہتر انداز میں نگرانی کر سکتا ہے لیکن پہلے یہ بات طے ہو جاتی کہ کیا واقعی وہاں ڈاکٹر اخوند موجود بھی ہے یا نہیں۔

" باس، راشو لائن پر ہے بات کیجئے "۔۔۔ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد دوبارہ آواز سنائی دی۔

" ہیلو راشو بول رہا ہوں "۔۔۔ ٹائیگر کے کانوں میں ایک حیرت بھری آواز پڑی، لہجہ شوگرانی ہی تھا۔

" جوکی بول رہا ہوں راشو "۔۔۔ جوکی نے کہا۔

" اوہ یس سر! آپ نے کیسے فون کیا خیریت "۔۔۔ دوسری طرف سے راشو کے لہجے میں اور زیادہ حیرت ابھر آئی۔

" ریڈ سٹون ہاؤس میں کوئی ڈاکٹر اخوند صاحب بھی ٹھہرے ہوئے ہیں "۔۔۔ جوکی نے براہ راست بات کرتے ہوئے پوچھا۔

" ڈاکٹر اخوند ۔۔۔ جی ہاں، کیوں "۔۔۔ دوسری طرف سے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا گیا۔

" ان کے ایک دوست کا دارالحکومت سے فون آیا تھا وہ میرا بھی دوست تھا۔ اس نے پوچھا تھا۔ میں نے کہا معلوم کر کے بتا سکتا ہوں "۔۔۔ جوکی نے جواب دیتے ہوئے کہا اور ٹائیگر نے اس انداز میں سر ہلا دیا کہ جیسے جوکی کے اس جواب سے مطمئن ہو گیا ہو۔

" اوہ اچھا سر، لیکن ڈاکٹر اخوند تو یہاں سے واپس جانے والے ہیں "۔۔۔ راشو نے کہا۔

" کب "۔۔۔ جوکی نے چونک کر پوچھا۔

"شاید دو تین روز بعد ہی چلے جائیں اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ کسی سے ملنا یا فون سننا بھی پسند نہیں کرتے۔" ——— راشو نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے، مجھے کیا سنیں یا نہ سنیں۔ میں نے اس سے کیا لینا ہے، بہر حال شکریہ۔" ——— جوکی نے بڑے بے نیازانہ لہجے میں کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

"وہ وہیں موجود ہے اور کوئی حکم۔" ——— جوکی نے ٹائیگر کی طرف مڑتے ہوئے فاتحانہ لہجے میں کہا۔

"اب یہ بتاؤ کہ یہ راشو کس قد و قامت کا آدمی ہے۔" ——— ٹائیگر نے کہا۔

"قد و قامت ــــ اوہ خاصا لمبا قد ہے۔ حالانکہ شوگرانیوں کے قد لمبے نہیں ہوتے، شاید مخلوط نسل کا ہے۔ جسم بھی آپ کی طرح کا ہے ۔ مگر آپ کیوں پوچھ رہے ہیں۔" ——— جوکی نے کہا۔

"اگر یہ راشو میرے قد و قامت کا ہے تو پھر میں نے اس کی جگہ لینی ہے تاکہ اس کے میک اپ میں وہاں ریڈ سٹون ہاؤس میں رہ سکوں۔" ——— ٹائیگر نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"اوہ اوہ مگر۔ . . ." ——— جوکی حیرت کے مارے مزید کچھ نہ کہہ سکا۔

"سنو جوکی! یہ لمبا معاملہ ہے تمہاری سمجھ سے باہر، اتنا بتا دیتا ہوں کہ کچھ غیر ملکی ایجنٹ ڈاکٹر اخوند کو اغوا کرنا چاہتے ہیں اور میں نے ان کی اس وقت تک کی حفاظت کا ایک پارٹی سے معاہدہ کیا

ہے۔ جب تک ڈاکٹر اخوند دامان میں ہیں اور اس ہیڈ ویٹر یا کسی اور آدمی کے میک اپ میں وہاں قریب رہ کر ڈاکٹر اخوند کی حفاظت زیادہ آسانی سے کی جا سکتی ہے لیکن یہ بات کسی کو معلوم نہیں ہونی چاہیے۔" ——— ٹائیگر نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ میں سمجھ گیا، ٹھیک ہے۔ راشو کے میک اپ میں آپ وہاں رہ سکتے ہیں۔ راشو کو ختم کر دیا جائے گا۔ اس کی ذمہ داریوں کے بارے میں اس سے پوچھ گچھ بھی آسانی سے کی جا سکتی ہے کیونکہ وہ روزانہ یہاں آ کر جوا بھی کھیلتا ہے اور شراب بھی پیتا ہے۔ اس کے علاوہ وہاں سے اور کوئی آج تک یہاں اس طرح ریگولر کبھی نہیں آیا۔" ——— جوکی نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"او۔ کے، پھر شام کو جیسے ہی یہ آئے اسے کسی علیحدہ کمرے میں لے آنا باقی کام میں خود ہی کر لوں گا۔ البتہ ایک میک اپ باکس کی ضرورت پڑے گی۔" ——— ٹائیگر نے مطمئن انداز میں کہا۔

"فکر نہ کرو ٹائیگر سب او۔ کے ہو جائے گا۔ آؤ میں تمہیں ایک سپیشل روم تک پہنچا دوں تاکہ تم آرام کر سکو۔" ——— جوکی نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ ٹائیگر بھی مسکراتا ہوا اٹھا اور اس کے پیچھے چل پڑا۔ اس کے چہرے پر اطمینان تھا کیونکہ اس کی پلاننگ صحیح سمت میں جا رہی تھی۔ اسے فی الحال ڈاکٹر اخوند کی تلاش اور نگرانی کا حکم ملا تھا اور دونوں کام تقریباً مکمل ہو گئے تھے۔

اینڈریو اور ویالی جیکٹس اور جینز پہنے اطمینان سے سڑک پر چلتے ہوئے آگے بڑھتے گئے۔ ہمایوں رشید نے انہیں جو عمارت کرائے پر مہیا کی تھی وہ ان کے مطلب کی تھی کیونکہ وہ بالکل ایک طرف اور علیحدہ تھی۔ ہیلی کاپٹر عمارت کے اندر ہی آسانی سے اُتر گیا تھا اور ہمایوں رشید کا آدمی جو وہاں موجود تھا کرائے کی رقم اور ٹپ لے کر واپس جا چکا تھا۔ اس کے جانے کے بعد ہی وہ دونوں اس عمارت سے نکل کر اس طرف کو چل پڑے جہاں وہ ریڈ سٹون عمارت تھی جس میں ڈاکٹر اخوند موجود تھا۔ اس وقت دوپہر کا وقت تھا اس لئے وہاں اکا دکا آدمی ہی آتا جاتا نظر آ رہا تھا۔ ایسے پہاڑی مقاموں پر زیادہ رش شام کے وقت ہی ہوتا ہے۔ خاص طور پر دوپہر کے وقت تو خاصی سنسانی سی طاری رہتی تھی کیونکہ ہر شخص اپنی اپنی رہائش گاہ میں آرام کرنے میں مصروف ہوتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد انہوں نے ریڈ سٹون عمارت کو دیکھ لیا۔

"خاصی بڑی اور خوبصورت عمارت ہے" ۔۔۔ ویالی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں" ۔۔۔ اینڈریو نے جواب دیا اور پھر وہ اس کی سائیڈ گلی میں گھس گیا جو آگے جا کر ایک پہاڑ کی اُترائی پر ختم ہو جاتی تھی۔ اس گلی کو کراس کر کے وہ اس عمارت کے عقب میں پہنچ گئے اور وہاں کافی دیر تک رک کر عمارت کا جائزہ لینے کے بعد اینڈریو واپس مڑا۔

"ادھر تو دیوار بہت بلند ہے۔ اس لئے گیٹ کی طرف سے ہی اندر جانا ہوگا" ۔۔۔ اینڈریو نے سڑک پر آتے ہوئے منہ بنا کر کہا۔

"تو تم ادھر سے جانے کی سوچ رہے تھے" ۔۔۔ ویالی نے چونک کر کہا۔

"ہاں ظاہر ہے، سامنے کے رُخ پر تو مسلح گارڈ موجود ہوگی" ۔۔۔ اینڈریو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا ضرورت ہے گیٹ سے اندر جانے کی۔ کافی بڑی عمارت ہے ڈائریکٹ ہیلی کاپٹر اندر اتارو اور ڈائریکٹ ایکشن کر کے یہاں موجود ہر شخص کو ختم کر دو۔ ڈاکٹر اخوند کو اٹھا کر ہیلی کاپٹر میں ڈالو اور واپس" ۔۔۔ ویالی نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"لیکن اس طرح تو ہیلی کاپٹر نظروں میں آ جائے گا اور تم جانتی ہو کہ دارالحکومت یہاں سے آٹھ سو کلو میٹر دور ہے۔ وہاں تک ہیلی کاپٹر کے پہنچتے پہنچتے ہم راستے میں ہی دھر لئے جائیں گے" ۔۔۔ اینڈریو نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"جب کوئی زندہ بچے گا تو بتائے گا۔ دوسری طرف جنگل ہے۔ ہم

ہیلی کاپٹر ادھر سے ہی لے جائیں گے۔" ——— ویالی نے کہا۔

" نہیں ویالی! میں مشن کو کسی طرح بھی رسک میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ اگر دارالحکومت ہوتا تو یقیناً ایسا ہی کرتا لیکن یہاں سے دارالحکومت کا فاصلہ کافی ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ جب تک ہیلی کاپٹر دارالحکومت نہ پہنچ جائے۔ یہاں کسی کو اصل حالات کا علم ہی نہ ہو سکے اس لئے یہ بات طے سمجھو کہ ہیلی کاپٹر یہاں نہیں آسکتا۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ ہم اندر گھس کر سب کو ختم کر دیں اور دوسری طرف ایک دروازہ ہے۔ وہاں سے ڈاکٹر اخوند کو لے کر اترائی پر موجود جنگل کی آڑ لیتے ہوئے سیدھے اپنی رہائش گاہ پر پہنچ جائیں۔ اس طرح کسی کو بھی پتہ نہ چلے گا کہ ڈاکٹر اخوند کو کہاں لے جایا گیا ہے اور ہم وہاں سے اسے آسانی سے ہیلی کاپٹر میں ڈال کر سیر کے بہانے پہلے ہیلی کاپٹر کو مغرب کی طرف لے جائیں گے اور پھر گھوم کر اسے دارالحکومت کی طرف لے چلیں گے۔ اس طرح ہیلی کاپٹر بھی مشکوک نہ ہوگا کیونکہ دارالحکومت تو مشرق کی طرف ہے اور ہمارا ہیلی کاپٹر یہاں سے مغرب کی طرف جاتا ہوا دیکھا جائے گا۔" ——— اینڈریو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" او۔ کے ٹھیک ہے۔" ——— ویالی نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

" چلو پھر کسی اچھے سے ہوٹل میں بیٹھ کر کھانا کھا لیں، پھر جا کر اسلحہ لیں اور مشن کا آغاز کر دیں، آؤ۔" ——— اینڈریو نے کہا اور تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ ویالی بھی سر ہلاتی ہوئی اس کے

پیچھے چل پڑی۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک صاف ستھرے ہوٹل میں بیٹھے کھانا کھانے میں مصروف تھے۔ کھانا کھانے کے بعد اینڈریو نے ویٹر کو بلایا۔

" یس سر۔" ——— ویٹر نے قریب آ کر کہا۔

" بلیک ہارس کی دو بوتلیں لے آؤ۔" ——— اینڈریو نے ویٹر کو اپنی اور ویالی کی پسندیدہ شراب کا آرڈر دیتے ہوئے کہا۔

" اوہ سوری سر، یہاں شراب کی فروخت اور پینا منع ہے۔ آپ اگر شراب پینا چاہتے ہیں تو یہاں سے قریب ہی آرام باغ کلب ہے وہاں تشریف لے جائیں۔ وہاں آپ کو نہ صرف ہر برانڈ کی شراب وافر مقدار میں مل جائے گی بلکہ اگر آپ چاہیں تو منشیات بھی مل جائے گی۔" ——— ویٹر نے برتن سمیٹتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

" اچھا شکریہ۔" ——— اینڈریو نے کہا اور جیکٹ کی جیب سے ایک بڑا سا نوٹ نکال کر اس نے برتن میں رکھا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

" باقی تم رکھ لینا۔" ——— اینڈریو نے کہا اور ویٹر کا چہرہ حیرت سے بگڑ سا گیا کیونکہ اتنی بڑی ٹپ شاید ہی پہلے اسے کسی گاہک نے دی ہوگی۔

" آؤ ویالی، آرام باغ چلیں۔" ——— اینڈریو نے ویالی سے کہا اور ویالی سر ہلاتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی اور تھوڑی دیر بعد وہ واقعی آرام باغ کلب کے مین ہال میں موجود تھے۔ دوپہر کا وقت تھا اس لئے یہاں رش کم تھا وہ ایک سائیڈ پر ایک خالی میز کے گرد بیٹھ گئے۔

" جی صاحب ۔" ــــــ ایک غنڈے نما ویٹر نے قریب آکر کہا۔

" بلیک ہارس دو بوتلیں ۔" ــــــ اینڈریو نے کہا۔

" دو بوتلیں ۔" ــــــ ویٹر نے چونک کر کہا۔

" ہاں جاؤ ، بحث مت کرو ۔" ــــــ اینڈریو نے غصیلے لہجے میں کہا اور ویٹر سر ہلاتا ہوا واپس مڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ٹرے میں بلیک ہارس کی دو بڑی بوتلیں ، ساتھ ہی دو گلاس اور پانی کا جگ رکھے واپس آیا۔

" اوہ یہ کیا لے آئے ، بس بوتلیں دے دو ہم ہیوّر پینے کے عادی ہیں ۔" ــــــ اینڈریو نے منہ بناتے ہوئے کہا اور ویٹر نے خاموشی سے دونوں بوتلیں ٹرے سے اٹھا کر میز پر رکھیں اور باقی سامان لئے واپس مڑ گیا۔ اینڈریو اور ویالی دونوں نے ایک ایک بوتل پکڑی اور اس کا ڈھکنا ہٹا کر انہوں نے اسے منہ سے لگا لیا۔ آدھی بوتل جب تک ان کے حلق میں نہ چلی گئی ۔ انہوں نے بوتلیں منہ سے نہ ہٹائیں ۔ وہ دونوں ساتھی اسی طرح شراب پینے کے عادی تھے ۔

" کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں ۔" ــــــ اچانک ایک نوجوان نے ان کے قریب پہنچ کر قدرے بدتمیزی سے بات کرتے ہوئے کہا۔ وہ شکل وصورت سے ہی غنڈہ نظر آ رہا تھا۔ اور اس کی نظریں ویالی کے بھرپور جسم پر جیسے چپکی ہوئی تھیں۔

" کیوں ، کیا اور میزیں خالی نظر نہیں آ رہی تمہیں ۔" ــــــ

اینڈریو نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

" میزیں تو خالی ہیں لیکن ان پر ایسا بھرپور حسن موجود نہیں ہے۔ فکر نہ کرو تم سیاح ہو تمہیں یقیناً رقم کی ضرورت ہو گی اور میرے پاس خاصی بھاری رقم موجود ہے ۔" ــــــ نوجوان نے بڑے ڈھیٹ انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھنے لگا لیکن دوسرے لمحے وہ بری طرح چیختا ہوا اچھل کر دو فٹ دور ایک دھماکے سے پشت کے بل فرش پر جا گرا۔

" تمہاری یہ جرأت حقیر کیڑے کہ تم ویالی پر بری نظریں ڈالو ۔" ــــــ اینڈریو نے کرسی سے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے غصے کی شدت سے چیختے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیکٹ کی جیب سے ریوالور نکال لیا۔

" کیا کر رہے ہو اینڈریو ، اس طرح بات بڑھ جائے گی ۔" ــــــ ویالی نے جلدی سے اینڈریو کے ہاتھ کو نیچے جھٹکتے ہوئے کہا۔

" تو کیا ہو گا ، چھوڑو میرا ہاتھ ۔" ــــــ اینڈریو نے شدید غصے کے عالم میں کہا لیکن اتنی دیر میں وہ شخص جو اینڈریو کا بھرپور تھپڑ کھا کر نیچے گرا تھا اٹھ کر تیزی سے دوڑتا ہوا کلب کے دروازے سے باہر نکل گیا۔

" نانسنس ۔" ــــــ اینڈریو نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا اور ریوالور دوبارہ جیب میں رکھ لیا۔

" صاحب ، یہ نشے میں تھا۔ آپ نے اچھا کیا اسے ایک ہاتھ جڑ دیا ۔" ــــــ ویٹر نے قریب آکر معذرت بھرے لہجے میں کہا اور

اینڈریو نے سر ہلا دیا۔ اس کے چہرے سے غصے کے آثار اب غائب ہو چکے تھے۔

"اپنے آپ کو قابو میں رکھا کرو اینڈریو۔ بس تم میں یہی بُری عادت ہے کہ ایک لمحے میں شعلے کی طرح بھڑک اٹھتے ہو۔ ہم پردیس میں ہیں۔ اگر یہ شخص ہلاک ہو جاتا تو ظاہر ہے پولیس کیس بن جاتا اور ہم اس میں پھنس کر رہ جاتے۔ اصل مشن ہی ختم ہو جاتا"۔۔۔۔ ویالی نے منہ بناتے ہوئے کہا اور اینڈریو بے اختیار ہنس پڑا۔

"مشن ختم ہوتا تو ہو جاتا۔ میں تمہاری طرف اٹھتی ہوئی ٹیڑھی نظر برداشت ہی نہیں کر سکتا"۔۔۔۔ اینڈریو نے مسکراتے ہوئے کہا اور ویالی کا چہرہ کھل اٹھا۔

انہوں نے بقیہ شراب ختم کی اور پھر ویٹر کو بلا کر ایک بڑا نوٹ دے کر اسے بقایا رکھنے کا کہہ کر اینڈریو تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں اپنے مشن کے آغاز کے لئے تیاری میں مصروف ہو گئے۔ سائیلنسر لگے مشین پسٹل لوڈ کر کے انہوں نے جیبوں میں رکھے اور ساتھ ہی چھوٹے مگر طاقتور جدید بم بھی اپنے بیگوں کی خفیہ جیبوں سے نکال کر جیبوں میں ڈال لئے تھوڑی دیر بعد وہ ریڈ سٹون کی طرف دوبارہ بڑھے چلے جا رہے تھے۔ ان کے چہروں پر البتہ ایسا اطمینان تھا جیسے وہ کسی خوفناک مشن پر جانے کی بجائے تفریح کے لئے جا رہے ہوں کیونکہ اس قسم کا معمولی سا مشن واقعی ان کے لئے ایک تفریح کا درجہ ہی رکھتا تھا۔ عمارت کا مین گیٹ بند تھا۔ اینڈریو نے ویالی کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھا، اور

دوسرے لمحے اس نے کال بیل کے بٹن پر انگلی رکھ دی۔ چند لمحوں بعد جیسے ہی بڑے گیٹ کے ساتھ چھوٹا پھاٹک کھلا ایک مسلح شوگرانی نوجوان اس میں نمودار ہوا۔ اینڈریو اسے تیزی سے دھکیلتا ہوا اندر بڑھ گیا۔

"ارے ارے"۔۔۔۔ آنے والے نے حیرت بھرے لہجے میں کہا ہی تھا کہ ٹک کی آواز کے ساتھ ہی اس کے حلق سے ہلکی سی چیخ نکلی اور وہ اُلٹ کر پشت کے بل نیچے جا گرا۔ اس کے ساتھ ہی ٹک ٹک کی ہلکی آوازوں کے ساتھ ہی طویل و عریض صحن میں موجود چار اور مسلح باوردی نوجوان جو شاید معاملے کو سمجھ ہی نہ سکے تھے چیختے ہوئے زمین پر گرے اور تڑپنے لگے۔ اینڈریو اور ویالی بجلی سے بھی زیادہ رفتار سے دوڑتے ہوئے عمارت میں داخل ہوئے اور تھوڑی دیر بعد انہوں نے واقعی حیرت انگیز پھرتی اور تیزی سے کام لیتے ہوئے عمارت میں موجود تقریباً ہر ملازم نما آدمی کا خاتمہ کر ڈالا۔ چونکہ ڈاکٹر اخوند کا وہ فوٹو دیکھ چکے تھے اس لئے وہ اسے اچھی طرح پہچانتے تھے اور پھر ایک کمرے میں انہیں بستر پر لیٹا ہوا بوڑھا ڈاکٹر اخوند نظر آ ہی گیا۔ وہ اطمینان بھرے انداز میں سو رہا تھا۔ اینڈریو نے ویالی کو باہر رکنے کے لئے کہا اور خود اس نے مشین پسٹل جیب میں ڈالا اور جیکٹ کی اندرونی جیب سے ایک چھوٹی سی شیشی نکال کر دبے قدموں ڈاکٹر اخوند کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے شیشی کا ڈھکنا کھولا اور شیشی کا دہانہ سوئے ہوئے ڈاکٹر اخوند کی ناک سے لگا دیا اور دو سیکنڈ بعد اس نے شیشی ہٹا کر اس کا ڈھکنا بند کیا اور اسے

جیب میں ڈال کر اس نے دوبارہ سائیلنسر لگا مشین پسٹل جیب سے نکالا اور اینڈریو نے اسے نالی سے پکڑ کر اس کا دستہ ڈاکٹر اخوند کی ران پر خاصی قوت سے مارا لیکن ڈاکٹر اخوند ویسے ہی بے حس و حرکت پڑا رہ گیا۔

" او۔ کے "۔۔۔۔ اینڈریو نے مطمئن انداز میں کہا اور جھک کر اس نے ڈاکٹر اخوند کو اٹھا کر ایک جھٹکے سے کاندھے پر لاد لیا۔

" ویالی جلدی سے بستر کی چادر اٹھا کر اس کے اوپر لپیٹ دو' جلدی کرو "۔۔۔۔ اینڈریو نے مڑ کر دروازے کے باہر کھڑی ویالی سے کہا۔ اور ویالی دوڑتی ہوئی اندر آئی۔ اس نے واقعی بجلی کی سی تیزی سے بستر کی چادر اٹھا کر ڈاکٹر اخوند کے جسم پر لپیٹی اور اینڈریو اسے اٹھائے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازے سے نکلنے کے بعد ویالی ہاتھ میں سائیلنسر لگا مشین پسٹل اٹھائے تیز نظروں سے اردگرد کا جائزہ لیتی ہوئی اینڈریو کے ساتھ آگے بڑھتی گئی۔ وہ بے حد چوکنا اور مستعد نظر آرہی تھی لیکن کسی طرف سے کوئی مداخلت نہ ہوئی اور اینڈریو صحن کی دیوار میں موجود اس دروازے کے پاس پہنچ گیا جو عقبی طرف ترائی میں کھلتا تھا۔ ویالی نے جلدی سے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا اور پھر وہ دونوں تیزی سے باہر نکل گئے۔ اس کے بعد وہ ترائی میں موجود گھنے جنگل میں دوڑتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے ویالی اب بھی اسی طرح بڑے چوکنے انداز میں اِدھر اُدھر دیکھتی ہوئی آرہی تھی۔ لیکن ایک تو درخت خاصے گھنے تھے دوسرا اس طرف

کوئی آبادی بھی نہ تھی اس لئے وہ تقریباً آدھے گھنٹے تک مسلسل دوڑنے کے بعد اپنی رہائش گاہ میں بخیر وخوبی پہنچ جانے میں کامیاب ہو گئے۔ اینڈریو نے بیہوش ڈاکٹر اخوند کو ایک بیڈ پر لٹایا اور تیزی سے قریب ہی موجود اپنے بیگ کی طرف بڑھ گیا۔

" ویالی تم ہیلی کاپٹر کو ریڈی کرو میں اس دوران اس ڈاکٹر اخوند کا میک کر لوں تاکہ اگر کہیں کوئی راستے میں چکر چل بھی جائے تو یہ فوری طور پر پہچانا نہ جا سکے "۔۔۔۔ اینڈریو نے بیگ سے ایک چھوٹا سا میک اپ بکس نکالتے ہوئے کہا اور ویالی سر ہلاتی ہوئی باہر نکل گئی۔ اینڈریو نے بجلی کی سی تیزی سے بیہوش ڈاکٹر اخوند کے چہرے پر میک اپ کر کے اسے بھی ایکریمی بنا دیا اور پھر اس نے بیگ کے ایک خانے سے ایک سیلڈ سرنج باہر نکالی اور اس کی سیل کھول کر اس نے سوئی ڈاکٹر اخوند کے بازو میں کپڑوں کے اوپر سے ہی انجیکٹ کر کے سرنج میں موجود سرخ رنگ کا محلول ڈاکٹر اخوند کے جسم میں انجیکٹ کر کے سوئی واپس کھینچی اور سرنج کو ایک طرف اچھال کر اس نے بیگ بند کرنا شروع کر دیا۔ جو دوا اس نے ڈاکٹر اخوند کے جسم میں انجیکٹ کی تھی اس کی وجہ سے اب ڈاکٹر اخوند نہ صرف طویل عرصے کے لئے بیہوش رہے گا بلکہ اس کی جسمانی اور ذہنی صحت پر بھی اس طویل بیہوشی کے کوئی مضر اثرات مرتب نہ ہوں گے۔ بیگ بند کر کے اس نے جھک کر ایک بار پھر ڈاکٹر اخوند کو اٹھا کر کاندھے پر لادا اور بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

وسیع و عریض لان کی ایک سائیڈ پر ایک چھوٹا مگر تیز رفتار ہیلی کاپٹر کھڑا تھا جس پر انٹرنیشنل ٹریولنگ ایجنسی کا نام لکھا ہوا تھا۔

"ہیلی کاپٹر ہر لحاظ سے او۔کے ہے، فیول اتنا موجود ہے کہ دارالحکومت واپس آسانی سے کہیں رکے بغیر پہنچا جا سکتا ہے۔" ——— ویالی نے ہیلی کاپٹر سے نیچے اترتے ہوئے کہا۔

"او۔کے اندر سے جا کر اپنا اور میرا بیگ لے آؤ۔" ——— اینڈریو نے کہا اور ڈاکٹر اخوند کو اس نے پہلے ہیلی کاپٹر کی عقبی سیٹ پر لٹایا اور پھر خود اچھل کر اوپر چڑھ گیا۔ پھر اس نے ڈاکٹر اخوند کو عقبی طرف خالی جگہ پر اس انداز میں ایڈجسٹ کر کے لٹا دیا کہ ہیلی کاپٹر کی پرواز کی وجہ سے ڈاکٹر لڑھک نہ سکے۔ اتنی دیر میں ویالی دو بیگ اٹھائے اوپر آ گئی۔

"تم عقبی سیٹ پر بیٹھ کر اس کا خیال رکھنا۔" ——— اینڈریو نے کہا اور خود وہ پائلٹ سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ ویالی سر ہلاتی ہوئی عقبی سیٹ پر جا کر اس طرح بیٹھ گئی کہ ڈاکٹر اخوند اس کی نظروں میں رہ سکے۔ تھوڑی بعد وہ ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہوا اور تیزی سے مڑ کر مغرب کی طرف بڑھنے لگا۔ کافی دور جا کر اینڈریو نے اسے موڑا اور پھر ایک لمبا چکر کاٹ کر اس نے اس کا رخ دارالحکومت کی طرف کر دیا۔

"کرگاگن اب تک ساحل تک آبدوز لے کر پہنچ گیا ہوگا۔" ——— ویالی نے کہا۔

"پہنچ تو جانا چاہیے اسے۔" ——— اینڈریو نے کہا۔

"ٹرانسمیٹر پر چیک کر لو۔" ——— ویالی نے کہا۔

"احمق ہو گئی ہو۔ یہاں لازماً دفاعی سٹیشن موجود ہوں گے۔ ابھی تک تو ٹریولنگ ایجنسی کا ہیلی کاپٹر سمجھ کر کسی نے ہمیں چیک نہیں کیا لیکن

ٹرانسمیٹر کال یقیناً چیک ہو جائے گی۔" ——— اینڈریو نے جواب دیا۔

"اوہ واقعی مجھے اس کا خیال نہ رہا تھا۔ پھر ہم کیسے چیک کریں گے بیہوش ڈاکٹر اخوند کو زیادہ دیر تک تو دارالحکومت میں چھپا کر نہیں رکھا جا سکتا۔" ——— ویالی نے کہا۔

"اس کی پلاننگ بھی میں کر چکا ہوں۔ دارالحکومت کے تفصیلی نقشے میں مغربی ساحل سے تقریباً چار کلومیٹر کے فاصلے پر دو چھوٹے چھوٹے جزیروں کی نشاندہی کی گئی ہے، یہ یقیناً غیر آباد جزیرے ہوں گے۔ ہم براہ راست وہیں جا کر اتریں گے اور پھر وہاں ٹرانسمیٹر پر کرگاگن سے بات ہو گی۔ وہ پہنچ گیا ہو گا یا ایک آدھ روز میں پہنچنے والا ہو گا، تب تک ہم وہیں رہیں گے۔ اس کے بعد اسے وہیں بلا لیں گے۔ ڈاکٹر اخوند سمیت آبدوز میں منتقل ہو جائیں گے اور ملکی طاقت کے ٹائم بم کی مدد سے اس ہیلی کاپٹر کو وہیں جزیرے پر ہی تباہ کر دیا جائے گا۔ بس اس کے بعد واپسی کا ہی سفر ہو گا اور مشن مکمل۔" ——— اینڈریو نے جواب دیا اور ویالی نے اطمینان بھرے انداز میں سر ہلا دیا جیسے وہ اس پلاننگ سے پوری طرح مطمئن ہو۔ ہیلی کاپٹر خاصی تیز رفتاری سے آگے بڑھا جا رہا تھا اور جیسے جیسے وہ دارالحکومت کے قریب ہوتے جا رہے تھے ان دونوں کے چہروں پر گہرے اطمینان کے آثار نمودار ہوتے جا رہے تھے۔

عمران اپنے فلیٹ میں آرام کرسی پر بیٹھا ایک کتاب کے مطالعے میں مصروف تھا کہ سلیمان تیزی سے کمرے میں داخل ہوا۔

"ٹرانسمیٹر کال ہے"۔۔۔۔ سلیمان نے کہا تو عمران چونک کر سیدھا ہوا اور کتاب میز پر رکھ کر وہ اس کمرے سے نکل کر تیزی سے فلیٹ کے اس مخصوص کمرے کی طرف بڑھ گیا جہاں لانگ رینج ٹرانسمیٹر اور اس کا مخصوص فون موجود تھا۔ ٹرانسمیٹر پر واقعی کال کاشن مسلسل آرہی تھی عمران نے بٹن پریس کر دیا۔

"ٹائیگر کالنگ، اوور"۔۔۔۔ ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

"یس عمران اٹنڈنگ یو، اوور"۔۔۔۔ عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

"باس! ڈاکٹر اخوند کو دامان سے اغوا کر لیا گیا ہے، اوور"۔۔۔ ٹائیگر نے کہا تو عمران بری طرح چونک پڑا۔

"اغوا کر لیا گیا ہے! کیا مطلب۔ تفصیل سے رپورٹ دو، اوور"۔

عمران کے لہجے میں بے پناہ سختی تھی۔

"باس، میں دوپہر کے قریب دامان پہنچا کیونکہ موسم خراب ہونے کی وجہ سے پہلی فلائٹ وہاں لیٹ پہنچی تھی۔ وہاں پہنچ کر میں نے معلوم کر لیا کہ ڈاکٹر اخوند شوگران سے متعلق ایک خصوصی عمارت ریڈ سٹون ہاؤس میں موجود ہیں۔ عمارت کی نگرانی بھی نہ کی جا رہی تھی۔ میں نے وہاں اپنے ایک دوست کے ذریعے اس بات کا بندوبست کر لیا کہ ریڈ سٹون ہاؤس کے شوگرانی چیف ویٹر کو جو میرے ہی قد و قامت کا تھا شام کو اغوا کر کے اس کے میک اپ میں ریڈ سٹون ہاؤس پہنچ کر ڈاکٹر اخوند کی نگرانی شروع کر دوں گا۔ شام کا پروگرام اس لئے بنا کہ وہ چیف ویٹر شام کو ہی جوا کھیلنے اور شراب پینے میرے دوست کے کلب میں آتا تھا لیکن جب شام کو وہ نہ آیا تو میرے کہنے پر میرے دوست نے وہاں فون کیا مگر کسی نے کال ریسیو نہ کی تو مجھے خطرہ محسوس ہوا اور میں اپنے دوست کے ساتھ خود وہاں گیا تو وہاں جا کر معلوم ہوا کہ عمارت کے اندر موجود پانچ مسلح آدمی اور چھ دوسرے ملازم سب مردہ پڑے ہوئے تھے۔ انہیں مشین گن کی گولیوں سے ہلاک کیا گیا تھا لیکن نہ ہی وہاں ڈاکٹر اخوند کی لاش تھی اور نہ ڈاکٹر اخوند موجود تھے۔ عقبی طرف اترائی میں کھلنے والا دروازہ کھلا ہوا تھا اور لاشوں کی پوزیشن بتا رہی تھی کہ انہیں ہلاک ہوئے تین سے چار گھنٹے گزر چکے تھے۔ اس کھلے دروازے سے میں دوسری طرف اترائی میں گیا تو وہاں مجھے جھاڑیوں میں ایسے آثار نظر آئے جیسے دو افراد وہاں سے تیزی سے دوڑتے ہوئے گزرے ہوں۔ گھنی جھاڑیوں میں سے ان کے گزرنے کی وجہ سے نشانات بن گئے تھے۔ بہرحال ان نشانات کی

مرد سے میں کافی دور ایک اور خالی عمارت میں پہنچ گیا. نشانات وہاں جا کر ختم ہو گئے تھے. عمارت قطعی خالی پڑی ہوئی تھی. البتہ اس کے لان کے ایک حصے پر گھاس پر ایسے نشانات موجود تھے جیسے وہاں کوئی ہیلی کاپٹر کافی دیر تک کھڑا رہا ہو. میرا دوست جو وہاں کا مقامی بدمعاش ہے میرے ساتھ تھا اس نے مجھے بتایا کہ یہ عمارت کرائے پر دی جاتی ہے اور دامان پراپرٹی سنڈیکیٹ والے اسے کرائے پر دیتے ہیں. اس عمارت میں موجود فون سے پراپرٹی سنڈیکیٹ کے منیجر سے بات ہوئی تو اس نے بتایا کہ اس نے آج ہی یہ عمارت ایک غیر ملکی جوڑے کو کرائے پر دی ہے. اس غیر ملکی جوڑے نے دارالحکومت سے فون کر کے اسے ریزرو کرایا تھا اور وہ انٹرنیشنل ٹریولنگ ایجنسی کے خصوصی ہیلی کاپٹر پر وہاں پہنچے تھے' سنڈیکیٹ کا آدمی وہاں موجود تھا. جس نے ان سے کرایہ وصول کیا تھا چنانچہ میں فوراً سنڈیکیٹ کے دفتر میں پہنچا اور اس آدمی سے پوچھ گچھ کی جس نے ان سے کرایہ وصول کیا تھا تو اس نے بتایا کہ وہ ایک لمبا تڑنگا اور خاصے طاقتور جسم کا ایکریمین نوجوان تھا. اس کے ساتھ ایک قدرے بھاری بدن کی عورت تھی. وہ عورت بھی ایکریمین تھی. میں نے ان سے ان کے حلیے معلوم کئے اور اپنے دوست جانی کو ان کے بارے میں مزید تحقیقات کے لئے کہا کیونکہ بقول اس آدمی کے وہ دونوں ہی تقریباً اس وقت پہنچے تھے جس وقت میں دامان پہنچا تھا. تھوڑی سی تحقیقات سے پتہ چل گیا کہ ان دونوں نے ایک ہوٹل میں کھانا کھایا اور ویٹر کو بہت بھاری ٹپ دی پھر اس نے ان سے شراب طلب

کی تو اس نے انہیں آرام باغ کلب کا پتہ دے دیا. اس ایکریمین نوجوان نے اپنی ساتھی لڑکی کو ڈیالی کے نام سے پکارا تھا. آرام باغ کلب میرے دوست کا ہی کلب ہے. وہاں سے پتہ چلا کہ مرد کا نام اینڈریو تھا. انہوں نے وہاں شراب پی. ایک نشہ میں ڈوبے ہوئے نوجوان سے اس اینڈریو کا جھگڑا بھی ہوا. اس کے بعد دونوں چلے گئے' اوور "...... ٹائیگر نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا.

" ان کے حلیے کیا تھا' اوور "...... عمران نے سرد لہجے میں پوچھا اور جواب میں ٹائیگر نے تفصیل سے اینڈریو اور ویالی کے حلیے بتا دیئے.

" ٹھیک ہے' تم اب واپس آجاؤ' اوور اینڈ آل "...... عمران نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر کے اس نے سائیڈ پر موجود مخصوص فون کا رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے. یہ مخصوص فون تھا جس کا نمبر ایکسچینج میں موجود تو تھا لیکن اس کا علم وہاں کسی کو نہ تھا اور نہ اس پر ہونے والی کال کو کسی طرح بھی راستے میں چیک کیا جا سکتا تھا.

" جولیا بول رہی ہوں "...... رابطہ قائم ہوتے ہی جولیا کی آواز سنائی دی.

" ایکسٹو "...... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا.

" یس سر "...... جولیا کا لہجہ یکلخت انتہائی مؤدبانہ ہو گیا.

" ایک ایکریمین مرد اور عورت کے حلیے نوٹ کرو "...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹائیگر کے بتائے ہوئے حلیے

تفصیل سے دوہرا دیئے۔

"یس سر" ـــــ جولیا نے جواب دیا۔

"ان کے نام اینڈریو اور ویالی معلوم ہوئے ہیں۔ تمام ممبرز کی ڈیوٹی لگا دو کہ وہ معلوم کریں کہ کیا اس نام کا یہ جوڑا کسی ہوٹل میں ٹھہرا ہوا ہے۔ ایئرپورٹ سے بھی چیکنگ کراؤ' وہاں شاید ان کے ناموں کا ریکارڈ موجود ہو اور خاص طور پر اس بات کا پتہ کراؤ کہ انٹرنیشنل ٹریولنگ ایجنسی کہاں ہے۔ اس ایجنسی کا ایک ہیلی کاپٹر اس جوڑے کے پاس دیکھا گیا ہے اور یہ بھی معلوم کرنا ہے کہ اب یہ ہیلی کاپٹر کہاں ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان حلیوں یا ناموں کے افراد کو تلاش بھی کرنا ہے۔ انہوں نے اب سے تین چار گھنٹے پہلے داماں سے ایک پاکیشیائی سائنسدان ڈاکٹر اخوند کو اغوا کیا ہے اور وہ اسے انٹرنیشنل ٹریولنگ ایجنسی کے ہیلی کاپٹر پر لے کر یقیناً یہاں دارالحکومت پہنچے ہوں گے۔" ـــــ عمران نے تفصیل سے اسے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"یس سر" ـــــ جولیا نے جواب دیا۔

"جیسے ہی کوئی رپورٹ ملے' فوراً اطلاع دینا۔" ـــــ عمران نے کہا اور رسیور رکھ کر وہ تیزی سے کمرے سے باہر آیا اور پھر سیدھا بیرونی دروازے کی طرف بڑھتا گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ دانش منزل پہنچ چکا تھا۔ اس نے مختصر طور پر بلیک زیرو کو حالات بتائے تاکہ اگر جولیا کی طرف سے کوئی کال آئے تو وہ اسے آسانی سے ڈیل کر سکے اور خود وہ لائبریری کی طرف

بڑھ گیا کیونکہ اینڈریو اور ویالی کے نام اس کے لاشعور میں کھٹک رہے تھے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے یہ نام اس کی نظروں سے کہیں گزرے ہوں۔ اس لئے وہ ان کی باقاعدہ چیکنگ کرنا چاہتا تھا لیکن ایک گھنٹہ لائبریری میں گزرنے کے بعد جب وہ واپس آپریشن روم پہنچا تو اس کے چہرے پر مایوسی کے تاثرات موجود تھے کیونکہ اسے ان دونوں ناموں کا کہیں سے کوئی کلیو نہ ملا تھا۔

"عمران صاحب' جولیا نے رپورٹ دی ہے کہ اینڈریو اور ویالی دونوں انٹرنیشنل ٹورسٹ بیورو کے رکن ہیں اور ہوٹل پرنس میں ان کے نام سے سوٹ بک ہے۔ یہ سوٹ فارن کال سے بک کرایا گیا اور ایک ہفتے کی بکنگ تھی۔ کرایہ ایڈوانس ادا کیا گیا اور اس کے ساتھ ہی ایک کار کی خریداری کا بھی آرڈر دیا گیا تھا۔ یہ کار انہوں نے ہوٹل میں آنے کے بعد صرف ایک بار استعمال کی اور کار اب بھی ہوٹل کی پارکنگ میں موجود ہے اور انٹرنیشنل ٹریولنگ ایجنسی دراصل ہوٹل پرنس کے مینجر کی ذاتی ایجنسی ہے۔ اس نے چار ہیلی کاپٹر خاص خاص ٹورسٹوں کے لئے باقاعدہ حکومت سے لائسنس لے کر رکھے ہوئے ہیں۔ اس کے کہنے کے مطابق اینڈریو اور ویالی نے مینجر سے ایک ہیلی کاپٹر کرایہ پر لیا اور خود اسے پائلٹ کر کے داماں گئے۔ ان کے پاس ہوا بازی کے انٹرنیشنل لائسنس بھی موجود تھے اور ابھی تک نہ ہی ہیلی کاپٹر واپس آیا ہے اور نہ ہی دونوں واپس آئے ہیں۔ اس کے علاوہ ایئرپورٹ سے ایک اور حیرت انگیز رپورٹ ملی ہے کہ یہ دونوں اپنے ذاتی جیٹ جہاز پر آئے ہیں۔ وہ جیٹ جہاز اب بھی ایئرپورٹ کے خصوصی ہینگر میں

موجود ہے. وہاں انہوں نے ایک اتھارٹی لیٹر بھی خصوصی طور پر حاصل کیا تھا کہ جو آدمی یہ اتھارٹی لیٹر لے کر آئے گا وہ اس جیٹ جہاز کو واپس لے جاسکے گا. اس آدمی کا نام ائیر پورٹ پر کرگاکن لکھوایا گیا ہے "۔۔۔ بلیک زیرو نے کہا اور عمران کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں.

" کمال ہے ۔۔۔ خاصے امیر کبیر ٹائپ کے مجرم ہیں " ۔۔۔۔۔ عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا.

" میں نے اس جیٹ جہاز کی نگرانی کا حکم دے دیا ہے " ۔۔۔۔۔ بلیک زیرو نے کہا.

" وہ تو ٹھیک ہے لیکن اگر انہوں نے ڈاکٹر اخوند کو لیکر اس جیٹ جہاز سے واپس جانا ہوتا تو وہ ایک علیحدہ آدمی کے بارے میں کیوں لکھواتے اس کا مطلب ہے کہ وہ خود کسی اور ذریعے سے یہاں سے جائیں گے جبکہ ان کا کوئی آدمی اس جہاز کو واپس لے جائے گا. ہوسکتا ہے کہ وہ آدمی دس بارہ روز تک جہاز لینے ہی نہ آئے تاکہ اس دوران ڈاکٹر اخوند کو ایکریمیا پہنچایا جاسکے. پھر وہ ہیلی کاپٹر کہاں گیا اور یہ بات بھی غیر یقینی ہے کہ وہ اس ہیلی کاپٹر پر واپس ایکریمیا جائیں گے کیونکہ ہیلی کاپٹر کو تو سرحد پار کرنے کی اجازت ہی نہیں دی جائے گی اور نہ ایک ہیلی کاپٹر اتنی دور سفر کرسکتا ہے " ۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور بلیک زیرو کی پیشانی پر بھی سوچ کی لکیریں پھیل گئیں.

عمران نے فون کا رسیور اٹھایا اور پھر تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے.

" یس سنٹرل راڈار سٹیشن " ۔۔۔۔۔ رابطہ قائم ہوتے ہی ایک

آواز سنائی دی.

" چیف آف سیکرٹ سروس ۔۔۔ سیکشن انچارج سے بات کراؤ " عمران نے تیز لہجے میں کہا.

" اوہ یس سر ۔۔۔ ہولڈ آن کریں سر " ۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے انتہائی بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا گیا.

" یس سر ۔۔۔ کمانڈر بشیر راٹھور، انچارج سنٹرل راڈار اسٹیشن بول رہا ہوں سر " ۔۔۔۔۔ چند لمحوں بعد ہی ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی آپریٹر نے شاید اسے بتا دیا تھا کہ چیف آف سیکرٹ سروس بات کرنا چاہتے ہیں اس لئے اس کا لہجہ بے حد مؤدبانہ تھا.

" ایکسٹو " ۔۔۔۔۔ عمران نے مخصوص لہجے میں کہا.

" یس سر ۔۔۔ حکم سر " ۔۔۔۔۔ کمانڈر راٹھور نے اسی طرح مؤدبانہ لہجے میں کہا.

" ایک ہیلی کاپٹر جس پر انٹرنیشنل ٹریولنگ ایجنسی کا نام درج تھا دامان سے دارلحکومت پہنچا ہے کیا اسے راڈار پر چیک کیا گیا ہے " ۔۔۔۔۔ عمران نے سخت لہجے میں کہا.

" اوہ نو سر ۔۔۔ پرائیویٹ ہیلی کاپٹرز کو چیک نہیں کیا جاتا سر " کمانڈر نے جواب دیتے ہوئے کہا.

" راڈار تو اس کی نشاندہی کرتا ہی ہوگا، آخر وہ ائیر کرافٹ ہے " عمران کا لہجہ بے حد سخت ہوگیا.

" یس سر ۔۔۔ لیکن اس کا ریکارڈ نہیں رکھا جاتا سر " ۔۔۔۔۔ کمانڈر راٹھور نے جواب دیتے ہوئے کہا.

"یہ ہیلی کاپٹر زیادہ سے زیادہ ایک ڈیڑھ گھنٹہ پہلے ہی دارالحکومت کی فضائی حدود میں داخل ہوا ہوگا اس لئے اس وقت راڈار ڈیوٹی پر موجود آپریٹر نے لازماً اسے چیک کیا ہوگا"۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"یس سر۔۔۔ آپریٹر گذشتہ چار گھنٹوں سے ڈیوٹی پر ہے"۔۔۔۔ کمانڈر راٹھور نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اس سے معلوم کرو، اگر اس نے چیک کیا ہے تو اس سے تمام تفصیلات معلوم کر کے بتاؤ، فون ہولڈ رکھو"۔۔۔۔ عمران نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"یس سر۔۔۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں سر"۔۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی لائن خاموش ہو گئی۔ عمران نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ دیا۔ اس کے چہرے پر اس وقت گہری سنجیدگی کے تاثرات نمایاں تھے۔

"ہیلو سر۔۔۔ کمانڈر راٹھور بول رہا ہوں سر"۔۔۔۔ تقریباً دس منٹ کے انتظار کے بعد لائن پر کمانڈر راٹھور کی آواز سنائی دی۔

"یس، کیا رپورٹ ہے"۔۔۔۔ عمران نے مخصوص لہجے میں پوچھا۔

"سر! آپریٹر نے اسے چیک کیا ہے۔ وہ دو گھنٹے پہلے دامان کی طرف سے فضائی حدود میں داخل ہوا اور ساحل سمندر کی طرف اسے جاتا ہوا دیکھا گیا ہے۔ بس آپریٹر اتنا ہی بتا سکا ہے"۔۔۔۔ کمانڈر راٹھور نے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

"ساحل سمندر کی طرف وہ کس ڈگری اور اینگل پر جاتے ہوئے

دیکھا گیا ہے"۔۔۔۔ عمران نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"س س س۔۔۔ سر، میں پوچھ کر بتاتا ہوں"۔۔۔۔ دوسری طرف سے سخت گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی لائن پر ایک بار پھر خاموشی چھا گئی۔

"نانسنس خواہ مخواہ وقت ضائع کر رہا ہے"۔۔۔۔ عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے غصیلے لہجے کہا۔

"سر، میں آپریٹر کو ساتھ لے آیا ہوں، آپ اس سے تفصیل پوچھ لیں سر"۔۔۔۔ چند لمحوں بعد لائن پر کمانڈر راٹھور کی آواز ابھری۔

"ہیلو سر! میں سنٹرل راڈار آپریٹر بول رہا ہوں جناب، حکم جناب"۔ آپریٹر کا لہجہ انتہائی سہما ہوا سا تھا۔

"ہیلی کاپٹر کو کس وقت دارالحکومت کی حدود میں داخل ہوتے ہوئے چیک کیا گیا ہے"۔۔۔۔ عمران نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"جناب! اب سے تقریباً ایک گھنٹہ پہلے سر"۔۔۔۔ آپریٹر نے جواب دیا۔

"کس ٹائپ کا ہیلی کاپٹر تھا"۔۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

"زیرو الیون سر"۔۔۔۔ آپریٹر نے جواب دیا۔

"وہ ساحل سمندر کی طرف کس اینگل پر جاتے ہوئے دیکھا گیا ہے"۔۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

"نارتھ تھری ایسٹ ٹونٹی اینگل سر"۔۔۔۔ دوسری طرف سے آپریٹر نے جواب دیا۔

"پچھلے تین چار گھنٹوں میں یہی ایک پرائیویٹ ہیلی کاپٹر مارک کیا

گیا ہے یا کوئی اور بھی مارک ہوا ہے؟" —— عمران نے پوچھا۔

"صرف یہی سر، باقی ملٹری ائیر کرافٹس تھے"۔ —— آپریٹر نے جواب دیا اور عمران نے او۔ کے کہہ کر رلیسیور رکھ دیا۔

"دارالحکومت کا تفصیلی نقشہ لے آؤ"۔ —— عمران نے رلیسیور رکھ کر بلیک زیرو سے کہا اور بلیک زیرو تیزی سے اٹھ کر ایک الماری کی طرف بڑھ گیا۔ الماری سے اس نے ایک رول شدہ بڑا نقشہ نکالا اور اسے کھول کر میز پر عمران کے سامنے رکھ دیا۔ عمران نے پنسل ٹرے سے سرخ پنسل اٹھائی اور پھر اس نے اسی جگہ نشان لگا دیا جہاں سنٹرل راڈار تھا اور اس کے بعد اس نے آپریٹر کے بتائے ہوئے اینگل اور ڈگری کی مدد سے چیکنگ شروع کر دی۔ چند لمحوں بعد اس نے دو چھوٹے چھوٹے دھبوں کے گرد دائرہ لگا دیا۔

"یہ غیر آباد جزیرے ہیں۔ یہ ہیلی کاپٹر یقیناً یہیں اترا ہو گا"۔ —— عمران نے کہا اور ایک بار پھر رلیسیور اٹھا کر اس نے تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"یس نیول ہیڈ کوارٹر"۔ —— رابطہ قائم ہوتے ہی ایک آواز سنائی دی۔

"چیف آف سیکرٹ سروس سپیکنگ، نیول راڈار سنٹر انچارج سے بات کراؤ"۔ —— عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"یس سر"۔ —— دوسری طرف سے مودبانہ لہجے میں کہا گیا۔

"ہیلو چیف انجینئر نیول راڈار سپیکنگ"۔ —— چند لمحوں بعد ایک بھاری مگر سخت آواز سنائی دی۔ شاید آپریٹر نے صرف کال ملا دی تھی۔

"چیف آف سیکرٹ سروس ایکسٹو"۔ —— عمران کا لہجہ یکلخت بے حد سرد ہو گیا۔

"اوہ، اوہ یس سر —— راشد بول رہا ہوں سر"۔ —— چیف انجینئر چیف آف سیکرٹ سروس کے الفاظ سن کر اس بری طرح گھبرایا کہ اس کے منہ سے الفاظ ہی ٹوٹ ٹوٹ کر نکلنے لگے۔

"ایک پرائیویٹ ہیلی کاپٹر زیرو الیون ٹائپ تقریباً ایک گھنٹہ پہلے دارالحکومت سے سمندر کے اندر نارتھ تھرٹی ایسٹ ٹو نائنٹی اینگل پر جاتا ہوا دیکھا گیا ہے۔ راڈار آپریٹر سے اس کے متعلق معلوم کر کے بتاؤ کہ وہ کہاں گیا ہے"۔ —— عمران نے سخت لہجے میں کہا

"مگر جناب! پ۔پ۔ پرائیویٹ ائیر کرافٹ تو راڈار پر چیک نہیں کئے جاتے سر"۔ —— چیف انجینئر راشد نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یو نانسنس —— چیک تو ہو جاتے ہیں مگر ان کا ریکارڈ نہیں رکھا جاتا۔ آپریٹر جو بورڈ پر ہو گا اسے بہرحال معلوم ہو گا، بلاؤ اسے فوراً"۔ —— عمران نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"اوہ یس سر —— ٹھیک ہے سر، بلاتا ہوں سر"۔ —— چیف انجینئر نے انتہائی بوکھلائے ہوئے لہجے میں جواب دیا اور پھر رلیسیور کسی سخت جگہ پر رکھے جانے کے ساتھ کسی کے دوڑتے ہوئے قدموں کی ہلکی سی آواز ابھری۔

"وہ پاگل خود ہی بھاگ پڑا ہے اس آپریٹر کو بلانے"۔ —— عمران نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھتے ہوئے غصیلے انداز میں بڑبڑاتے

ہوئے کہا اور بلیک زیرو ہنس پڑا۔

"تم ہنس رہے ہو جبکہ میرا جی چاہ رہا ہے کہ اس کی گردن توڑ دوں، نجانے کتنا وقت ضائع کرے گا" ——— عمران نے اس بار بلیک زیرو پر آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

"میں اس لئے ہنس رہا تھا کہ اس بیچارے نے شاید زندگی میں پہلی بار ایکسٹو کا فون اٹنڈ کیا ہوگا اس لئے وہ اس قدر بوکھلا گیا ہے" ——— بلیک زیرو نے فوراً ہی سنجیدہ ہوتے ہوئے معذرت بھرے لہجے میں کہا اور اس بار عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

"ہاں تم درست کہتے ہو، ان سے زیادہ واسطہ نہیں پڑتا" ——— عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر چھائی ہوئی سختی اب دوبارہ نرمی میں تبدیل ہو گئی تھی۔

"ہیلو سر ——— آپریٹر کو میں لے آیا ہوں سر، آپ خود بات کریں سر" ——— چیف انجینئر راشد کی آواز سنائی دی۔ وہ ہانپ بھی رہا تھا۔

"جناب، میں چیف آپریٹر نیول راڈار تسلیم احمد خان بول رہا ہوں جناب، حکم فرمایئے جناب" ——— آپریٹر کی سہمی ہوئی آواز سنائی دی اور عمران نے اسے دوبارہ ہیلی کاپٹر کے بارے میں تفصیل بتائی اور اس سے وہی سوال دوہرایا جو اس نے پہلے چیف انجینئر راشد سے کیا تھا۔

"یس سر، میں نے اسے چیک کیا تھا مگر سر پرائیویٹ ایئر کرافٹ کا ریکارڈ نہیں رکھا جاتا اس لئے اس کا ریکارڈ نہیں رکھا گیا۔ ویسے سر وہ ہیلی کاپٹر شمال مغرب میں واقع دو چھوٹے جزیروں کوئن آئی لینڈز

کے چھوٹے جزیرے پر اتر گیا ہے اور سر دوبارہ اب تک تو فضا میں بلند نہیں ہوا سر" ——— تسلیم احمد خان آپریٹر نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تھینک یو" ——— عمران نے کہا اور رسیور رکھ کر وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"صفدر اور کیپٹن شکیل کو مسلح ہو کر جیالی گھاٹ پر پہنچنے کا حکم دو میں وہیں جا رہا ہوں" ——— عمران نے بیرونی دروازے کی طرف مڑتے ہوئے تیز لہجے میں بلیک زیرو کو ہدایت دی اور بلیک زیرو نے سر ہلاتے ہوئے فون کا رسیور اٹھا لیا۔

ہیلی کاپٹر چھوٹے جزیرے پر اتار کر اینڈرلیو اور ویالی دونوں ہی چھلانگیں لگا کر نیچے اترے۔ ویالی نے راستے میں ہی بیگ میں موجود میزائل گنوں کے کھلے ہوئے پارٹس کو جوڑ کر دو میزائل گنیں تیار کر لی تھیں اور ہر گن میں فل میگزین بھی لوڈ کر دیا تھا کیونکہ جزیرے پر وہ پہلی بار جا رہے تھے اس لئے انہیں علم نہ تھا کہ وہاں انہیں کس قسم کے حالات پیش آتے ہیں۔ اینڈرلیو نے پہلے دونوں جزیروں پر دو تین بار چکر لگائے تھے اور پھر اترنے کے لئے اس نے چھوٹے جزیرے کا انتخاب کیا تھا کیونکہ وہاں جنگل اتنا گھنا نہ تھا اور اس کا خیال تھا کہ چونکہ جزیرہ رقبے کے لحاظ سے بے حد چھوٹا ہے اس لئے اس پر کوئی اڈہ وغیرہ نہ ہوگا۔ ہیلی کاپٹر اتارتے ہی اینڈرلیو نے ویالی کو وہیں رکنے کا اشارہ کیا تاکہ عقبی طرف پڑے ہوئے ڈاکٹر اخوند کا خیال رکھ سکے اور خود اس کے ہاتھ سے میزائل گن لے کر وہ

نیچے اترا اور پھر اس نے انتہائی چوکنے انداز میں لیکن خاصی تیز رفتاری سے پورے جزیرے کا راؤنڈ مکمل کر لیا۔ جزیرہ خالی تھا، وہاں ایسے آثار بھی نہ تھے کہ جس سے معلوم ہوتا کہ وہاں انسانوں کی آمد و رفت ہے۔

ہر طرف سے مطمئن ہو کر اینڈرلیو دوبارہ ہیلی کاپٹر کے پاس پہنچا۔

"ویالی بڑا بیگ اٹھا کر لے آؤ، جزیرہ خالی ہے"۔۔۔۔ اینڈرلیو نے کہا اور ویالی نے ایک طرف پڑا ہوا سیاہ رنگ کا بڑا سا بیگ اٹھایا اور ہیلی کاپٹر سے نیچے اتر آئی۔ میزائل گن اس نے کاندھے سے لٹکا لی تھی۔

"تم اردگرد کا خیال رکھو، میں کرگا گن کو کال کر لوں"۔۔۔۔ اینڈرلیو نے اس کے ہاتھ سے بیگ لیتے ہوئے کہا اور ویالی نے میزائل گن کاندھے سے اتار لی اور ایک طرف بڑھ گئی۔ اینڈرلیو نے بیگ کھول کر اس کے اندر سے ایک ٹرانسمیٹر سا نکالا اور پھر اس کی سائیڈ پر موجود ایک بٹن دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی ٹرانسمیٹر سے ہلکی ہلکی موسیقی کی آواز نکلنے لگی۔ اب اینڈرلیو نے اس کی ناب گھما کر ڈائل پر موجود سوئی کو آگے بڑھانا شروع کر دیا۔ جب سوئی ایک مخصوص ہندسے پر پہنچی تو موسیقی کی آواز یکلخت تیز ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی اینڈرلیو نے پہلے والے بٹن کو دوبارہ پریس کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی موسیقی کی آواز ختم ہو کر ایسی آوازیں سنائی دینے لگیں جیسے فضا میں پرانے زمانے کا جہاز انتہائی شور پیدا کرتا ہوا گزر رہا ہو۔ چند لمحوں بعد آواز مدھم ہو گئی اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر کی مخصوص ٹوں ٹوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

"ہیلو ہیلو اینڈریو کالنگ، اوور۔" ___ اینڈریو نے بار بار کال دوہرانی شروع کر دی۔

"یس سر گاگن اٹنڈنگ، اوور۔" ___ چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے ایک بھاری سی آواز سنائی دی اور اینڈریو کی آنکھیں چمک اٹھیں سر گاگن کی واضح اور صاف آواز سنائی دینے کا مطلب تھا کہ وہ قریب ہی موجود ہے۔

"سر گاگن کہاں موجود ہو تم، اوور۔" ___ اینڈریو نے پوچھا۔

"پاس ہی بین الاقوامی سمندر میں ہوں، اس سے آگے آبدوز نہیں جا سکتی کیونکہ آلات نے آگے آبدوز چیکنگ ریز کی نشاندہی کر دی ہے، اوور۔" ___ سر گاگن نے کہا اور اینڈریو بے اختیار چونک پڑا۔

"آبدوز چیکنگ ریز اور یہاں پاکیشیا کے سمندر کے اندر، اوور۔" اینڈریو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"یس سر۔ یہاں باقاعدہ جدید سسٹم کے تحت یہ ریز موجود ہیں اگر ان ریز کو چیک کرنے والے آلات موجود نہ ہوتے تو لازماً ہماری آبدوز چیک کر لی جاتی، اوور۔" ___ سر گاگن نے کہا۔

"نقشہ نکالو اور مجھے بتاؤ کہ تم کہاں ہو، میں ساحل سمندر کے شمال مغربی طرف، تقریباً اٹھارہ کلو میٹر کے فاصلے پر دو پاس پاس موجود جزیروں میں سے ایک پر ہوں، اوور۔" ___ اینڈریو نے کہا۔

"یس سر، ایک منٹ، اوور۔" ___ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ہیلو سر، اوور۔" ___ چند لمحوں بعد سر گاگن کی آواز سنائی دی۔

"جزیرے تلاش کر لیے ہیں نقشے پر، اوور۔" ___ اینڈریو نے کہا۔

"یس سر، میں نے چیک کر لیا ہے انہیں اور سر یہ جزیرے بین الاقوامی سمندری حدود سے خاصے قریب ہیں، زیادہ سے زیادہ چار کلو میٹر کا فاصلہ ہے اس لئے میں کیپسول بوٹ بھیج دیتا ہوں آپ اس پر آ جائیں، اوور۔" ___ سر گاگن نے کہا۔

"تم خود کیپسول بوٹ پر آ جاؤ، اکیلے۔ کیونکہ تم نے یہاں رہنا ہے، اوور۔" ___ اینڈریو نے کہا۔

"اوہ یس سر ٹھیک ہے، میں آ جاتا ہوں، اوور۔" ___ سر گاگن نے کہا۔

"سنو۔ پلاننگ کے تحت اپنے کاغذات اور بیگ وغیرہ ساتھ لے آنا کیونکہ اب تمہیں یہاں کافی دن گزارنے ہوں گے، اوور اینڈ آل۔" ___ اینڈریو نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر کے اس نے اسے جلدی سے واپس بیگ میں ڈالا اور ویالی کو آوازیں دینی شروع کر دیں۔ چند لمحوں بعد ویالی دوڑتی ہوئی ایک طرف سے آ گئی۔

"کیا بات ہے۔ خیریت۔" ___ ویالی نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

"سب خیریت ہے۔ سر گاگن کیپسول بوٹ لے کر آ رہا ہے۔ میں ڈاکٹر اخوند کو ہیلی کاپٹر سے نکالتا ہوں۔ تم یہ بیگ وغیرہ تیار

کر لو تاکہ ہم فوری طور پر واپس جاسکیں۔ جب تک ہم آبدوز تک نہ پہنچیں گے خطرے سے محفوظ نہ ہوں گے۔" ——— اینڈریو نے کہا اور خود ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھ گیا۔ پھر ہیلی کاپٹر پر سوار ہونے کے بعد جب وہ دوبارہ باہر آیا تو بیہوش ڈاکٹر اخوند اسی طرح اس کے کاندھے پر لدا ہوا تھا۔ اس نے نیچے لاکر اسے گھاس پر لٹا دیا جبکہ ویالی نے ہیلی کاپٹر سے دو چھوٹے بیگ نکالے اور اس کے ساتھ وہ بڑا بیگ بھی اٹھا لیا جس میں ٹرانسمیٹر موجود تھا۔

"ادھر چلو، ادھر ہے بین الاقوامی سرحد۔" ——— اینڈریو نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور ایک بار پھر جھک کر اس نے ڈاکٹر اخوند کو اٹھایا اور کاندھے پر لاد کر تیزی سے جزیرے کے اس کنارے کی طرف بڑھنے لگا جدھر بین الاقوامی سرحد تھی۔ چند لمحوں بعد وہ دونوں کنارے پر پہنچ گئے۔ اینڈریو نے ایک بار پھر کندھے پر لدے ہوئے بیہوش ڈاکٹر اخوند کو نیچے گھاس پر لٹا دیا۔

"تم یہیں رکو میں دوسری ساحل والی طرف کو چیک کرتا ہوں کہیں کوئی اچانک ہی یہاں آکر ہماری گردنیں نہ دبوچ لے جب کرگاگن آجائے تو مجھے آواز دے کر بلا لینا۔" ——— اینڈریو نے کہا اور ویالی کے اثبات میں سر ہلانے پر اس نے کاندھے سے لٹکی ہوئی میزائل گن اتاری اور عقبی طرف کو دوڑ پڑا۔ دوسری طرف کنارے پر پہنچ کر اس نے دور تک پھیلے ہوئے سمندر کا جائزہ لینا شروع کر دیا لیکن سمندر کی سطح صاف تھی۔ پھر تقریباً پانچ منٹ بعد ہی اسے ویالی کی آواز سنائی دی اور وہ مڑ کر واپس ویالی کی طرف دوڑ پڑا۔ دوسرے لمحے اس کے چہرے

پر کامیابی کے تاثرات ابھر آئے کیونکہ کنارے کے ساتھ کیپسول بوٹ اور ساحل پر کرگاگن ہاتھ میں ایک بیگ اٹھائے کھڑا تھا۔

"کاغذات اور کرنسی وغیرہ لے آئے ہو۔" ——— اینڈریو نے وہاں پہنچتے ہی کرگاگن سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس باس۔" ——— کرگاگن نے جواب دیا۔

"او۔ کے، ڈاکٹر اخوند کو اٹھا کر کیپسول بوٹ میں ڈال دو اور ویالی تم بھی چلو میں کرگاگن کو کچھ ہدایات دے کر آرہا ہوں۔" ——— اینڈریو نے کہا اور کرگاگن نے ہاتھ میں لٹکایا ہوا بیگ جلدی سے وہیں گھاس پر رکھا اور جھک کر اس نے گھاس پر پڑے ہوئے ڈاکٹر اخوند کو اٹھا کر کاندھے پر ڈالا اور پھر کیپسول بوٹ کے کھلے ہوئے حصے میں داخل ہو کر اینڈریو کی نظروں سے غائب ہو گیا۔ ویالی بھی اس کے پیچھے اندر چلی گئی تھی۔ وہ دونوں چھوٹے بیگ بھی ساتھ ہی اٹھا کر لے گئی تھی۔ چند لمحوں بعد کرگاگن دوبارہ نمودار ہوا اور کنارے پر چڑھ آیا۔

"اب میری ہدایات غور سے سنو۔" ——— اینڈریو نے کرگاگن سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس باس۔" ——— کرگاگن نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تمہیں جیٹ جہاز واپس لے جانے کے بارے میں تو تفصیلات میں نے مشن پر روانگی سے پہلے بتا دی تھیں لیکن اب یہ جیٹ جہاز تم نے فوری طور پر واپس نہیں لے جانا۔ تم نے یہاں دارالحکومت میں بطور سیاح دس روز تک گھومتے پھرتے رہنا ہے تاکہ ڈاکٹر اخوند اس

دوران حفاظت سے ایکریمیا پہنچ سکے۔ اس کے بعد بھی تم نے پوری طرح چوکنا اور ہوشیار رہنا ہے۔ اگر جیٹ جہاز کی نگرانی ہو رہی ہو یا کسی قسم کا خطرہ ہو تو پھر تم نے اسے حاصل کئے بغیر ہی واپس آ جانا ہے پھر میں ایکریمین سفارت خانے کے ذریعے خود ہی اسے واپس منگوا لوں گا۔ بہرحال تم نے کسی طرح بھی سامنے نہیں آنا۔ یہ انتہائی ضروری ہے ورنہ کوئی بھی تمہاری وجہ سے ہمارے ہیڈ کوارٹر تک پہنچ سکتا ہے"۔ اینڈریو نے کہا۔

"یس سر، میں سمجھ گیا آپ بے فکر رہیں، میں ان حالات کو پوری طرح سمجھتا ہوں"۔۔۔۔۔ کرگاگن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یہ ہیلی کاپٹر تم نے یہاں سے اڑانا ہے اور اسے سطح سمندر سے قریب قریب اڑاتے ہوئے دائیں ہاتھ پر کچھ دور ساحل سمندر پر اتار دینا اور وہاں سے خود نکل کر دارلحکومت پہنچ جانا۔ اس طرح یہ آخری کلیو بھی ختم ہو جائے گا"۔۔۔۔۔ اینڈریو نے ہیلی کاپٹر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے سر کیا جاتے ہوئے اسے تباہ کر دوں"۔۔۔۔۔ کرگاگن نے کہا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے، بس تم نے اسے چھوڑ کر خود وہاں سے اس طرح نکل جانا ہے کہ ہیلی کاپٹر کی وجہ سے تم تک کوئی نہ پہنچ سکے"۔ اینڈریو نے کہا۔

"یس سر"۔۔۔۔۔ کرگاگن نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اس دوران مجھ سے تم نے کسی صورت میں کوئی رابطہ نہیں رکھنا۔ نہ

فون کرنا نہ کسی ٹرانسمیٹر کے ذریعے کال کرنا اور اب جاؤ"۔۔۔۔۔ اینڈریو نے کہا اور کرگاگن نے اینڈریو سے مصافحہ کیا اور اپنا بیگ اٹھا کر وہ تیزی سے ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھ گیا۔ اینڈریو وہیں کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ چند لمحوں بعد ہیلی کاپٹر کے پنکھے گھومنے لگے اور پھر وہ تیزی سے فضا میں بلند ہو کر گھوما اور درختوں کی اوٹ میں جا کر اینڈریو کی نظروں سے اوجھل ہو گیا تو اینڈریو نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیا اور پھر ایک نظر ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے وہ کیپسول بوٹ میں اُتر گیا۔ چند لمحوں بعد مخصوص ساخت کی کیپسول بوٹ پانی کے اندر کسی آبدوز کی طرح اتر کر سطح سے غائب ہو گئی۔ چند لمحوں تک وہاں پانی میں بڑے بڑے بلبلے سے پیدا ہوتے رہے جہاں بوٹ پانی میں غائب ہوئی تھی۔ پھر یہ بلبلے بھی غائب ہو گئے۔

تیز رفتار موٹر بوٹ اپنی پوری رفتار سے چلتی ہوئی کوئن آئی لینڈز کی طرف بڑھی جا رہی تھی۔ عمران سٹیرنگ پر تھا جبکہ کیپٹن شکیل اور صفدر دونوں بوٹ میں خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ عمران نے موٹر بوٹ جانی گھاٹ سے کرائے پر حاصل کی تھی اور جب صفدر اور کیپٹن شکیل وہاں پہنچے تو عمران انہیں لے کر فوراً ہی سمندر میں روانہ ہو گیا۔

"عمران صاحب، آخر یہ چکر کیا ہے! اچانک کسی اینڈریو اور ڈیالی کو تلاش کرنے کا حکم دے دیا گیا اور اب سمندر کی سیر پر روانہ ہو گئے ہیں"۔ ...... صفدر نے مسکراتے ہوئے پوچھا کیونکہ واقعی سیکرٹ سروس کو اب تک ہونے والے تمام واقعات کا قطعی کوئی علم تک نہ تھا۔

"یہ تمہارا باس کیا تم لوگوں پر اعتماد نہیں کرتا"۔ ...... عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"اعتماد نہیں کرتا ۔ کیا مطلب"۔ ...... صفدر نے حیرت بھرے انداز میں چونک کر پوچھا۔

"وہ تمہیں کچھ بتاتا ہی نہیں اور تم سب کچھ مجھ سے ہی پوچھتے رہتے ہو"۔ ...... عمران نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا اور صفدر ہنس دیا جبکہ کیپٹن شکیل صرف مسکرا دیا۔ وہ زیادہ تر خاموش رہنے کا ہی عادی تھا۔

"خبر اگر کسی رپورٹر کے حوالے کر دی جائے تو خود بخود سب تک پہنچ جاتی ہے۔ اس طرح فرداً فرداً سب کو نہیں بتانا پڑتا۔ شاید باس بھی اس اصول پر کام کرتا ہے"۔ ...... صفدر نے کہا اور عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

"تمہارا مطلب میں سمجھ گیا ہوں کہ سیکرٹ سروس میں اسے میں ہی پیٹ کا ہلکا نظر آتا ہوں۔ اس لئے وہ مجھے بتا دیتا ہے کہ میں خود ہی سب کو بتا دوں گا"۔ ...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں نے تو بڑی معزز علامت استعمال کی تھی۔ اب آپ خود ہی کہہ رہے ہیں تو میں کیا کہہ سکتا ہوں"۔ ...... صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اصل بات یہ نہیں صفدر، اصل بات یہ ہے کہ باس عمران صاحب کو بھی شاید اتنا ہی بتاتا ہو گا جتنا ہمیں بتاتا ہے لیکن عمران صاحب کا ذہن چونکہ دو جمع دو چار کرنے میں ماہر ہے۔ اس لئے ساری بات ان کی سمجھ میں آ جاتی ہے"۔ ...... اس بار کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ یہ ہوئی ناں بات، یہی کلیہ میں سلیمان کو سمجھاتا ہوں مگر اس کی سمجھ میں ہی نہیں آتا۔ اس کا کہنا ہے کہ جب کسی سے وصولی کرنی ہو تو دو جمع دو چھ ہوتے ہیں اور جب کسی کو دینا ہو تو دو جمع دو برابر ہے صفر، سیدھا سادھا سا حساب ہے ___ خوبصورت کیپٹن صاحب تم یہی فارمولا سلیمان کو بھی سمجھا دو تو اس کی تنخواہوں کا بل آدھے سے زیادہ کم ہو جائے گا اور میں تمہارے ہونے والے بال بچوں کو اتنی ڈھیر ساری دعائیں دوں گا کہ سارا حساب ہی ختم ہو جائے گا مگر دعائیں ختم نہ ہوں گی" ___ عمران کی زبان موٹر بوٹ سے بھی زیادہ رفتار سے چل رہی تھی۔

"عمران صاحب، آپ اصل بات پھر گول کر گئے" ___ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب، کوئن جزیروں پر جانا ہے آپ نے" ___ اچانک کیپٹن شکیل نے کہا عمران چونک پڑا۔

"اوہ تمہیں کیسے معلوم ہوا" ___ عمران نے چونک کر کہا۔

"اس لئے کہ سامنے وہی نظر آنے لگ گئے ہیں" ___ کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کمال ہے ___ ذہن کے ساتھ ساتھ نظر بھی تیز ہے تمہاری۔ لیکن پھر تمہیں جبری ریٹائر کیوں کر دیا گیا ہے کپتانی سے" ___ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور کیپٹن شکیل بے اختیار ہنس پڑا۔

"ویسے حیرت ہے، میری نظر کمزور ہو گئی ہے کہ جزیرے مجھے تو نظر نہیں آرہے" ___ صفدر نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے ہوئے

کہا کیونکہ واقعی دور دور تک سوائے سمندری لہروں کے اور کچھ نظر نہ آرہا تھا۔

"جزیرے نہیں جزیروں سے ٹکرا کر واپس آنے والی لہریں کیپٹن شکیل کو نظر آنے لگ گئی ہیں۔ یہ نیوی میں رہے ہیں اس لئے لہریں گن کر بھی روزی کما سکتے ہیں" ___ عمران نے کہا اور کیپٹن شکیل بھی مسکرا دیا۔

"ہاں واقعی عمران صاحب درست کہہ رہے ہیں، جزیرے تو ابھی دور ہیں، شاید چھ کلومیٹر کا فاصلہ ہو گا کیونکہ اتنی دور کوئی جزیرہ ہو تو لہروں کی حرکت میں فرق آجاتا ہے لیکن اس فرق کو وہی جانتا ہے جس کی زیادہ عمر سمندر میں ہی گزری ہو۔ البتہ مجھے ویسے معلوم ہے کہ اس طرف کوئن جزیرے ہی واقع ہیں" ___ کیپٹن شکیل نے وضاحت کرتے ہوئے کہا اور صفدر اس طرح سر ہلانے لگا جیسے دو عقلمندوں کے درمیان کوئی احمق آدمی ان کی باتیں سن سن کر اپنے آپ کو عقلمند ثابت کرنے کے لئے مخصوص انداز میں سر ہلانے لگتا ہے۔

"اوہ، اب جزیرے واقعی قریب آگئے ہیں اور ہو سکتا ہے وہاں ہمارا مجرموں سے ٹکراؤ ہو جائے اس لئے میں تمہیں مختصر طور پر حالات بتا دیتا ہوں تاکہ تم پوری طرح ہوشیار رہ کر کام کر سکو" ___ عمران نے یکلخت انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا اور وہ دونوں پوری طرح عمران کی طرف متوجہ ہو گئے۔ عمران نے انہیں ہوٹل نادر کے واقعہ سے لے کر ٹائیگر کی رپورٹ تک مختصر طور پر حالات بتا دیئے اور اس کے ساتھ ہی اس نے بتا دیا کہ چیف نے یہ معلومات اپنے ذرائع سے حاصل کی

ہیں کہ یہ ہیلی کاپٹر تقریباً ایک گھنٹہ پہلے ان کوئن جزیروں میں سے کسی ایک پر اترا ہے چنانچہ ہم اب وہاں اس لئے جا رہے ہیں کہ اگر مجرم ڈاکٹر اخوند سمیت وہاں موجود ہیں تو انہیں کور کر کے ڈاکٹر اخوند کو واپس حاصل کیا جا سکے۔

ویسے اس دوران اب دور سے جزیرے دھبوں کی صورت میں نظر آنے لگ گئے تھے اور عمران نے موٹر لانچ کی رفتار آہستہ کر دی۔

"تم دونوں فرش پر لیٹ جاؤ تاکہ اگر جزیرے پر واقعی وہ لوگ موجود ہیں تو وہ یہی سمجھیں کہ موٹر لانچ پر ایک آدمی آ رہا ہے۔ اس طرح شاید وہ معاملے کو آسان سمجھتے ہوئے لانچ کو جزیرے تک پہنچنے دیں"۔۔۔۔ عمران نے کہا اور صفدر اور کیپٹن شکیل دونوں تیزی سے سیٹوں سے اٹھ کر نیچے لکڑی کے فرش پر سینے کے بل لیٹ گئے۔

"لیکن عمران صاحب، مجرم اس جزیرے پر جا کر کیا کریں گے۔ کیا وہ ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے۔ ہو سکتا ہے وہ اس ہیلی کاپٹر سے کہیں نکل گئے ہوں۔ بین الاقوامی سمندر کے اندر کسی دور دراز جزیرے کی طرف اور وہاں سے وہ کسی جہاز کے ذریعے نکلنے کی پلاننگ رکھتے ہوں"۔۔۔۔ صفدر نے لیٹے لیٹے کہا۔

"ہیلی کاپٹر نے بین الاقوامی سرحد پار نہیں کی، اگر وہ ایسا کرتا تو لازماً سرحدی نیوی ایئر کرافٹس اسے گھیر لیتے کیونکہ کسی بھی پرائیویٹ ہیلی کاپٹر یا جہاز کا بغیر اجازت کے بین الاقوامی سرحد پار کرنا جرم ہے"۔ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا اور صفدر نے سر ہلا دیا۔

جزیرے اب واضح طور پر نظر آنے لگ گئے تھے لیکن ابھی تک

ان جزیروں کی طرف سے کوئی ردعمل ظاہر نہ ہوا تھا اس لئے عمران نے رفتار ایک بار پھر تیز کر دی۔ البتہ اس کی تیز نظریں مسلسل جزیروں کا جائزہ لینے میں مصروف تھیں لیکن ساحلوں پر کوئی آدمی نظر نہ آ رہا تھا وہاں مکمل خاموشی تھی اور پھر تھوڑی دیر بعد لانچ جزیروں کے قریب پہنچ گئی۔ عمران نے پہلے تو ان دونوں جزیروں کے چاروں طرف چکر لگایا اور جب پھر بھی کوئی ردعمل سامنے نہ آیا اور نہ ہی کسی ہیلی کاپٹر کی جھلک نظر آئی تو عمران نے لانچ ایک جزیرے کے پاس روکی اور دوسرے لمحے چھلانگ لگا کر وہ جزیرے پر چڑھ گیا۔ یہ ان دونوں میں چھوٹا جزیرہ تھا۔ عمران نے اس لئے پہلے اس کی چیکنگ کا سوچا تھا۔ کیونکہ اس پر موجود جنگل دوسرے جزیرے کی نسبت سے کم گھنا تھا اور اس پر آسانی سے ہیلی کاپٹر کو اتارا جا سکتا تھا۔ عمران کے بعد صفدر اور کیپٹن شکیل بھی جزیرے پر آ گئے اور موٹر بوٹ کو وہیں پر ہک کر دیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد عمران ایک جگہ رک گیا۔ اس کی نظریں خودرو جھاڑیوں پر جمی ہوئی تھیں جن کے دب جانے سے وہاں ایسے آثار صاف نظر آ رہے تھے کہ یہاں کوئی ہیلی کاپٹر اترا ہے۔

"ہیلی کاپٹر اترنے کے نشانات تو واضح ہیں"۔۔۔۔ صفدر نے کہا اور عمران نے سر ہلا دیا۔

"باقی جزیرہ بھی چیک کر لو"۔۔۔۔ عمران نے چند لمحے ادھر ادھر دیکھنے کے بعد کہا اور صفدر اور کیپٹن شکیل تیزی سے مختلف سمتوں میں دوڑ گئے۔ عمران نے ادھر ادھر کی زمین چیک کرنا شروع کر دی چونکہ پورا جزیرہ خودرو گھاس اور جھاڑیوں سے اٹا ہوا تھا اس لئے وہاں

ہر قسم کے آثار غور کرنے سے نظر آجاتے تھے۔ عمران اِدھر اُدھر دیکھتا ہوا تیزی سے ایک طرف کو بڑھتا گیا اور تھوڑی دیر بعد وہ کنارے پر جا کر رک گیا۔ اس نے اب کنارے کی سائیڈوں کو بغور چیک کرنا شروع کر دیا۔ اسی دوران صفدر اور کیپٹن شکیل بھی وہاں پہنچ گئے۔

"پورا جزیرہ خالی ہے۔ کسی قسم کی کوئی چیز بھی کہیں نظر نہیں آئی۔"۔۔۔۔ صفدر نے کہا۔

"میں نے چیک کر لیا ہے صفدر، یہاں ان کا ہیلی کاپٹر اترا ہے۔ یہ دو افراد ہیں۔ ایک جگہ ایسے نشانات بھی ہیں جیسے وہاں کوئی آدمی لیٹا رہا ہو۔ شاید یہ ڈاکٹر اخوند ہوں جنہیں ظاہر ہے بیہوش رکھا گیا ہو گا۔ اس کے بعد یہ دونوں افراد یہاں آئے ہیں۔ یہاں بھی ڈاکٹر اخوند کو لٹایا گیا ہے اور پھر ان میں سے ایک واپس ساحل والے حصے کی طرف گیا اور واپس آیا ہے اور یہاں اس طرف کوئی بوٹ یا لانچ وغیرہ ہک کی گئی ہے۔ اس پتھر پر اس کے ٹی اینگل ہک کے نشانات موجود ہیں۔ یقیناً ڈاکٹر اخوند کو وہ اسی لانچ میں لے گئے ہیں۔ اس کے بعد ہیلی کاپٹر شاید واپس لے جایا گیا ہے لیکن اب دو باتیں غور کرنے کی ہیں، ایک تو یہ کہ نشانات بتا رہے ہیں کہ ہیلی کاپٹر کو یہاں سے واپس گئے زیادہ دیر نہیں ہوئی۔ اگر وہ دارالحکومت کی طرف جاتا تو لازماً ہم اسے چیک کر لیتے۔ دوسری طرف بین الاقوامی سرحد ہے۔ ادھر پرائیویٹ ہیلی کاپٹر سرحد کراس بھی نہیں کر سکتا۔ اس لئے تیسری سمت ادھر کی ہے۔ وہ ادھر جا کر نارابی بستی کے قریب ساحل پر جا کر اترا ہو گا یا پھر ادھر سے لمبا چکر کاٹ کر دارالحکومت گیا ہو۔ اب آؤ دوسرے پوائنٹ کی طرف، یہ لانچ یا بوٹ جو بھی ہے اگر ساحل کی طرف جاتی،

تو لازماً ہمیں کراس کرتی یا کہیں اور ٹھہرتی تب بھی ہماری نظروں میں ایک بار تو ضرور ہی آجاتی۔ اس طرف بین الاقوامی سرحد ہے۔ ادھر بھی وہ نہیں جا سکتے ورنہ کوسٹ گارڈز والے لازماً چیک کر لیتے اور یہاں سے بین الاقوامی سمندر میں کوئی جزیرہ تقریباً ڈیڑھ سو میل سے کم فاصلے پر نہیں ہے اور اتنا لمبا سفر بین الاقوامی سمندر میں کوئی چھوٹی بوٹ یا لانچ کر ہی نہیں سکتی کیونکہ سمندر اس طرح کافی طوفانی رہتا ہے، پھر یہ لوگ کہاں گئے۔ اگر یہ سوچا جائے کہ بوٹ کو بھی وہ مچھیروں کی بستی نارابی کی طرف لے گئے ہیں تو پھر بوٹ اور ہیلی کاپٹر کو علیحدہ علیحدہ لے جانے کی ضرورت بھی نہ رہتی ہے۔ وہ ہیلی کاپٹر میں ہی ڈائریکٹ اس بستی تک پہنچ سکتے تھے۔"۔۔۔۔ عمران نے باقاعدہ دلیلوں سے ہر پہلو کا ذہنی تجزیہ کرتے ہوئے کہا اور صفدر کے چہرے پر اور کیپٹن شکیل کی آنکھوں میں عمران کے لئے تحسین کے آثار نمودار ہو گئے۔

"آپ نے بالکل درست تجزیہ کیا ہے عمران صاحب اور واقعی یہ دو اہم پوائنٹ قابل غور ہیں۔"۔۔۔۔ صفدر نے کہا اور عمران نے بے اختیار اس طرح آنکھیں بند کر لیں جیسے وہ مراقبہ میں جا کر اصل واقعات کو جاننا چاہتا ہو۔

"عمران صاحب، یہ ٹی اینگل ہک نہیں ہے۔ یہ ڈبلیو ایکس ٹائپ ہک ہے اور ایسے لنگر کیپسول بولٹس میں ہی نصب کئے جاتے ہیں۔"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل کی آواز سنائی دی تو عمران نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ اس نے دیکھا کہ کیپٹن شکیل اس پتھر پر جھکا ہوا تھا جس پر ہک کے نشانات موجود تھے۔ عمران تیزی سے آگے بڑھا اور پھر جھک کر اس نے ان نشانات کو چیک کرنا شروع کر دیا۔

"اوہ تم درست کہہ رہے ہو کیپٹن، یہ واقعی ڈبلیو ایکس تک ہے اور ایسے تک واقعی کیپسول بوٹ میں فکس کئے جاتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ ڈاکٹر اخوند کو کسی آبدوز کے ذریعے یہاں سے لے جایا گیا ہے"۔۔۔۔۔۔ عمران نے سیدھا ہوتے ہوئے کہا۔

"آبدوز میں ۔۔۔ مگر وہ یہاں کیسے آسکتی ہے، چیک نہ ہو جاتی بین الاقوامی سمندری سرحد پار کرتے ہی"۔۔۔۔۔۔ صفدر نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اسے بین الاقوامی سرحد سے دور کھلے سمندر میں روک دیا گیا ہوگا اور پھر کیپسول بوٹ یہاں لائی گئی ہوگی اور ڈاکٹر اخوند کو اس میں ڈال کر آبدوز تک لے جایا گیا ہوگا۔ کیپسول بوٹ خاص طور پر آبدوز کے لئے ہی تیار کی جاتی ہے۔ وہ پانی کے اندر تیزی سے سفر بھی کر سکتی ہے اور آبدوز میں داخل اور باہر بھی آسکتی ہے ورنہ آبدوز کو لازماً سطح سے باہر آنا پڑتا ہے تب ہی کوئی اس کے اندر داخل یا باہر نکل سکتا ہے"۔۔۔۔۔۔ عمران نے تیز تیز لہجے میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"بالکل عمران صاحب آپ درست کہہ رہے ہیں۔ کیپسول بوٹ آبدوز کے لئے ہی مخصوص ہے"۔۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے چونکتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھ گیا ہوں اب ساری پلاننگ، آبدوز کو ان کا آدمی کرگاگن لے کر یہاں آیا۔ اینڈریلو اور ویالی ڈاکٹر اخوند کو لے کر یہاں پہنچے پھر کرگاگن یہاں رہ گیا اور وہ دونوں کیپسول بوٹ کے ذریعے ڈاکٹر اخوند کو لے کر آبدوز میں چلے گئے جبکہ کرگاگن ہیلی کاپٹر کو اڑا کر مچھیروں کی بستی کی طرف لے گیا۔ وہ اسے وہاں چھوڑ کر اطمینان سے دارالحکومت پہنچ جائے گا اور کسی

کو پتہ بھی نہ چل سکے گا"۔۔۔۔۔۔ عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"آپ نے یہ نام بھی تجویز کر دیا ہے"۔۔۔۔۔ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں نے تجویز نہیں کیا، یہ اصل نام ہے کیونکہ اینڈریلو اور ویالی دونوں اپنے ذاتی جیٹ طیارے پر پاکیشیا پہنچے ہیں اور ان کا جیٹ جہاز ایئر پورٹ پر موجود ہے اور وہاں سے ایسا اتھارٹی لیٹر بھی جاری کر دیا گیا ہے کہ اسے کرگاگن نام کا آدمی لے جائے گا"۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"اوہ پھر تو آسانی سے اس کرگاگن کو پکڑا جا سکتا ہے اور اس کے ذریعے اس اینڈریلو اور ویالی تک پہنچا جا سکتا ہے"۔۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"اگر کرگاگن صاحب ایک ماہ تک جیٹ جہاز ہی لینے نہ پہنچے تو پھر اس وقت تک تو ڈاکٹر اخوند ایکریمیا کی کسی خفیہ لیبارٹری میں پہنچ چکا ہوگا اور ایکریمیا میں ہزاروں نہیں تو سینکڑوں خفیہ لیبارٹریاں ہیں جن کا علم شاید ہی کسی کو ہو"۔۔۔۔۔ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا اور اس بار صفدر اور کیپٹن شکیل نے سر ہلا دیئے۔

"عمران صاحب، اگر واقعی کوئی آبدوز اس واقعے میں ملوث ہو تو اسے آسانی سے نیول ہیڈ کوارٹر کے ذریعے ٹریس کیا جا سکتا ہے"۔۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"اگر یہ اینڈریلو اور ویالی آبدوز رکھ سکتے ہیں تو پھر یقیناً یہ ایکریمیا کے سرکاری ایجنٹ ہوں گے۔ کوئی پرائیویٹ آدمی آبدوز ٹائپ کی چیزیں نہیں رکھ سکتا"۔۔۔۔۔ صفدر نے کہا۔

"نہیں سرکاری آبدوز بھیجنے کا رسک ایکریمیا نہیں لے سکتا۔ اس طرح بین الاقوامی پیچیدگیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ یہ یقیناً پرائیویٹ آبدوز ہو گی کیونکہ ایکریمیا میں ایسے افراد اور تنظیمیں موجود ہیں جن کے پاس باقاعدہ لائسنس یافتہ جدید ترین آبدوزیں اور ایئر کرافٹس ہیں"۔۔۔۔ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تو اب"۔۔۔۔ صفدر نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

"آؤ اب واپس چلیں، پہلے تو اس آئیڈیے کی تصدیق ہونی چاہیے کہ کیا واقعی آبدوز پر ہی ڈاکٹر اخوند کو لے جایا گیا ہے"۔۔۔۔ عمران نے واپس مڑتے ہوئے کہا اور تھوڑی دیر بعد ان کی موٹر بوٹ انتہائی تیز رفتاری سے واپس گھاٹ کی طرف اڑی جا رہی تھی۔ عمران کی پیشانی پر شکنیں اور آنکھوں میں گہری سوچ کے تاثرات نمودار تھے۔

"مجھے ساحل پر ڈراپ کر کے تم مغرب کی طرف ساحل کے ساتھ ساتھ جاؤ مجھے یقین ہے کہ ہیلی کاپٹر مچھیروں کی بستی کے قریب کہیں اتارا گیا ہو گا کیونکہ وہاں سے اس کرگاگن کو کوئی نہ کوئی ٹرانسپورٹ مہیا ہو سکتی ہے اور پھر تم دونوں نے اس کرگاگن کو تلاش کرنا ہے جبکہ میں نیول ہیڈ کوارٹر سے اس آبدوز کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہوں"۔۔۔۔ عمران نے گھاٹ قریب آ جانے پر صفدر اور کیپٹن شکیل سے کہا اور کیپٹن شکیل نے آگے بڑھ کر موٹر بوٹ کا کنٹرول عمران کے ہاتھ سے لے لیا۔

آبدوز خاصی تیز رفتاری سے بین الاقوامی سمندر میں اس راستے پر آگے بڑھی جا رہی تھی جسے انٹرنیشنل سی روٹ کہا جاتا تھا۔ یہ راستہ سمندر کے نیچے گہرائی میں بین الاقوامی ادارے کی مخصوص آبدوزوں اور سطح سمندر پر بین الاقوامی ادارے سے متعلق جہازوں اور بڑی لانچوں کے لئے مخصوص تھا اس راستے پر چلنے والی سمندری ٹریفک کو کہیں سے بھی چیک نہ کیا جاتا تھا۔ یہ سارا انتظام صرف اس لئے کیا گیا تھا تاکہ بین الاقوامی ادارے کے تحت سمندر میں بین الاقوامی ادارے کا ہر لحاظ سے کنٹرول قائم رہے۔ یہ آبدوز گو اینڈریو کی ذاتی تھی لیکن اینڈریو نے اس پر باقاعدہ اقوام متحدہ کے سمندر میں ریسرچ کرنے والے ایک مخصوص ادارے انٹرنیشنل سی ریسرچ کا مونوگرام لکھوایا ہوا تھا اور نہ صرف یہ مونوگرام موجود تھا بلکہ آبدوز میں ایسے کاغذات بھی موجود تھے جس کے تحت اس آبدوز کا تعلق انٹرنیشنل سی ریسرچ سے تھا اور یہ کاغذات بالکل اصلی اور ہر قسم کے شک و شبہہ سے پاک تھے۔ اس

لئے اینڈریو انتہائی اطمینان سے پوری دنیا کے سمندروں میں اس آبدوز کو لئے پھرتا رہتا تھا۔

"یہ مشن تو انتہائی آسان اور سادہ ثابت ہوا"۔۔۔۔ ویالی نے مسکراتے ہوئے ساتھ بیٹھے اینڈریو سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں بعض مشنز بظاہر بہت مشکل نظر آتے ہیں لیکن عملی طور پر بیحد آسان ثابت ہوتے ہیں۔ یہ بھی انہی مشنز میں سے ایک ہے"۔۔۔۔ اینڈریو نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ہمیں جب یہ مشن دیا گیا تھا تو ہمیں اس طرح ڈرایا گیا تھا جیسے انتہائی خوفناک مشن ہو گا اور جب انہوں نے ہماری طلب سے بھی زیادہ رقم آفر کر دی تو سچ پوچھیں میں دل میں خوفزدہ ہو گئی تھی کہ نجانے کس قدر خطرناک سا مشن ہمیں سونپا جا رہا ہے"۔۔۔۔ ویالی نے کہا تو اینڈریو مسکرا دیا لیکن پھر اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتا ایک نوجوان ان کے کمرے میں داخل ہوا۔

"باس کیپٹن ہاک آپ کو یاد کر رہے ہیں"۔۔۔۔ نوجوان نے مؤدبانہ لہجے میں اینڈریو سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اچھا"۔۔۔۔ اینڈریو نے کہا اور کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں بھی چلتی ہوں، یہاں اکیلے بیٹھ کر بور ہی ہوں گی"۔۔۔۔ ویالی نے کہا اور اٹھ کر اینڈریو کے پیچھے چل پڑی۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں کیپٹن روم میں داخل ہو گئے۔

"باس، پاکیشیا نیول ہیڈ کوارٹر سے مسلسل کال آ رہی ہے"۔۔۔ کیپٹن ہاک نے اینڈریو سے کیپٹن روم میں داخل ہوتے ہی کہا۔

"پاکیشیا نیول ہیڈ کوارٹر سے، مگر ان کے کال کرنے کا مقصد" اینڈریو نے چونک کر پوچھا۔

"معلوم نہیں ۔۔۔ میں نے سوچا بہتر ہے کہ آپ خود ہی کال اٹنڈ کر لیں"۔۔۔۔ کیپٹن ہاک نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے میں بات کرتا ہوں"۔۔۔۔ اینڈریو نے کہا اور تیزی سے ایک مشین کے سامنے موجود خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"ہیلو ہیلو، پاکیشیا نیول ہیڈ کوارٹر کالنگ، انٹرنیشنل سی ریسرچ سب میرین نمبر الیون سیکشن ڈی۔ ایف۔ او، اوور"۔۔۔۔ اینڈریو کے بٹن دباتے ہی ایک بھاری سی آواز ٹرانسمیٹر پر سنائی دی۔

"یس کیپٹن ہاک اٹنڈنگ، اوور"۔۔۔۔ اینڈریو نے جواب دیا لیکن نام اس نے ساتھ بیٹھے ہوئے کیپٹن ہاک کا ہی لیا کیونکہ سب میرین کے کاغذات کی رو سے ہاک ہی آبدوز کا انچارج تھا۔

"کیپٹن ہاک، تمہاری سب میرین پاکیشیا کی سمندری حدود کے قریب آ کر رکی رہی ہے اور پھر واپس چلی گئی ہے لیکن تم نے پاکیشیا نیول ہیڈ کوارٹر کو اپنی آمد کی کوئی باضابطہ اطلاع نہیں دی کیوں، اوور"۔۔۔۔ بولنے والے کا لہجہ یکلخت سخت ہو گیا۔

"میں انٹرنیشنل پراجیکٹ پر کام کر رہا ہوں، اس لئے میں جب تک کسی بھی ملک کی حدود کراس نہ کروں اس وقت تک کسی رپورٹ دینے کا پابند نہیں ہوں، اوور"۔۔۔۔ اینڈریو نے انتہائی سخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کس پراجیکٹ پر کام کر رہے ہو، تم تفصیل بتاؤ تاکہ انٹرنیشنل

سی ریسرچ ہیڈ کوارٹر سے اس کی تصدیق کی جا سکے، اوور"۔۔۔۔۔۔
بولنے والے نے سخت لہجے میں کہا اور اینڈریو اس کی بات سن کر
بے اختیار چونک پڑا۔

"پراجیکٹ نمبر تھرٹین ۔۔۔ یہ پراجیکٹ سمندری گھاس سے متعلق
ہے۔ تھرٹی سیون سی گراس پر ریسرچ ہو رہی ہے، اوور"۔۔۔۔
اینڈریو نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"کیپٹن ہاک، اب تمہاری منزل کہاں ہے، اوور"۔۔۔۔ دوسری
طرف سے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد پوچھا گیا۔

"سوری، اس سے آپ کا کوئی مطلب نہیں ہے، اوور"۔۔۔۔
اینڈریو نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"مسٹر ہاک، آپ کا انٹرنیشنل سب میرین لائسنس نمبر کیا ہے،
تاکہ ہم اس کی تصدیق کرا سکیں، اوور"۔۔۔۔ دوسری طرف سے
کہا گیا۔

"آخر آپ یہ سب کچھ کیوں پوچھنا چاہتے ہیں، اور آپ کا مقصد
کیا ہے، اوور"۔۔۔۔ اینڈریو نے اس بار انتہائی غصیلے لہجے
میں کہا۔

"غصے میں آنے کی ضرورت نہیں ہے کیپٹن ہاک، کسی بھی ملک
کی سمندری حدود سے اس قدر قریب کسی آبدوز کا ٹھہرے رہنا انتہائی
مشکوک ہوتا ہے یا تو آپ باقاعدہ ہمیں اطلاع دیتے اس لئے یہ ہمارا
بین الاقوامی حق ہے کہ ہم آپ کے متعلق اور آپ کی آبدوز کے متعلق
مکمل کوائف کی تصدیق کریں، اوور"۔۔۔۔ دوسری طرف سے

طنزیہ لہجے میں کہا گیا اور اینڈریو نے دانت پیستے ہوئے کیپٹن ہاک
کا لائسنس نمبر بتا دیا۔

"او۔کے، ویسے ایک بات کا خیال رکھیں کیپٹن ہاک، اگر آپ
کی آبدوز کسی ایسے جرم سے متعلق ہے جس کا تعلق پاکیشیا سے ہے تو
پھر آپ چاہے دنیا کے کسی حصے میں ہی کیوں نہ ہوں آپ کی موت
آپ کے بالکل قریب رہے گی، اوور اینڈ آل"۔۔۔۔ دوسری طرف
سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

"اوہ، اوہ یقیناً انہیں ہم پر مکمل شک ہو گیا ہے۔ اس لئے اب
ہمیں فوری طور پر یہ آبدوز چھوڑنی پڑے گی"۔۔۔۔ اینڈریو نے
تیز لہجے میں کہا اور پھر اس نے تیزی سے سامنے موجود مشین کی ایک
ناب کو گھمانا شروع کر دیا۔ وہ ایک مخصوص فریکوئنسی سیٹ کر رہا تھا
اس کا چہرہ ستا ہوا تھا جبکہ اس کے پیچھے کھڑی ہوئی ڈیالی کے
چہرے پر ہلکے سے خوف کے تاثرات ابھر آئے۔

"ہیلو ہیلو، اے، وی کالنگ، اوور"۔۔۔۔ اینڈریو نے
اس بار اپنے اصل لہجے میں چیخ چیخ کر کال کرتے ہوئے کہا۔

"یس اے۔ وی ہیڈ کوارٹر۔ فرینک اٹنڈنگ، اوور"۔۔۔۔
چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے ایک تیز آواز سنائی دی۔

"فرینک، فوراً ایم۔ وی ایجنٹ کارل کو آرڈر کر دو کہ وہ اپنا سپیشل
ہیلی کاپٹر لے کر بحر ہند میں ڈی۔ جی جزیرے پر پہنچ جائے، ہم زیادہ
سے زیادہ دو گھنٹوں کے اندر وہاں پہنچ رہے ہیں۔ ہم ڈی۔ جی سے
کارل کے ہیلی کاپٹر پر اے۔ جی تک سفر کریں گے اور پھر اے۔ جی

سے ہیڈ کوارٹر ہیلی کاپٹر کے ذریعے بلاسا پہنچیں گے، سمجھ گئے ہو، اوور"
اینڈریو نے تیز لہجے میں کہا۔

"یس باس، کارل ہیلی کاپٹر لے کر ڈی، جی جزیرے پر پہنچ جائے گا اور آپ کو پک کر کے اسے۔ جی پر چھوڑ دے، جہاں ہیڈ کوارٹر کا مخصوص ہیلی کاپٹر آپ کا منتظر ہوگا اور وہاں سے آپ اس ہیلی کاپٹر پر ہیڈ کوارٹر پہنچیں گے، اوور"۔ ——— فرینک نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کارل سے کہنا میرے اور مادام ویالی کے نمبر بھتری کا غذات ساتھ لیتا آئے۔ اس کے ساتھ ایک عام آدمی کے کاغذات بھی چاہییں، سمجھ گئے ہو، اوور"۔ ——— اینڈریو نے ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

"یس باس، اوور"۔ ——— فرینک نے جواب دیا۔

"اوور اینڈ آل"۔ ——— اینڈریو نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

"ہاک اب تم آبدوز کا رخ موڑ دو اور ہمیں ڈیگو گارشیا پر چھوڑ کر خود اسی انٹرنیشنل روٹ پر سفر کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہنا"۔ ——— اینڈریو نے پاس بیٹھے ہوئے کیپٹن ہاک سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس باس"۔ ——— ہاک نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور اینڈریو تیزی سے کرسی سے اٹھا اور مڑ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"آخر تم اس قدر گھبرا کیوں گئے ہو۔ میرے خیال میں تو یہ پاکیشیا والے ویسے ہی رسماً یہ سب کچھ کہہ رہے تھے، انہیں کیسے علم ہو سکتا ہے کہ ہم نے یہ واردات کی ہے"۔ ——— ویالی نے اس کے پیچھے آتے ہوئے کہا۔

"جو کچھ بھی ہے ویالی، میں مشن کے دوران کسی قسم کا رسک نہیں لینا چاہتا۔ ویسے میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ ان لوگوں کو کسی پُراسرار طریقے سے اس بات کا علم ہو چکا ہے کہ ڈاکٹر اخوند اس آبدوز میں لے جایا جا رہا ہے"۔ ——— اینڈریو نے واپس اپنے خاص کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا اور ویالی ہونٹ بھینچ کر خاموش ہو گئی۔ ظاہر ہے وہ اب اینڈریو سے کیا بحث کرتی لیکن اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ یہی سمجھ رہی ہے کہ اینڈریو خواہ مخواہ گھبراہٹ کا شکار ہو گیا ہے۔

سیاہ رنگ کی بڑی سی کار تیزی سے نیول آفیسرز کالونی کی طرف
جانے والی سڑک پر دوڑی چلی جا رہی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر نیوی کا
ڈرائیور تھا جبکہ ساتھ والی سیٹ پر عمران بیٹھا ہوا تھا۔ کار نیول ہیڈکوارٹر
سے کمانڈر کی ذاتی تھی۔ عمران نے نیول ہیڈکوارٹر کے چیکنگ کمپیوٹر
کی مدد سے ایک ایسی آبدوز کا سراغ لگا لیا تھا جو کہ پاکیشیا کی سمندری
حدود کے قریب کئی گھنٹے تک ٹھہری رہی تھی لیکن چونکہ یہ آبدوز انٹرنیشنل
ادارے سے متعلق تھی اور پھر بین الاقوامی سمندری حدود میں رہی تھی
اس لئے پاکیشیا نیول ہیڈکوارٹر نے اس سے کچھ تعرض نہ کیا تھا۔
لیکن عمران کے کہنے پر کمانڈر نے لانگ رینج آپریٹر کو حکم دیا تھا کہ
اس آبدوز سے خصوصی رابطہ قائم کیا جائے اور پھر اس سے رابطہ قائم
ہونے پر عمران نے خود ہی آواز بدل کر اس لانچ کے کیپٹن سے
بات چیت کی تھی لیکن گو کیپٹن ہاک نے جو کچھ بتایا تھا وہ انٹرنیشنل

ادارے سے چیکنگ کے بعد درست ثابت ہوا تھا لیکن نجانے کیا بات
تھی کہ عمران کی چھٹی حس اس سے مطمئن نہ تھی۔ اسے مکمل یقین تھا کہ
اس آبدوز کے ذریعے ہی ڈاکٹر اخوند کو اغوا کر کے ایکریمیا لے جایا جا
رہا ہے چنانچہ اس نے فوری طور پر ایک لائحہ عمل سوچا اور اب وہ
کمانڈر کی ذاتی کار میں نیول آفیسرز کالونی کی طرف بڑھا جا رہا تھا،
جہاں پاکیشیا نیوی کا ایک ایسا کیپٹن رہائش پذیر تھا جو طویل عرصہ
انٹرنیشنل ادارے سے منسلک رہا تھا اس کا نام کیپٹن فیروز تھا۔ وہ
چونکہ آج کل رخصت پر تھا اس لئے عمران اس کی رہائش گاہ پر
خود جا رہا تھا۔ ڈرائیور نے کالونی میں داخل ہو کر ایک چھوٹی سی کوٹھی
کے گیٹ کے سامنے کار روک دی اور پھر نیچے اتر کر اس نے ستون
پر لگا ہوا کال بیل کا بٹن دبا دیا۔ چند لمحوں بعد پھاٹک کھلا اور ایک
نوجوان باہر نکل آیا جس کے جسم پر نیوی کی ہی یونیفارم تھی لیکن یونیفارم
کے مطابق وہ عام سا سی مین تھا۔

”کمانڈر الیاس صاحب نے کیپٹن صاحب سے فون پر بات کی
ہو گی، صاحب ان سے ملنے آئے ہیں“ ——— ڈرائیور نے اس
سی مین سے کہا۔

”اوہ یس سر آ جائیے —— صاحب آپ کے ہی منتظر ہیں“ ——
سی مین نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا اور جب تک ڈرائیور واپس کار
میں بیٹھتا اس نے پھاٹک پوری طرح کھول دیا۔ ڈرائیور کار اندر لے
گیا۔ پورچ میں ایک سفید رنگ کی کار موجود تھی۔ ڈرائیور نے اس
کے پیچھے کار روک دی۔

"تم میرا یہاں انتظار کرو گے" ـــــ عمران نے کار سے نیچے اترتے ہوئے ڈرائیور سے کہا اور ڈرائیور نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

عمران کار سے اتر کر جیسے ہی برآمدے کی طرف بڑھا ایک ادھیڑ عمر چھریرے بدن کا آدمی جس کے جسم پر گھریلو لباس تھا آگے بڑھا۔

"مجھے کیپٹن فیروز کہتے ہیں" ـــــ آنے والے نے مسکراتے ہوئے کہا اور مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا

"علی عمران" ـــــ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"آئیے ـــ کمانڈر صاحب نے مجھے فون کر دیا ہے اور آپ کا تفصیلی تعارف بھی کروایا ہے" ـــــ کیپٹن فیروز نے بھی سنجیدہ لہجے میں کہا اور واپس برآمدے کی طرف مڑ گیا۔ عمران اس کے پیچھے چل پڑا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک چھوٹے لیکن خوبصورت انداز میں سجے ہوئے ڈرائینگ روم میں موجود تھے۔

"آپ کیا پینا پسند فرمائیں گے، گرم یا ٹھنڈا" ـــــ کیپٹن فیروز نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"کیپٹن فیروز، معاملات انتہائی سنجیدہ ہیں اس لئے یہ رسمیات وغیرہ فی الحال چھوڑ دیں" ـــــ عمران کے لہجے میں چٹانوں کی سی سختی تھی۔

"اوہ ٹھیک ہے، فرمائیے میں کیا خدمت کر سکتا ہوں" ـــــ کیپٹن فیروز نے ہونٹ سکوڑتے ہوئے کہا اور عمران نے جیب سے ایک رول شدہ نقشہ نکالا۔ یہ نقشہ وہ کمانڈر سے ساتھ لے آیا تھا۔

اس نے نقشہ درمیانی میز پر کھول دیا۔

"کیپٹن فیروز آپ کو کمانڈر نے بتا دیا ہو گا کہ ان معاملات کا تعلق سیکرٹ سروس سے ہے اور سیکرٹ سروس صرف اسی کام میں ہاتھ ڈالتی ہے جس میں ملکی مفادات اور ملکی سلامتی کا تعلق ہوتا ہے اس لئے پلیز آپ اپنے ذہن کو پوری طرح متوجہ کر لیں۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ طویل عرصہ تک انٹرنیشنل سی رلیسرچ ادارے سے متعلق رہے ہیں اس لئے میں آپ کے پاس آیا ہوں" ـــــ عمران نے باقاعدہ تقریر کر ڈالی۔ اس وقت وہ اس قدر سنجیدہ تھا کہ اگر کیپٹن فیروز کو بتایا جاتا کہ یہ شخص کبھی سنجیدہ نہیں رہتا تو شاید کیپٹن فیروز مر کر بھی بتانے والے کی بات پر یقین نہ کرتا۔

"آپ کو درست بتایا گیا ہے مسٹر علی عمران، میں نے پانچ سال انٹرنیشنل رلیسرچ ادارے کی آبدوز میں کام کیا ہے۔ میں پاکیشیا نیوی سے ڈیپوٹیشن پر ایک سال کے لئے گیا تھا لیکن میری کارکردگی کی وجہ سے ادارے کے حکام نے یہ عرصہ بڑھا دیا۔ مجھے واپس آئے صرف آٹھ ماہ ہوئے ہیں" ـــــ کیپٹن فیروز نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"او۔ کے، میں آپ کو پہلے مختصر سا پس منظر بتا دوں" ـــــ عمران نے اس بار قدرے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے بعد اس نے ڈاکٹر اخوند کے اغوا سے لے کر جزیرے تک پہنچنے اور وہاں سے اس بات کا اندازہ لگاتے کہ ڈاکٹر اخوند کو کس آبدوز میں لے جایا گیا ہے۔ نیول ہیڈ کوارٹر جانے اور وہاں اس انٹرنیشنل ادارے کی آبدوز

کو چیک کرنے اور اس کے کیپٹن ہاک سے گفتگو کرنے تک مختصر واقعات سنا دیئے۔

" میں بھی سیکشن ڈی۔ ایف۔ او میں کام کرتا رہا ہوں لیکن اس سیکشن میں کوئی کیپٹن ہاک نامی نہیں ہے اور دوسری بات یہ کہ سیکشن ڈی۔ ایف۔ او تو سمندر کی گہرائی میں ملنے والی ایک مخصوص دھات کو تلاش کرنے کا کام کرتا ہے۔ اس دھات کی مدد سے سمندر کے اندر آکسیجن کی مقدار کو حسبِ منشا بڑھایا جاسکتا ہے۔ انتہائی نایاب دھات ہے"۔۔۔۔ کیپٹن فیروز نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" یہ ٹیپ سنیں، شاید یہ آواز آپ نے سنی ہو"۔۔۔۔ عمران نے جیب سے ایک چھوٹا سا ٹیپ ریکارڈ نکال کر نقشے کے اوپر رکھتے ہوئے کہا اور اس کا بٹن دبا دیا۔ دوسرے لمحے ٹیپ سے کیپٹن ہاک کی آواز سنائی دینے لگی۔ یہ اسی کال کا ٹیپ تھا جو عمران نے اس آبدوز کے کیپٹن کو کی تھی۔

" نہیں! ایسی آواز اس سیکشن کے کسی کیپٹن کی نہیں ہے۔ میں تقریباً تمام کیپٹنز سے بخوبی واقف ہوں۔ پانچ سال کا طویل عرصہ میں نے ان کے درمیان گزارا ہے"۔۔۔۔ کیپٹن فیروز نے ٹیپ ختم ہونے پر انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

" لیکن انٹرنیشنل ہیڈ کوارٹر نے اس کی تصدیق کی ہے کہ کیپٹن ہاک کا لائسنس نمبر بھی درست ہے اور یہ آبدوز واقعی اس سیکشن میں رجسٹرڈ ہے اور فیلڈ میں ہے"۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

" ہوسکتا ہے درست ہو، لیکن کم از کم میرے ذاتی نالج میں نہیں ہے"۔۔۔۔ کیپٹن فیروز نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" او۔ کے، آپ مجھے اس نقشے میں بتائیے کہ اس سیکشن کی آبدوزیں کس علاقے میں زیادہ کام کرتی ہیں اور انٹرنیشنل روٹ کہاں سے کہاں تک ہے"۔۔۔۔ عمران نے ٹیپ آف کر کے اسے واپس جیب میں ڈالتے ہوئے کہا اور کیپٹن فیروز نقشے پر جھک گیا۔

پھر اس نے انٹرنیشنل روٹ کے بارے میں اور سیکشن ڈی۔ ایف۔ او کی کارکردگی کے علاقوں کے بارے میں تفصیلات بتانا شروع کر دیں۔

" اوہ اس کا مطلب ہے کہ جزیرہ اگالیگا میں اس سیکشن کا سب ہیڈ کوارٹر موجود ہے تو لازماً یہ آبدوز وہاں رپورٹ کرے گی"۔۔۔۔ عمران نے چونک کر کہا۔

" جی ہاں، کرنی تو چاہیے"۔۔۔۔ کیپٹن فیروز نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

" وہاں کا انچارج کون ہے۔ کیا آپ اسے جانتے ہیں"۔۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

" جی ہاں، اس سب ہیڈ کوارٹر کا انچارج صومالیہ کا کمانڈر آرکسی ہے۔ وہ میرا بے تکلف دوست رہا ہے کیونکہ اگالیگا پر میں نے کافی عرصہ گزارا ہے"۔۔۔۔ کیپٹن فیروز نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" کیا آپ لانگ رینج ٹرانسمیٹر پر اس کمانڈر سے بات کر کے اس آبدوز کے متعلق معلومات حاصل کر سکتے ہیں"۔۔۔۔ عمران نے امید بھرے لہجے میں پوچھا۔

" بالکل کر سکتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ کمانڈر آرکسی مجھ سے کچھ نہ چھپائے گا لیکن میرے پاس یہاں لانگ رینج ٹرانسمیٹر تو موجود نہیں ہے"۔۔۔۔ کیپٹن فیروز نے کہا۔

" باہر کار کی ڈگی میں موجود ہے، میں ہیڈ کوارٹر سے ساتھ لے آیا تھا کہ شاید ضرورت پڑ جائے"۔۔۔۔ عمران نے کہا اور صوفے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

" ٹھہریئے میں منگوا لیتا ہوں"۔۔۔۔ کیپٹن فیروز نے عمران کو اٹھتے دیکھ کر کہا۔

" اتنا وقت نہیں ہے کیپٹن کہ ان رسمیات میں اسے ضائع کیا جاسکے"۔۔۔۔ عمران نے تیز لہجے میں کہا اور لمبے لمبے قدم اٹھاتا ڈرائینگ روم سے باہر نکل آیا۔ کیپٹن فیروز حیرت سے کندھے اچکا کر رہ گیا۔ تھوڑی دیر بعد عمران واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک جدید قسم کا لانگ رینج ٹرانسمیٹر موجود تھا۔

" لیجئے اور فریکوئنسی سیٹ کر کے کمانڈر آرکسی کو کال کر کے اس آبدوز سے متعلق بات کیجئے"۔۔۔۔ عمران نے نقشے کو ایک طرف ہٹا کر ٹرانسمیٹر کو درمیانی میز پر رکھتے ہوئے کہا اور کیپٹن فیروز اس پر جھک گیا۔ عمران اسے فریکوئنسی ایڈجسٹ کرتے دیکھتا رہا۔

" ہیلو ہیلو، کیپٹن فیروز کالنگ، کمانڈر آرکسی، اوور"۔۔۔۔ فریکوئنسی سیٹ کر کے کیپٹن فیروز نے مسلسل کال کرنا شروع کر دیا۔

" یس کمانڈر راکسی اٹنڈنگ، اوور"۔۔۔۔ چند لمحوں بعد ایک نامانوس سی آواز ٹرانسمیٹر سے نکلی، لہجے میں حیرت نمایاں تھی۔

" کیسے ہو کمانڈر راکسی، میں پاکیشیا سے کیپٹن فیروز بول رہا ہوں اوور"۔۔۔۔ کیپٹن فیروز نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" اوہ اوہ تم کیپٹن فیروز، تم کیسے ہو۔ جب سے گئے ہو ایک بار بھی کال نہیں کی، خیریت سے ہو، یار واپس آجاؤ تمہارے بغیر واقعی دل بہت اداس رہتا ہے، اوور"۔۔۔۔ کمانڈر راکسی نے انتہائی پرخلوص لہجے میں کہا۔

" کوشش کروں گا کمانڈر، بہر حال یہ کال میں نے ایک خاص مقصد کے لئے کی ہے۔ بات یہ ہے کہ سیکشن ڈی۔ ایلف۔ او میں ایک آبدوز نمبر الیون ہے۔ اس کا کیپٹن ہاک ہے۔ کیا تم اسے جانتے ہو، اوور"۔۔۔۔ کیپٹن فیروز نے کہا۔

" نمبر الیون اور کیپٹن ہاک۔۔۔ کیا کہہ رہے ہو۔ ہمارے سیکشن میں میں تو صرف نو آبدوزیں ہیں، تم اچھی طرح جانتے ہو اور کیپٹن ہاک کا تو نام بھی میں تمہارے منہ سے پہلی بار سن رہا ہوں، مسئلہ کیا ہے، اوور"۔۔۔۔ کمانڈر راکسی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" مسئلہ صرف اتنا ہے کہ اس آبدوز کی اندرونی تلاشی لینی ہے۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس کو اطلاع ملی ہے کہ اس آبدوز کو ایک جرم میں استعمال کیا گیا ہے اور ہمارے ملک کے ایک اہم سائنسدان کو اغوا کر کے اس آبدوز میں لے جایا جا رہا ہے۔ اس آبدوز سے بات چیت بھی ہوئی ہے۔ اس نے اپنے متعلق یہ تفصیلات بتائی ہیں اور لازماً یہ آبدوز تمہارے سب ہیڈ کوارٹر میں رپورٹ کرے گی، اوور"۔۔۔۔ کیپٹن فیروز نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"میرے ہیڈ کوارٹر کیسے رپورٹ کرے گی جبکہ آج تک تو ایسی کسی آبدوز نے رپورٹ نہیں کی۔ کیا تم مجھے اس سے ہونے والی گفتگو سنوا سکتے ہو۔ شاید اس طرح میں آواز پہچان جاؤں' اوور"۔۔۔۔ کمانڈر راکسی نے کہا۔

"ٹھیک ہے' میں ٹیپ آن کرتا ہوں"۔۔۔۔ عمران نے کیپٹن فیروز کے دیکھنے پر اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا اور جیب سے وہی ٹیپ ریکارڈ نکال کر اس نے پہلے اسے ریوائنڈ کیا اور کیپٹن فیروز کو اشارہ کرتے ہوئے اس کا بٹن دبا دیا۔

"ہیلو کمانڈر کال سنو . . ."۔۔۔۔ کیپٹن فیروز نے بٹن دباتے ہوئے کہا اور جب تک ٹیپ چلتا رہا وہ خاموش بیٹھا رہا پھر اس نے اوور کہہ کر بٹن دبا دیا۔

"نہیں کیپٹن' یہ آواز میں نے پہلے کبھی نہیں سنی' میرے لئے یہ قطعی اجنبی ہے' اوور"۔۔۔۔ کمانڈر راکسی نے کہا۔

"او۔ کے' بہرحال خیال رکھنا' اگر کوئی ایسی لانچ سب ہیڈ کوارٹر کی رینج میں آئے تو ہمارے نیول ہیڈ کوارٹر کو کال کر کے میرے نام پیغام دے دینا' مجھ تک پہنچ جائے گا' اوور"۔۔۔۔ کیپٹن فیروز نے کہا۔

"ٹھیک ہے' میں خیال رکھوں گا' اوور"۔۔۔۔ دوسری طرف سے کمانڈر راکسی نے جواب دیا اور کیپٹن فیروز نے اوور اینڈ آل کہہ کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

"شکریہ کیپٹن فیروز' آپ نے خاصا تعاون کیا ہے۔ اگر پھر ضرورت

پڑی تو آپ کو ضرور تکلیف دی جائے گی"۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ نہیں عمران صاحب' اس میں شکریہ کی کونسی بات ہے۔ اپنے ملک کے لئے کام کرنا تو میرا فرض ہے"۔۔۔۔ کیپٹن فیروز نے کہا اور عمران نے نقشہ رول کر کے ہاتھ میں لیا اور پھر کیپٹن فیروز سے مصافحہ کر کے اس نے لانگ رینج ٹرانسمیٹر اٹھایا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ ٹیپ ریکارڈر وہ پہلے ہی جیب میں ڈال چکا تھا۔

"ڈرائیور تم مجھے پرنس ہوٹل کے سامنے ڈراپ کر کے کار واپس لے جاؤ اور یہ نقشہ اور یہ ٹرانسمیٹر کمانڈر کو دے دینا"۔۔۔۔ عمران نے کوٹھی سے باہر آتے ہی ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور ڈرائیور نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد کار نے اسے پرنس ہوٹل کے سامنے ڈراپ کر دیا اور عمران تیز تیز قدم اٹھاتا عمارت کے اندرونی گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ ابھی گیٹ تک پہنچا ہی تھا کہ گیٹ میں سے ٹائیگر باہر نکلا۔ وہ عمران کو دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔

"باس میں نے معلوم کر لیا ہے"۔۔۔۔ ٹائیگر نے جلدی سے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا۔

"مجھے معلوم ہے' جو کچھ تم نے معلوم کیا ہے کہ اینڈریو اور ویالی یہاں رہائش پذیر رہے ہیں اور یہاں کے منیجر سے ہیلی کاپٹر لے کر گئے ہیں"۔۔۔۔ عمران نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یس باس' میں نے ان کے کمروں کی تلاشی بھی لی ہے لیکن کمرے خالی پڑے ہوئے ہیں"۔۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا۔

"منیجر موجود ہے، جس نے ہیلی کاپٹر کرایہ پر دیا ہے؟" ——— عمران نے پوچھا۔

"لیس باس موجود ہے۔" ——— ٹائیگر نے جواب دیا۔

"او کے، وہاں لے چلو مجھے، لیکن تم باہر ہی رہنا، صرف وہاں تک پہنچا دو۔" ——— عمران نے کہا اور ٹائیگر سر ہلاتا ہوا دوبارہ مین گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ اور تھوڑی دیر بعد وہ دونوں کاؤنٹر کے ساتھ جانے والی راہداری میں سے ہوتے ہوئے ایک دروازے پر پہنچ گئے جس پر منیجر کی تختی نصب تھی۔

"منیجر کا نام قاسم ہے اور وہ اندر موجود ہے۔" ——— ٹائیگر نے دروازے کی سائیڈ پر رکتے ہوئے کہا۔

"او کے، تم باہر جاؤ میں آ رہا ہوں۔" ——— عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور ٹائیگر واپس مڑ کر ہال کی طرف بڑھ گیا۔ عمران نے دروازے پر دباؤ ڈالا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔ عمران اندر داخل ہو گیا۔ خاصا شاندار انداز میں سجا ہوا دفتر تھا اور بڑی سی میز کے پیچھے ایک ادھیڑ عمر آدمی بیٹھا ہوا تھا۔

"اوہ عمران صاحب آپ۔" ——— ادھیڑ عمر آدمی نے عمران کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر چونک کر کہا اور دوسرے لمحے ایک جھٹکے سے کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے ساتھ ساتھ قدرے خوف کے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے۔

"تم مجھے کیسے جانتے ہو۔" ——— عمران نے ہونٹ سکوڑتے ہوئے پوچھا۔

"آپ کو کون نہیں جانتا عمران صاحب، سپرنٹنڈنٹ فیاض کی وجہ سے آپ کا تفصیلی تعارف سب کو ہی حاصل ہے۔" ——— منیجر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"او کے پھر بیٹھ جاؤ اور میرے سوالات کا جواب دو۔ تم پاکیشیا کے خلاف ہونے والے ایک خوفناک جرم میں شامل رہے ہو۔ مجھے یقین ہے کہ تم دانستہ اس میں شامل نہیں۔ اس لئے جو کچھ پوچھوں اس کا صحیح اور درست جواب دینا۔ اگر تم نے ایک بھی غلط جواب دیا تو پھر میں اس نتیجے پر پہنچ جاؤں گا کہ تم دانستہ اس جرم میں شامل ہو اور جانتے ہو کہ اس کا نتیجہ کیا نکلے گا۔" ——— عمران کے لہجے میں بے حد کھردرا پن تھا۔

"اوہ اوہ عمران صاحب، میری تو پوری سروس ہی بے داغ ہے۔ آپ تو ملک کے خلاف جرم کی بات کر رہے ہیں میں نے تو کبھی کوئی معمولی سا جرم بھی نہیں کیا۔" ——— ادھیڑ عمر منیجر کے چہرے پر شدید ترین خوف کے آثار ابھر آئے۔

"تمہارا نام قاسم ہے۔" ——— عمران نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے اسی طرح سخت لہجے میں پوچھا۔

"جی ہاں قاسم ہے۔" ——— منیجر نے ایسے لہجے میں جواب دیا جیسے حلق میں موجود پانی کا گھونٹ نکل رہا ہو۔

"تم نے اس اینڈرلو اور ڈیالی سے خود بات چیت کی تھی۔" ——— عمران نے پوچھا۔

"جی ہاں، وہ میرے دفتر میں آئے تھے چونکہ بین الاقوامی ٹورسٹ کارڈز تھے ان کے پاس اس لئے میں نے ان کی مانگ کے مطابق انہیں

ہیلی کاپٹر مہیا کر دیا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے مجھے پولیس کی طرف سے اطلاع ملی ہے کہ میرا ہیلی کاپٹر مچھیروں کی بستی نارابی کے قریب خالی کھڑا ہوا ہے"۔ ——— منیجر قاسم نے جلدی جلدی جواب دیتے ہوئے کہا۔

" میں تمہیں ایک ٹیپ سنواتا ہوں۔ تم اسے سن کر مجھے بتاؤ کہ یہ آواز تم نے پہلے تو نہیں سنی"۔ ——— عمران نے کہا اور جیب سے وہی ٹیپ ریکارڈر نکال لیا۔ منیجر قاسم کے یہ بتانے پر بھی کہ ہیلی کاپٹر مچھیروں کی بستی کے قریب کھڑا ملا ہے اسے اپنے آئیڈیے پر اب کامل یقین آ گیا تھا کہ ڈاکٹر اخوند کو اسی آبدوز میں لے جایا جا رہا ہے اور اسی خیال کے ساتھ ہی اس کے ذہن میں یہ بات بھی آئی تھی کہ ہوسکتا ہے کہ کیپٹن ہاک کے نام سے وہ اینڈریو خود بات کر رہا ہو۔ اس لئے اس نے ٹیپ سنوانے والی بات کر دی تھی ورنہ پہلے وہ یہاں صرف اس لئے آیا تھا تاکہ منیجر سے اس کے ہیلی کاپٹر کے بارے میں تفصیلات معلوم کر سکے۔

" جی! اگر میں جانتا ہوا تو ضرور بتاؤں گا"۔ ——— منیجر قاسم نے کہا۔ عمران نے ٹیپ کو ریوائنڈ کیا اور پھر اس کا بٹن دبا دیا اور ٹیپ سے آواز نکلنے لگی۔

" اوہ اوہ یہ اینڈریو کی آواز ہے جناب، میں اچھی طرح پہچانتا ہوں مگر یہ تو کوئی کیپٹن ہاک بات کر رہا ہے"۔ ——— منیجر قاسم نے چونک کر کہا۔

" غور سے سنو یہ انتہائی اہم بات ہے"۔ ——— عمران نے سر

ہلاتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں میں چمک سی لہرا گئی تھی۔

" عمران صاحب، میں حتمی طور پر یقین سے کہہ رہا ہوں کہ یہ اینڈریو کی آواز ہے"۔ ——— منیجر قاسم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" او۔ کے شکریہ، تم نے ایک بڑا مسئلہ حل کر دیا ہے"۔ ——— عمران نے ٹیپ آف کی اور اسے جیب میں ڈال کر وہ تیزی سے مڑا اور چند لمحوں بعد ہی وہ منیجر کے کمرے سے نکل کر تیزی سے ہال کی طرف بڑھا جا رہا تھا۔ اب یہ بات سو فیصد یقینی ہو گئی تھی کہ اس آبدوز میں ہی ڈاکٹر اخوند موجود ہے۔

آبدوز بحرِ ہند میں واقع ایک غیر آباد چھوٹے سے جزیرے ڈیگو گارشیا سے کافی فاصلے پر رک گئی کیونکہ جزیرے کے قریب سمندر کی گہرائی خاصی کم تھی اور آبدوز وہاں تک نہ پہنچ سکتی تھی اس لئے آبدوز کے رکتے ہی اینڈریو اور ویالی بیہوش ڈاکٹر اخوند کو اٹھائے کیپسول بوٹ میں منتقل ہو گئے۔ ڈاکٹر اخوند کو مسلسل طاقت کے انجکشن لگائے جاتے رہے تھے تاکہ طویل بیہوشی کے دوران اس کی قوت بحال رہے۔ ویالی کے ہاتھ میں ایک بیگ تھا جس میں جدید ترین میک اپ باکس بھی تھا۔ کیپسول بوٹ نے انہیں جزیرے کے ساحل پر پہنچایا اور پھر واپس آبدوز کی طرف چلی گئی۔

"باس باس، ہیلی کاپٹر اندر موجود ہے۔" ——— اسی لمحے ایک درخت کے پیچھے سے ایک لمبے تڑنگے آدمی نے نمودار ہوتے ہوئے کہا۔

"گڈ کارل، تم پہنچ گئے ہو ——— اٹھاؤ اسے۔" ——— اینڈریو

نے اس لمبے تڑنگے ایکریمین کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں دس منٹ پہلے پہنچا ہوں باس۔" ——— کارل نے کہا اور آگے بڑھ کر اس نے ڈاکٹر اخوند کو اٹھا کر کاندھے پر لاد لیا۔

"کاغذات لے آئے ہو۔" ——— اینڈریو نے پوچھا۔

"یس باس، ہیلی کاپٹر میں موجود ہیں۔" ——— کارل نے جواب دیا اور وہ تینوں تیزی سے جزیرے کے اندرونی طرف کو بڑھ گئے۔ کافی آگے درختوں کے اندر ایک کھلی جگہ پر ایک بڑا مگر انتہائی تیز رفتار ہیلی کاپٹر موجود تھا۔ ہیلی کاپٹر پر اقوام متحدہ کے ادارے یونیسف کا نشان واضح طور پر موجود تھا۔ یہ ادارہ بچوں کی بہبود کے لئے قائم کیا گیا تھا اور یہ ادارہ خاص طور پر افریقہ کے انتہائی پس ماندہ ممالک میں کام کرتا رہتا تھا۔ چونکہ کارل کا تعلق اس ادارے سے تھا اس لئے اس نے اس ہیلی کاپٹر پر بھی اس ادارے کا نشان بنوایا ہوا تھا انہوں نے چونکہ صومالیہ، ایتھوپیا، کینیا، یوگنڈا اور زائرے کو کراس کرتے ہوئے کیمرون سے ہوتے ہوئے اس کی بندرگاہ اے۔جی تک پہنچنا تھا۔ اس لئے اس ہیلی کاپٹر کو کہیں بھی چیک نہیں کیا جا سکتا تھا اور وہ راستے میں اطمینان سے فیول بھی لے سکتے تھے اور کہیں پڑاؤ بھی ڈال سکتے تھے۔ اینڈریو کے کہنے پر کارل نے ڈاکٹر اخوند کو ہیلی کاپٹر کے عقبی طرف بنے ہوئے ایک سٹریچر پر لٹا کر بیلٹس سے کس دیا۔

کارل نے کاغذات نکال کر اینڈریو کے حوالے کئے اور اینڈریو نے اپنا میک اپ اور ویالی نے اپنا میک اپ کیا۔ اب کاغذات کی رو سے اینڈریو کا نام کارسپ اور ویالی کا نام کرلیسا ہو گیا تھا اور دونوں کا تعلق

بھی یونیسف سے تھا۔ ڈاکٹر اخوند کے چہرے پر بھی دوبارہ میک اپ کر دیا گیا۔ کاغذات کے مطابق اب ڈاکٹر اخوند کا نام ڈاکٹر ٹیری تھا۔ ڈاکٹر ٹیری چونکہ یونیسف کا ڈاکٹر تھا اور بیمار ہو گیا تھا اس لئے اسے یونیسف کے کسی خاص اڈے پر لے جایا جا رہا تھا۔ میک اپ وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد اینڈریلو نے میک اپ باکس اور اس کا بیگ وہیں ایک جھاڑی کے پیچھے چھپا دیا کیونکہ وہ کوئی ایسی چیز ساتھ نہ رکھنا چاہتا تھا جس سے کسی قسم کا بھی شک پیدا ہو سکے کیونکہ ہیلی کاپٹر پر سفر کرتے ہوئے انہیں چھ ملکوں کو کراس کرنا تھا۔ گو ان چھوٹے چھ ملکوں میں یونیسف کے ہیلی کاپٹرز اور جہازوں کو چیک نہ کیا جاتا تھا لیکن اس کے باوجود اینڈریلو کوئی رسک نہ لینا چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد کارل نے ہیلی کاپٹر کو فضا میں بلند کیا اور اسے صومالیہ کی طرف موڑ دیا صومالیہ تک انہیں سمندر پر ہی سفر کرنا تھا۔ اس کے بعد خشکی کا سفر تھا۔

"ہمیں اے۔ جی تک پہنچتے پہنچتے کتنا وقت لگے گا"۔۔۔ اینڈریلو نے پوچھا۔

"باس اگر راستے میں صرف فیول لینے اور کھانا وغیرہ کھانے تک ہی اپنے آپ کو محدود رکھتے ہوئے مسلسل سفر کیا جائے تو تین روز بہرحال لگ جائیں گے"۔۔۔ کارل نے جواب دیا۔

"اوہ یہ تو خاصا وقت ہے۔ کیا اس سے زیادہ تیز رفتاری سے ہم سفر نہیں کر سکتے"۔۔۔ اینڈریلو نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

اس سے زیادہ تیز رفتاری سے سفر تو پھر جیگوار جیٹ جہاز کے

ذریعے ہو سکتا ہے باس، اس میں صرف اٹھارہ گھنٹے لگیں گے"۔ کارل نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا صومالیہ سے ہمیں جیگوار جیٹ جہاز مل سکتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ اسے چیک نہ کیا جائے"۔۔۔ اینڈریلو نے کہا۔

"یس باس، رقم خرچ کر [illegible] تنظیم صومالیہ میں موجود ہے جو جیگوار جیٹ جہاز مہیا [illegible] سکتی ہے اور ان کا جیگوار جیٹ جہاز چیک بھی نہ ہو گا کیونکہ وہ تمام افریقی حکام کو باقاعدہ بھاری رشوتیں دیتے ہیں۔ اسلحے کی سمگلنگ کرتے ہیں۔ اس تنظیم کا نام راکو ہے"۔۔۔ کارل نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ ٹھیک ہے، راکو کے بارے میں میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ تم اس کا فوری بندوبست کرو بغیر وقت ضائع کئے"۔۔۔ اینڈریلو نے کہا اور کارل نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ جب ہیلی کاپٹر صومالیہ کے قریب پہنچنے لگا تو کارل نے ٹرانسمیٹر پر ایک فریکونسی سیٹ کی اور پھر بٹن دبا دیا۔

"ہیلو ہیلو راتھن کارل کالنگ مسٹر ڈنگا، اوور"۔۔۔ کارل نے بار بار یہ فقرہ دوہرانا شروع کر دیا۔

"یس ڈنگا اٹنڈنگ یو، اوور"۔۔۔ چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

"مسٹر ڈنگا ایک جیگوار جیٹ جہاز مجھے ذاتی طور پر ہائر کرنا ہے نان چیکنگ اے۔ جی کے لئے۔۔۔ بولو کتنی رقم لو گے، اوور"۔۔۔

کارل نے کہا۔

"کتنے آدمی لے جاؤ گے اس پر' اوور"۔۔۔۔ دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"مسافروں کے لحاظ سے نہیں' سالم جہاز چاہیے' اوور"۔۔۔۔ کارل نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اسی لئے تو پوچھ رہا ہوں تاکہ یہ اندازہ ہو سکے کہ تمہیں کتنی سیٹوں والا جہاز چاہیے' اوور"۔۔۔۔ دوسری طرف سے ڈنگا نے کہا۔

"چھ سیٹوں والا' اوور"۔۔۔۔ کارل نے جواب دیا۔

"او۔ کے' تمہیں مل جائے گا کیونکہ تم میرے دوست ہو لیکن کرایہ ایک لاکھ ڈالر ہو گا اور وہ بھی پیشگی' فیول کا خرچہ تمہارا ہو گا' اوور"۔۔۔۔ ڈنگا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ کہاں سے ہم اسے پک کریں۔ ہمیں زیادہ سے زیادہ دس منٹ کے اندر چاہیے' اوور"۔۔۔۔ کارل نے کہا۔

"زیرو ون اڈہ تو دیکھا ہوا ہے وہاں پہنچ جاؤ' جیٹ تیار ملے گا۔ کس چیز پر آ رہے ہو' اوور"۔۔۔۔ ڈنگا نے پوچھا۔

"اپنے ہیلی کاپٹر پر' اوور"۔۔۔۔ کارل نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے' آ جاؤ۔ میں ہدایات دے دیتا ہوں تم اسے خود ہی پائلٹ کرو گے' اوور"۔۔۔۔ ڈنگا نے کہا۔

"ہاں میں خود پائلٹ کروں گا اور سنو راستے میں تمام چیکنگ سپاٹس کو بھی ہدایات دے دینا کہ ہمیں چیک نہ کیا جائے' اوور"۔۔۔۔ کارل نے کہا۔

"فکر مت کرو' ہمارے جہاز پر راکو کا نشان موجود ہے اور ابھی تک پورے براعظم افریقہ میں کوئی ایسا آدمی پیدا ہی نہیں ہوا جو راکو کے جہاز کی طرف نظر اٹھا کر بھی دیکھ سکے۔ رقم کی نسبت تم نے کچھ نہیں بتایا' اوور"۔۔۔۔ ڈنگا نے کہا۔

"رقم کل صبح بنک کھلتے ہی تمہارے ذاتی اکاؤنٹ میں ٹرانسفر ہو جائے گی' فکر مت کرو' اوور"۔۔۔۔ کارل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"او۔ کے' مجھے تم پر اعتماد ہے مسٹر کارل' اوور"۔۔۔۔ دوسری طرف سے ڈنگا نے جواب دیا۔ کارل نے اوور اینڈ آل کہہ کر ٹرانسمیٹر آف کیا اور پھر تیزی سے ایک اور فریکونسی ایڈجسٹ کر کے اس نے اپنے کسی آدمی کو ڈنگا کے ذاتی اکاؤنٹ میں ایک لاکھ ڈالر ٹرانسفر کرنے کی ہدایت کی اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

"ویری گڈ کارل' مجھے تمہاری کارکردگی پر بے حد مسرت ہوئی ہے"۔۔۔۔ اینڈریو نے تحسین آمیز لہجے میں کہا۔

"یہ سب آپ کی سرپرستی ہے باس' ورنہ مجھ جیسے کو کون پوچھتا تھا جرائم کی دنیا میں"۔۔۔۔ کارل نے انکسارانہ لہجے میں کہا اور اینڈریو مسکرا دیا۔ اب اس کے چہرے پر گہرے اطمینان کے تاثرات نمایاں تھے۔

پاکیشیا نیوی کی سب سے تیز رفتار جنگی آبدوز انتہائی رفتاری سے سمندر کی گہرائی میں سفر کرتی ہوئی اگالیگا جزیرے کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ کیپٹن فیروز اسے چلا رہا تھا جبکہ آبدوز میں عمران کے ساتھ کیپٹن شکیل، ٹائیگر، صفدر اور تنویر موجود تھے۔ ہنگامی طور پر ایک سپیشل مشن کی غرض سے انٹرنیشنل روٹس پر سفر کرنے کی باقاعدہ اجازت بھی حاصل کر لی گئی تھی اور عمران نے آبدوز میں ایسا تمام اسلحہ اور ضروری سامان لوڈ کر لیا تھا جس کی اس کے خیال کے مطابق راستے میں ضرورت پڑ سکتی تھی۔ ان کی منزل بحر ہند میں واقع اگالیگا جزیرہ تھا جہاں کمانڈر راکسی کا سب ہیڈ کوارٹر تھا تاکہ وہاں جا کر وہ کمانڈر راکسی سے اس آبدوز کے متعلق معلومات حاصل کر سکیں یا پھر کم از کم اس سب ہیڈ کوارٹر کے ذریعے اس آبدوز کا کھوج نکال سکیں۔ کیپٹن روم میں اس وقت کیپٹن فیروز کے ساتھ عمران بذات خود موجود تھا۔

اور انہیں پاکیشیا سے چلے ہوئے دو گھنٹے گزر چکے تھے اور اب ان کی آبدوز اگالیگا کے قریب پہنچنے والی تھی۔

"کمانڈر راکسی کو کال کر کے تازہ ترین صورت حال معلوم کر لو کیپٹن"۔۔۔ عمران نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی دیکھتے ہوئے کیپٹن فیروز سے کہا۔ اور کیپٹن فیروز نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے مخصوص ٹرانسمیٹر پر فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنا شروع کر دی۔

"ہیلو ہیلو کیپٹن فیروز کالنگ کمانڈر راکسی، اوور"۔۔۔۔ فریکوئنسی سیٹ کر کے کیپٹن فیروز نے بار بار کال دوہرانی شروع کر دی۔

"یس کمانڈر راکسی اٹنڈنگ، اوور"۔۔۔۔ چند لمحوں بعد کمانڈر راکسی کی آواز سنائی دی۔

"کمانڈر راکسی اس نمبر الیون آبدوز کا کچھ پتہ چلا، اوور"۔۔۔۔ کیپٹن فیروز نے کہا۔

"اوہ کیپٹن فیروز، میں نے لانگ رینج چیکنگ کمپیوٹر مشین آن کر دی تھی اور انتہائی حیرت انگیز اطلاعات میرے پاس موجود ہیں۔ میں تو ابھی سوچ رہا تھا کہ تمہیں تمہارے نیول ہیڈ کوارٹر کے ذریعے کال کروں کہ تمہاری کال آ گئی، اوور"۔۔۔۔ ٹرانسمیٹر سے کمانڈر راکسی کی آواز سنائی دی۔ اس کا لہجہ ایسا تھا کہ عمران بھی بے اختیار چونک پڑا کیونکہ کمانڈر راکسی کا لہجہ بتا رہا تھا کہ واقعی کوئی حیرت انگیز اطلاعات اس کے پاس موجود ہیں۔

"کیسی اطلاعات کمانڈر، پلیز تفصیل سے بتاؤ۔ یہ ہمارے ملک کا ایک اہم مسئلہ ہے، اوور"۔۔۔۔ کیپٹن فیروز نے کہا۔

"ہاں، جو اطلاعات میں نے جمع کی ہیں اس سے میں بھی اس نتیجے

پر پہنچا ہوں کہ کوئی بہت بڑا جرم کیا جا رہا ہے۔ سنو میں نے اس آبدوز کو چیک کر لیا تھا لیکن وہ آبدوز اگالیگا آنے کی بجائے ڈیگو گارشیا نامی غیر آباد جزیرے کی طرف مڑ گئی پھر اس آبدوز سے کیپسول بوٹ کے ذریعے ایک مرد اور ایک عورت اس جزیرے پر پہنچے۔ اس مرد نے ایک اور مرد کو کاندھے پر اٹھایا ہوا تھا۔ اس جزیرے پر انہیں ایک اور آدمی ملا جس نے اپنا نام کارل بتایا' لانگ رینج کمپیوٹر ٹیلی ویو سرکٹ نے ان کے درمیان ہونے والی تمام گفتگو مجھ تک پہنچا دی اور میں ان کی دھندلی سی تصویریں بھی چیک کرتا رہا۔ مرد اور عورت جو کیپسول بوٹ سے آبدوز سے جزیرے پر پہنچے ایکریمی تھے جبکہ دوسرا مرد جسے کاندھے پر اٹھا کر لے جایا گیا وہ بھی ایکریمی تھا اور بیہوش لگتا تھا۔ کارل انہیں درختوں کے اندر موجود ایک ہیلی کاپٹر تک لے گیا جس پر بین الاقوامی ادارے یونیسف کے نشانات موجود تھے وہاں اس مرد اور عورت نے میک اپ کئے۔
اس بیہوش آدمی کا بھی میک اپ کیا گیا اور اس کے بعد ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو کر صومالیہ کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے بعد ٹرانسمیٹر پر کال کی گئی۔ میں نے وہ کال چیک کی ہے۔ اس کال کے مطابق افریقہ کی انتہائی منظم سمگلر تنظیم راکو کے کسی مسٹر ڈنگا سے اس کارل نے بات کی اور ایک لاکھ ڈالر کے عوض اس سے چھ سیٹوں والا جیگوار جیٹ جہاز کرائے پر حاصل کیا جو کسی زیرو ون اڈے پر موجود تھا۔ وہ اس جیگوار جیٹ جہاز پر کیمرون کی بندرگاہ اے۔ جی تک جانا چاہتے تھے۔ اس کے بعد ہیلی کاپٹر صومالیہ میں داخل ہو کر میرے کمپیوٹر کی رینج سے باہر نکل گیا' اوور"۔۔۔۔ کمانڈر راکسی نے جواب دیا۔

"اس سے پوچھو' کتنی دیر ہوئی ہے اس ہیلی کاپٹر کو صومالیہ میں داخل ہوئے"۔۔۔۔ عمران نے تیز لہجے میں کہا اور کیپٹن فیروز نے بٹن دبا کر یہی سوال دوہرا دیا۔
"چالیس منٹ ہوئے ہوں گے' اوور"۔۔۔۔ کمانڈر راکسی نے کہا۔
"او۔ کے۔ شکریہ کمانڈر راکسی اوور اینڈ آل"۔۔۔۔ عمران کے اشارے پر کیپٹن فیروز نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔
"اب اگالیگا جانا بیکار ہے اس لئے آبدوز کا رُخ جنوبی بحر اوقیانوس کی طرف موڑ دو"۔۔۔۔ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ کرسی سے اُٹھا اور تیز تیز قدم اٹھاتا اس کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ جہاں اس کا سامان اور اس کے ساتھی موجود تھے۔ عمران نے سامان میں سے ایک نقشہ نکالا اور اسے میز پر پھیلاتے ہوئے اس نے کمانڈر راکسی کی دی ہوئی اطلاعات مختصر طور پر ساتھیوں کو بتا دیں اور ان سب کے چہرے یہ اطلاع سُن کر لٹک سے گئے۔
"اس کا مطلب ہے عمران صاحب کہ وہ اب خشکی کے راستے اے۔ جی تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ وہ اس آبدوز کے ذریعے ہی اے۔ جی تک آسانی سے پہنچ سکتے تھے"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔
"یہ دیکھو صومالیہ' یہاں سے وہ جیگوار جیٹ جہاز کے ذریعے اے۔ جی تک سفر کریں گے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ صومالیہ سے ایتھوپیا کینیا' یوگنڈا اور زائرے کو کراس کرتے ہوئے کیمرون کی بندرگاہ

اسے۔ جی تک پہنچیں گے اور جیگوار جیٹ جس قدر تیز رفتار جہاز ہوتا ہے وہ یہ راستہ زیادہ سے زیادہ اٹھارہ بیس گھنٹوں میں طے کرے گا جبکہ آبدوز سمندر کے راستے جنوبی افریقہ کی بندرگاہ بندر الزبتھ اور پھر کیپ ٹاؤن کے گرد طویل چکر کاٹ کر اوپر کو چڑھتی ہوئی ایک طویل سفر کر کے انگولا کی بندرگاہ لوانڈا کو کراس کرتی ہوئی کیمرون کی بندرگاہ اسے۔ جی تک پہنچے گی۔ اس طرح انہیں اس سفر میں تقریباً چار یا پانچ روز لگ جائیں گے"۔۔۔۔۔ عمران نے نقشے پر انگلی سے راستہ بناتے ہوئے کہا۔

"لیکن کیا ان کی منزل اسے۔ جی ہے یا کہیں اور ہے"۔۔۔۔۔ اس بار تنویر نے کہا اور عمران تنویر کی بات سن کر چونک پڑا۔

"اوہ تنویر کا سوال انتہائی اہم ہے۔ اگر واقعی ان کی منزل اسے۔ جی ہے تب تو آبدوز سے سفر کرتے ہوئے انہیں کیپ ٹاؤن سے اوپر اسے۔ جی تک طویل سفر کرنا ہوتا لیکن اگر ان کی منزل جنوبی بحر اوقیانوس میں کسی جزیرے تک ہے تب تو انہیں اوپر اسے۔ جی تک جانے کی ضرورت ہی نہیں۔ وہ کیپ ٹاؤن سے ہی جنوبی بحر اوقیانوس میں جا سکتے ہیں لیکن جیگوار جیٹ کسی چھوٹے رن وے پر نہیں اتر سکتا اس لئے انہیں جیگوار لازماً اسے۔ جی پر ہی چھوڑنا پڑے گا"۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"عمران صاحب، اگر یہ سوچ لیا جائے کہ ان کی منزل جنوبی بحر اوقیانوس میں کوئی جزیرہ ہے تو جنوبی بحر اوقیانوس میں تو بے شمار چھوٹے بڑے جزیرے بکھرے ہوئے ہیں"۔۔۔۔۔ کیپٹن شکیل

نے کہا اور عمران نے سر ہلا دیا۔

"عمران صاحب، کیا کسی طرح یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ ان کی منزل کہاں ہے۔ اگر یہ معلوم ہو جائے تو ہمارا کام کافی حد تک آسان ہو سکتا ہے۔ کم از کم ایک ٹارگٹ تو سامنے آ ہی جائے گا"۔۔۔۔۔ صفدر نے کہا۔

"یہ ڈنگا چونکہ اس اینڈریو کے آدمی کارل سے اچھی طرح واقف ہے اس لئے اسے یقیناً ان کے متعلق معلوم ہو گا لیکن ڈنگا تک پہنچنے اور اسے تلاش کرنے میں خاصا وقت ضائع ہو جائے گا۔ ارے ہاں ایک کام ہو سکتا ہے۔ لانگ رینج ٹرانسمیٹر لے آؤ صفدر"۔۔۔۔۔ عمران نے چونک کر کہا اور صفدر نے اٹھ کر ایک بیگ میں سے لانگ رینج ٹرانسمیٹر نکالا اور عمران کے سامنے رکھ دیا۔ عمران نے جلدی سے اس پر وہی فریکوئنسی ایڈجسٹ کی جو کمانڈر راکسی نے کی تھی۔

"ہیلو ہیلو، کیپٹن فیروز کالنگ کمانڈر راکسی، اوور"۔۔۔۔۔ عمران نے فریکوئنسی سیٹ کرنے کے بعد کیپٹن فیروز کے لہجے میں خود ہی کال دیتے ہوئے کہا۔ اس نے سوچا کہ کیپٹن فیروز کے پاس جانے اور یہ کال کرنے میں وقت ضائع ہو گا اس لئے اس نے خود ہی اس کے لہجے میں کال کر دی تھی۔

"یس کمانڈر راکسی اٹنڈنگ یو، اب کیا بات ہے کیپٹن فیروز، اوور"۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے کمانڈر راکسی کی قدرے جھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"کمانڈر، مجھے معلوم ہے کہ تمہیں بار بار تکلیف دے رہا ہوں لیکن پلیز یہ میرے ملک کا اہم مسئلہ ہے، اوور۔" ____ عمران نے کیپٹن فیروز کے لہجے میں منت بھرے انداز میں کہا۔

"اوہ نہیں کیپٹن فیروز، بتاؤ کیا بات ہے۔ بس میں ایک اہم کام میں مصروف تھا اور تمہاری کال اٹنڈ کرنے کے لئے مجھے واپس دفتر میں آنا پڑا، اوور۔" ____ اس بار کمانڈر راکسی نے نرم لہجے میں کہا۔

"کمانڈر راکسی اس کارل نے ڈنگا کو جس فریکونسی پر کال کیا تھا کیا اس فریکونسی کا پتہ چل سکتا ہے، اوور۔" ____ عمران نے کہا۔

"ہاں کمپیوٹر میں اس کا ریکارڈ موجود ہے۔ میں معلوم کر کے ابھی بتاتا ہوں، اوور۔" ____ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر خاموش ہو گیا۔

"ہیلو کیپٹن فیروز، اوور۔" ____ تھوڑی دیر بعد کمانڈر راکسی کی آواز سنائی دی۔

"یس کمانڈر، اوور۔" ____ عمران نے جواب دیا اور اس بار دوسری طرف سے کمانڈر راکسی نے ایک فریکونسی بتا دی۔

"او۔ کے، کمانڈر۔ تھینک یو ویری مچ، اوور اینڈ آل۔" ____ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر کے اس نے وہ فریکونسی ایڈجسٹ کرنی شروع کر دی جو کمانڈر راکسی نے بتائی تھی۔

"ہیلو ہیلو، چیف آف راکو کالنگ ڈنگا، اوور۔" ____ عمران کا لہجہ نہ صرف بدل گیا بلکہ انتہائی کرخت بھی ہو گیا تھا۔

"یس باس، ڈنگا اٹنڈنگ، اوور۔" ____ ایک گھبرائی ہوئی

آواز سنائی دی

"مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم نے راکو کا جیٹ جہاز کسی کارل کو ذاتی طور پر کرائے پر دیا ہے اور ایک لاکھ ڈالر حاصل کئے ہیں، کیوں، اوور۔" عمران کے لہجے میں ایسی غراہٹ تھی کہ اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے ساتھیوں کے جسم میں بھی بے اختیار سردی کی لہر سی دوڑ گئی۔

"بب بب باس ایک لاکھ ڈالر تو میں نے آپ کو بھجوائے تھے باس میں بھلا ذاتی طور پر یہ کام کر سکتا ہوں۔ میں نے سوچا کہ تنظیم کو اگر مفت میں ایک لاکھ ڈالر مل رہے ہیں تو انہیں کیوں چھوڑا جائے باس، اوور۔" ____ ڈنگا نے انتہائی سہمے ہوئے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"مگر یہ کارل کون ہے۔ کس تنظیم سے اس کا تعلق ہے، کیوں دیا ہے تم نے اسے تنظیم کا جہاز، اگر وہ اسے لے کر غائب ہو گیا تو پھر، اوور۔" ____ عمران کے لہجے میں غراہٹ کا عنصر اور زیادہ بڑھ گیا تھا۔

"اوہ نہیں باس، کارل کو میں ذاتی طور پر جانتا ہوں۔ وہ اے۔ وی گروپ کا خاص آدمی ہے وہ غائب نہیں ہو سکتا، اوور۔" ____ ڈنگا نے جواب دیا۔

"اے۔ وی گروپ ____ تفصیل بتاؤ، اوور۔" ____ عمران نے کہا۔

"اوہ باس، آپ اے۔ وی گروپ کو تو اچھی طرح جانتے ہیں، اوور۔" ____ اس بار ڈنگا کے لہجے میں شدید حیرت تھی۔

"میں تو جانتا ہوں ڈنگا لیکن میں تمہارے منہ سے تصدیق کرانا چاہتا ہوں، تفصیل بتاؤ اوور" ——— عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

"باس اے۔ وی گروپ اینڈریو اور ویالی کا گروپ ہے۔ انتہائی خطرناک پیشہ ور مجرم گروپ ہے۔ بڑے بڑے کام لیتا ہے' ان کا ہیڈ کوارٹر بلاسا ہے باس' اوور" ——— ڈنگا نے کہا۔

"ٹھیک ہے' بس میں یہی تصدیق چاہتا تھا۔ او۔ کے رقم ——— دینا اور سنو آئندہ بغیر مجھ سے اجازت لئے ایسا کام نہ کرنا سمجھ گئے' اوور اینڈ آل" ——— عمران نے تیز لہجے میں کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

"ویری گڈ عمران صاحب' آپ نے واقعی حیرت انگیز ذہانت سے کام لیا ہے لیکن کیا آپ راکو کے چیف کو جانتے ہیں کیونکہ اس ڈنگا نے آپ کی آواز کو من وعن تسلیم کر لیا ہے" ——— صفدر نے سوالیہ لہجے میں کہا۔

"ہاں' ایک مشن کے دوران میں نے صرف فون پر اس کی آواز سنی تھی۔ چار پانچ سال پہلے کا واقعہ ہے۔ میرے لاشعور میں اس کی آواز موجود تھی جو راکو کا نام سنتے ہی شعور میں آگیا اور کام بن گیا" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"واقعی عمران نے کمال کر دیا ہے اور آسانی سے ہیڈ کوارٹر معلوم کر لیا ہے" ——— تنویر نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"بس تمہارا جھوٹا پی لیا ہوگا' ورنہ مجھ میں اتنی عقل کہاں" ———

عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور آبدوز کا یہ کمرہ بے اختیار قہقہوں سے گونج اٹھا۔ تنویر بھی عمران کے اس فقرے پر ہنس پڑا تھا۔

"عمران صاحب' یہ بلاسا ہے۔ یہ تو کیپ ٹاؤن اور لوانڈا کے درمیان میں ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ لوگ اے۔ جی سے نیچے آ کر بلاسا تک پہنچیں گے لیکن انہوں نے جیٹ جہاز اے۔ جی تک کیوں ہائر کیا ہے۔ یہ براہ راست اسے بلاسا تک بھی لے جا سکتے تھے" کیپٹن شکیل نے نقشے پر ایک جگہ انگلی رکھتے ہوئے کہا۔

"جزیرہ چھوٹا ہوگا' اس پر جیٹ جہاز نہ اتر سکتا ہوگا" ——— عمران نے کہا اور کیپٹن شکیل نے سر ہلا دیا۔

"اب ہمیں اس جزیرے کا رخ کرنا ہوگا" ——— صفدر نے کہا۔

"ہاں' لیکن اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ صومالیہ سے جیٹ جہاز کتنے عرصے میں اے۔ جی پہنچے گا اور اے۔ جی سے بلاسا تک یہ لوگ کس چیز پر جائیں گے۔ ویسے میرا خیال ہے کہ ان کا پروگرام آبدوز کے ذریعے جانے کا تھا لیکن نیول ہیڈ کوارٹر کی کال کی وجہ سے یہ مشکوک ہو گئے ہیں اور انہوں نے آبدوز کو چھوڑ کر یہ دوسرا راستہ اختیار کیا ہے اور اگر یہ چاہتے تو کارل کے ہیلی کاپٹر کے ذریعے بھی جا سکتے تھے لیکن جیٹ جہاز ہائر کرنے کا مقصد یہی ہو سکتا ہے کہ انہیں بلاسا پہنچنے کی انتہائی جلدی ہے۔ اس لئے یقیناً یہ جیٹ جہاز اے۔ جی پر چھوڑ کر کسی ہیلی کاپٹر کے ذریعے بلاسا پہنچیں گے" ——— عمران نے تفصیل سے تجزیہ کرتے ہوئے کہا۔

"بالکل درست تجزیہ ہے۔" ——— صفدر نے کہا۔

"اور دوسری بات یہ کہ بلاسا اس اے۔وی گروپ کا ہیڈ کوارٹر ہے اور جس انداز کا یہ گروپ ثابت ہو رہا ہے اس کا مطلب ہے کہ بلاسا میں انہوں نے انتہائی جدید ترین حفاظتی اقدامات کر رکھے ہوں گے اور یہ ڈاکٹر اخوند کو اپنے ہیڈ کوارٹر میں ہی ایکریمین حکام کے حوالے کرنا چاہتے ہیں اور جس قدر یہ تیزی دکھا رہے ہیں ہو سکتا ہے کہ یہ راستے سے ہی ایکریمین حکام کو بلاسا پہنچنے کا کہہ دیں۔ اس لئے اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ ہماری آبدوز انتہائی رفتار سے سفر کرتی ہوئی کتنے عرصے میں بلاسا کے قریب پہنچ سکتی ہے۔" ——— عمران نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ ہم جس قدر بھی تیز رفتاری سے کام لیں بہرحال سو گھنٹے تو لگ ہی جائیں گے۔" ——— کیپٹن شکیل نے کہا۔

"پھر تو ہمارے پہنچنے تک چڑیاں کھیت چگ چکی ہوں گی۔" ——— عمران نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

"اور کوئی ذریعہ بھی تو نہیں ہے ہمارے پاس، سوائے اس آبدوز کے۔" ——— صفدر نے کہا۔

"اب ہماری آبدوز جنوبی بحر اوقیانوس کی طرف جا رہی ہے لیکن ہمیں اس کے لئے لمبا چکر کاٹنا پڑے گا۔ اب ایک ہی صورت ہو سکتی ہے کہ ہم تا تاریو جزیرے پر جائیں اور وہاں سے کوئی تیز رفتار جیٹ جہاز ہائر کر کے موزمبیق سے زیمبیا اور انگولا کو کراس کرتے ہوئے سیدھے بلاسا پہنچ جائیں۔ تب ہی ہم ان کے قریب قریب وہاں

تک پہنچ سکتے ہیں۔" ——— عمران نے کہا۔

"لیکن . . ." ——— صفدر نے چونک کر کہا۔

"میں تمہارے لیکن کو سمجھتا ہوں صفدر کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ تا تاریو سے ہمیں کوئی جیٹ جہاز مل بھی سکے گا یا نہیں اور دوسری بات یہ کہ اس جیٹ جہاز پہ اتنے سارے ممالک کراس کرنے ہوں گے جس کے لئے کاغذات کی بھی ضرورت پڑے گی اور چیکنگ بھی ہو گی۔" ——— عمران نے کہا اور صفدر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ٹھیک ہے، واقعی یہ سب کام انتہائی تیز رفتاری سے مکمل ہونے مشکل ہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ ہم کسی الجھن میں پڑ کر راستے میں ہی پھنس کر رہ جائیں۔ اس لئے اب یہی ہو سکتا ہے کہ ہم اس آبدوز کو ہی انتہائی رفتار سے چلاتے ہوئے بلاسا تک پہنچیں۔ میں کیپٹن فیروز سے بات کرتا ہوں۔ وہ انٹرنیشنل روٹ پر سفر کرتا رہا ہے۔ ہو سکتا ہے اس روٹ سے ہٹ کر کوئی شارٹ روٹ اس کے علم میں ہو۔" عمران نے کہا اور اٹھ کر کنٹرولنگ کیبن کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ کیپٹن فیروز کو تمام صورت حال سے آگاہ کر چکا تھا۔

"عمران صاحب ڈربن سے ہمیں تیز رفتار ہیلی کاپٹر آسانی سے مل سکتا ہے۔ ایسا ہیلی کاپٹر، جس میں تیز رفتار بوٹ بھی موجود ہوتی ہے انٹرنیشنل روٹ پر سفر کرتے ہوئے مجھے کئی بار ڈربن جانے کا اتفاق ہوتا رہتا تھا۔ وہ ایک کمپنی ایرک نام کی ہے۔ یہ کمپنی ایسے ایئر کرافٹس کرائے پر دینے کا دھندہ کرتی ہے۔ اس کے پاس ہر ٹائپ کے ایئر کرافٹس بھی ہیں اور سمندر میں چلنے والی بڑی لانچوں سے

لے کر تیز رفتار موٹر بوٹس تک سب کچھ موجود ہوتا ہے۔" —— کیپٹن فیروز نے کہا۔

" اس کمپنی کے چیف کو جانتے ہو کسی اہم عہدے دار کو ذاتی طور پر تم جانتے ہو تو ٹھیک ہے، ورنہ تو بات چیت کرنے، ضمانتیں دینے اور رقم کا انتظار کرنے میں خاصا وقت لگ جائے گا اور وقت ہی اس وقت سب سے اہم مسئلہ بنا ہوا ہے۔" —— عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

" نہیں عمران صاحب، اہم عہدے دار کا تو مجھے علم نہیں ہے کیونکہ پہلے کبھی اس سے براہِ راست واسطہ بھی نہیں پڑا۔ البتہ ڈربن میں میرے بہت سے ایسے دوست موجود ہیں جو یقیناً اس معاملے میں ہماری مدد کر سکیں گے۔" —— کیپٹن فیروز نے کہا۔

" او۔کے، پھر ڈربن چلو اور جس قدر رفتار سے آبدوز چلا سکتے ہو چلاؤ اور کیا ہو سکتا ہے۔" —— عمران نے کہا اور کیپٹن فیروز نے سر ہلا دیا۔ عمران اُٹھ کر واپس اپنے ساتھیوں میں آ گیا اور اس نے انہیں اس نئے پروگرام سے جب مطلع کیا تو کیپٹن شکیل چونک پڑا۔

" ایرک —— اوہ اسے تو میں جانتا ہوں۔ ڈانی اس تنظیم کا اہم عہدے دار ہے اور میرا ذاتی دوست ہے۔ ایک مشن کے دوران میرا اس سے رابطہ ہوا تھا۔ ڈربن کا کیا اس پورے علاقے کا انتہائی باخبر آدمی ہے اور دوستوں کا دوست ہے۔ اگر وہ زندہ ہوا اور ڈربن میں ہوا تو اس سے یقیناً اس معاملے میں بے حد مدد مل سکے گی۔" —— کیپٹن شکیل نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

" ٹھیک ہے، پہلے ڈربن تو پہنچیں پھر دیکھا جائے گا۔" —— عمران نے کہا اور کرسی کی نشست سے سر ٹکا کر آنکھیں بند کر لیں ظاہر ہے اب اس کے سوا وہ اور کر بھی کیا سکتا تھا۔

جزیرہ بلاسا پر نظر پڑتے ہی سپیشل ہیلی کاپٹر میں بیٹھے ہوئے اینڈرلو اور ویالی دونوں کے چہرے کامیابی اور فتح کے تاثرات سے جگمگا اٹھے۔ انہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ ایک بار جزیرے پر پہنچنے کے بعد پھر دنیا کی کوئی طاقت ان کے خلاف ٹیڑھی آنکھ سے نہ دیکھ سکے گی۔ انہوں نے جزیرہ بلاسا کے گرد انتہائی جدید ترین اقدامات سے ایسی بھول بھلیاں سی قائم کی ہوئی تھیں کہ کوئی ایئر کرافٹ کوئی سمندری جہاز، لانچ حتیٰ کہ آبدوز بھی ایک مخصوص راستے کے علاوہ جزیرے تک نہ پہنچ سکتی تھی اور یہ راستہ اسی انداز میں بنایا گیا تھا کہ نیا آدمی تو ایک طرف اینڈرلو اور ویالی کو بھی اس راستے پر انتہائی چوکنا انداز میں سفر کرنا پڑتا تھا۔ یہ مخصوص راستہ انہوں نے بالکل بھول بھلیوں کے سے انداز میں قائم کیا تھا اور اس راستے کی نشاندہی اور اسے قائم رکھنے کے لئے جزیرے کے اندر زیر زمین انہوں نے ایک بہت بڑا سنٹر قائم کیا تھا جس میں ایک ایسی مشین نصب تھی جس کا

کنٹرولر ایک ٹاپ سپر کمپیوٹر کے کنٹرول میں تھا۔ اس مشین میں سے نظر نہ آنے والی ایسی مخصوص ریز کا جال سا سمندر کی گہرائی سے آسمان کی بلندیوں تک جزیرے کے گرد ہر وقت قائم رہتا تھا۔ اس جال کے اندر وہ مخصوص راستہ موجود تھا۔ صرف اسی مخصوص راستے پر اگر جہاز، لانچ یا آبدوز سفر کرتے ہوئے آگے بڑھتے تو جزیرے تک پہنچ سکتے تھے۔ اگر اس راستے کی کسی بھی لائن سے کوئی چیز بھی ٹکرا جاتی تو پلک جھپکنے میں بھسم ہو کر راکھ کا ڈھیر بن جاتی تھی اور یہ راستہ اس طرح ٹیڑھا میڑھا اور چکر دار تھا کہ جہاز میں یا آبدوز میں بیٹھے ہوئے افراد کو اس راستے پر چلتے ہوئے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ کسی خوفناک بھنور میں پھنس گئے ہوں۔ انہیں مسلسل دائیں بائیں اوپر نیچے اور کئی جگہ تو ایک محدود دائرے میں کئی چکر لگانے پڑتے تھے۔ ان شعاعوں کا جال جزیرے کے کناروں سے سو فٹ کے فاصلے سے لے کر چاروں طرف بیس کلومیٹر کے فاصلے تک پھیلا ہوا تھا اور ان شعاعوں نے جزیرے کو اوپر سے بھی تقریباً ایک ہزار فٹ کے فاصلے پر پوری طرح گھیر رکھا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ کوئی اور چیز تو ایک طرف چھوٹے سے چھوٹا پرندہ حتیٰ کہ کوئی مکھی بھی صحیح سلامت اس جزیرے تک نہ پہنچ سکتی تھی۔ جزیرے سے باہر جانے اور واپس آنے کے لئے اینڈرلو، ویالی اور جزیرے کے چند اہم افراد کے پاس کمپیوٹر آئی موجود رہتی تھی جو مسلسل اس راستے کی نشاندہی کرتی رہتی تھی اور اس کمپیوٹر آئی کی رہنمائی میں وہ جزیرے سے صحیح سلامت باہر جانے اور اندر آنے میں کامیاب ہو سکتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ پہلے جب ایکریمی حکام جزیرے پر آئے تو ویالی خود جا کر انہیں ساتھ لے آئی تھی اور جاتے ہوئے جزیرے کا ایک آدمی ان کے ساتھ گیا تھا

اب بھی سپیشل ہیلی کاپٹر ہیڈ کوارٹر انچارج فرینک خود چلا رہا تھا اور کمپیوٹر
آئی کی مدد سے سپیشل ہیلی کاپٹر مخصوص راستے پر سفر کرتے ہوئے جزیرے
تک پہنچ رہا تھا۔ اس طرح جزیرہ ہر قسم کے دشمنوں حتیٰ کہ دوستوں تک
سے بھی ہر لحاظ سے محفوظ رہتا تھا۔ اینڈریو اور ویالی بین الاقوامی ٹائپ
کے جرائم میں ہی ہاتھ ڈالتے تھے اور یورپ اور ایکریمیا کی حکومتوں کے
علاوہ بڑی بڑی تنظیموں کے اعلیٰ حکام انتہائی بھاری معاوضے پر ان کی
خدمات حاصل کرتے تھے اور اینڈریو اور ویالی جو دونوں میاں بیوی تھے
ان کا ریکارڈ تھا کہ وہ آج تک خطرناک سے خطرناک ترین مشن میں بھی ناکام
نہ رہے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ حکومت ایکریمیا نے ڈاکٹر اخوند کے مشن کے
لئے پہلی تنظیم کے ناکام رہ جانے پر اے۔ وی گروپ کا انتخاب کیا تھا اور
اس کے لئے انتہائی گراں قدر معاوضہ انہیں دے دیا تھا اور اینڈریو اور
ویالی نے عملی طور پر بھی اپنے آپ کو اس گرانقدر معاوضے کا حقدار ثابت
کر دیا تھا کیونکہ انہوں نے انتہائی تیز رفتاری اور مکمل طور پر بے داغ
انداز میں اپنا مشن انتہائی کامیابی سے مکمل کر لیا تھا۔ ان کا مخصوص
ہیلی کاپٹر راستے کی مخصوص بھول بھلیوں میں سے گزرتا ہوا جزیرے کے
قریب پہنچا جا رہا تھا اور ڈاکٹر اخوند بیہوشی کے عالم میں ہیلی کاپٹر میں
موجود تھا اور گو انہیں مسلسل حرکت میں رہنا پڑا تھا لیکن بہرحال انہوں
نے ایک ہفتہ مکمل ہونے سے بھی ایک روز قبل اپنا مشن مکمل کر لیا تھا۔
ڈنگا سے حاصل کردہ جیگوار جیٹ جہاز نے واقعی ناقابل یقین حد تک
تیز رفتاری سے چھ ملکوں کو کراس کرتے ہوئے انہیں اے۔ جی تک بغیر
کسی چیکنگ کے پہنچا دیا تھا جہاں فرینک سپیشل ہیلی کاپٹر لئے ان کا منتظر

تھا اور اب اس سپیشل ہیلی کاپٹر کے ذریعے اپنے ہیڈ کوارٹر پہنچنے والے تھے
تھوڑی دیر بعد سپیشل ہیلی کاپٹر جزیرے پر بنے ہوئے مخصوص ہیلی پیڈ پر
اتر گیا۔

"ہرا ایک اور مشن مکمل ہو گیا"۔۔۔۔ اینڈریو نے سیٹ سے اٹھتے
ہوئے انتہائی مسرت بھرے لہجے میں کہا اور ویالی کا چہرہ بھی مسرت سے
جگمگا اٹھا۔

"فرینک اس ڈاکٹر اخوند کو اٹھا کر نیچے بلیو روم میں پہنچا دو۔ اسے
ہوش میں لے آؤ اور اسے خوراک وغیرہ دو، بیچارہ کافی طویل عرصے تک
بیہوش رہا ہے"۔۔۔۔ اینڈریو نے ہیلی کاپٹر سے نیچے اترتے ہوئے
فرینک سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس باس"۔۔۔۔ فرینک نے جواب دیا اور اینڈریو ویالی کا ہاتھ
پکڑے درختوں کے درمیان اس کیبن کی طرف بڑھ گیا جو بظاہر ان کا ہیڈ
کوارٹر تھا۔ اینڈریو اور ویالی اس کیبن میں ہی رہتے تھے اور سوائے خاص
ضرورت کے نیچے زیر زمین ہیڈ کوارٹر میں نہ جاتے تھے۔ وہاں کا مکمل
انچارج فرینک تھا۔ اس سائنسی حفاظتی اقدامات کے علاوہ اینڈریو نے
سو کے قریب انتہائی تربیت یافتہ کمانڈوز بھی بھاری معاوضے پر اپنے گروپ
میں شامل کر رکھے تھے جن کی رہائش گاہیں بھی زیر زمین ہیڈ کوارٹر میں ہی
تھیں۔ خرچہ پورا کرنے کے لئے وہ ان کمانڈوز پر مشتمل گروپس کو مختلف
مشنز پر بھیجتا رہتا تھا۔ انہیں عام طور پر آبدوز کے ذریعے ہی ۔۔۔۔
جزیرے سے باہر بھیجا جاتا تھا۔ ان کمانڈوز کا انچارج کرگاگن تھا جسے
وہ پاکیشیا میں جیٹ جہاز کی واپسی کے لئے چھوڑ آئے تھے۔

"اب اس ایکریمین راک کو اطلاع کر دو کہ ڈاکٹر اخوند ہمارے ہیڈ کوارٹر پہنچ چکا ہے۔" —— ویالی نے کیبن میں پہنچ کر ایک آرام کرسی پر اس انداز میں بیٹھتے ہوئے کہا جیسے کسی طویل سفر کے بعد اسے پہلی بار آرام کرنے کا موقع ملا ہو۔

"کر دیتے ہیں، ابھی ان کے دیئے ہوئے وقت میں سے ایک روز پڑا ہے۔ پہلے مجھے کیپٹن ہاک سے بات کرنے دو۔ مجھے سب سے زیادہ فکر آبدوز کی ہے۔" —— اینڈریلو نے کہا اور اس نے ایک الماری کھولی اور اس میں سے ایک بڑا سا ٹرانسمیٹر نکال کر میز پر رکھا اور پھر تیزی سے اس پر ایک مخصوص فریکوینسی ایڈجسٹ کرنے لگا۔

"ہیلو ہیلو، اینڈریلو کالنگ، اوور" —— اینڈریلو نے بٹن دبا کر بار بار کال دینا شروع کر دی۔

"یس کیپٹن ہاک اٹنڈنگ، اوور" —— چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے کیپٹن ہاک کی آواز ابھری اور اینڈریلو کی آنکھوں میں مسرت کی تیز لہریں دوڑنے لگیں۔

"کس پوزیشن میں ہو کیپٹن ہاک، اوور" —— اینڈریلو نے پوچھا۔

"ویری او۔ کے باس، اوور" —— کیپٹن ہاک نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کوئی کال، کوئی خطرہ، کوئی اہم واقعہ، اوور" —— اینڈریلو نے کہا۔

"نو سر، آپ کو ڈیگو گارشیا پر چھوڑنے کے بعد ہم مسلسل سفر میں ہیں اور اب بحر ہند سے جنوبی بحر اوقیانوس میں داخل ہونے والے ہیں۔ پھر نہ ہی

کوئی کال آئی، نہ ہی کوئی اور واقعہ پیش آیا، سب کچھ ویری او۔ کے ہے، اوور" —— کیپٹن ہاک نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے، مخصوص راستے میں داخل ہونے سے پہلے مجھے اطلاع ضرور دینا، اوور" —— اینڈریلو نے مطمئن لہجے میں کہا۔

"یس باس، اوور" —— کیپٹن ہاک نے کہا اور اینڈریلو نے اوور اینڈ آل کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

"چلو ایک اور معاملے میں بھی تسلی ہو گئی۔ اب کرگاگن سے بھی بات ہو جانی چاہیے تاکہ پاکیشیا کی صورت حال کا بھی علم ہو سکے" —— اینڈریلو نے کہا اور اس کے بعد اس نے ٹرانسمیٹر کی سائیڈ میں لگے ہوئے دو سرخ رنگ کے بٹن پریس کر دیئے۔ اس سپیشل ٹرانسمیٹر پر پوری دنیا میں کال کی جا سکتی تھی اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک اور فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنی شروع کر دی۔

"ہیلو ہیلو اے اینڈ ڈی کالنگ کے، اوور" —— اینڈریلو نے اس بار کال کرتے ہوئے اصل ناموں کی بجائے مخفف استعمال کیے۔ کافی دیر تک وہ مسلسل کال کرتا رہا لیکن دوسری طرف سے کال اٹنڈ نہ کی جا رہی تھی اور اینڈریلو کا چہرہ ہر کال کے ساتھ ساتھ بگڑتا جا رہا تھا لیکن پھر اچانک کال اٹنڈ کرنے والا بلب جل اٹھا اور اینڈریلو کا خاصا بگڑا ہوا چہرہ یکلخت کھل اٹھا۔

"یس کے اٹنڈنگ، اوور" —— کرگاگن کی آواز سنائی دی۔

"کال وصول کرنے میں اتنی دیر کیوں لگائی، اوور" —— اینڈریلو نے تیز لہجے میں کہا۔

"باس میں سو رہا تھا اس لئے دیر ہو گئی' اوور"۔۔۔۔ کرگاگن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا رپورٹ ہے' اوور"۔۔۔۔ اینڈریو نے پوچھا۔

"میں نے ائیر پورٹ کا چکر لگایا ہے۔ وہاں سخت نگرانی کی جا رہی ہے باس' میں نے کئی آدمی چیک کئے ہیں' اوور"۔۔۔۔ کرگاگن نے کہا۔

"اوہ اگر ایسی بات ہے تو تم اس کے قریب بھی مت جاؤ اور واپس آجاؤ۔ میں اب خود اسے واپس حاصل کر لوں گا' اوور"۔۔۔۔ اینڈریو نے چونک کر کہا۔

"جیسے آپ حکم کریں' اوور"۔۔۔۔ کرگاگن نے جواب دیا۔

"میں نے کہہ دیا ہے' تم اب بغیر اسے حاصل کئے واپس آجاؤ۔ اس ڈاکٹر کے اغوا کے بعد کوئی خاص رپورٹ' اوور"۔۔۔۔ اینڈریو نے کہا۔

"مجھے تو معلوم نہیں ہے' میں نے تو اس میں سرے سے دلچسپی ہی نہیں لی۔ البتہ اخبارات میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے' اوور"۔۔۔۔ کرگاگن نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے' تم میرے اہم آدمی ہو اس لئے کوئی رسک مت لو ہمارا مشن مکمل ہو گیا ہے اس لئے اب ہمیں مزید کسی چکر میں الجھنے کی ضرورت نہیں ہے' سمجھ گئے' اوور"۔۔۔۔ اینڈریو نے کہا۔

"یس باس' اوور"۔۔۔۔ دوسری طرف سے جواب دیا گیا اور اینڈریو نے اوور اینڈ آل کہہ کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ اب اس کے

چہرے پر گہرے اطمینان کے آثار تھے۔ اس نے ٹرانسمیٹر اٹھا کر واپس الماری میں رکھ دیا اور ویالی کے ساتھ کرسی پر بیٹھ گیا۔

"ایکریمین راک کو مشن کی کامیابی کی اطلاع نہیں دینی"۔۔۔۔ ویالی نے کہا۔

"میں ایک اور بات سوچ رہا ہوں ویالی۔ اگر شوگران سے اس ڈاکٹر کا سودا کیا جائے تو میرے خیال میں زیادہ قیمت وصول ہو سکتی ہے"۔ اینڈریو نے کہا تو ویالی بری طرح چونک پڑی۔

"کیا مطلب۔۔۔ یہ بات تمہارے ذہن میں کیسے آئی۔ پہلے تو تم نے کبھی ایسی بات نہ سوچی تھی"۔۔۔۔ ویالی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"آخر اس میں ہرج ہی کیا ہے۔ اگر ہمیں پچاس لاکھ ڈالر کی بجائے ایک کروڑ ڈالر مل جائیں تو کیا ہرج ہے۔ کاروبار ہی تو ہے۔ ہم ایکریمیز کو کہہ سکتے ہیں کہ ہم سے پہلے ڈاکٹر اخوند شوگران روانہ ہو چکا تھا"۔۔۔۔ اینڈریو نے کہا۔

"نہیں' یہ حکومتی معاملات ہیں اینڈریو' انہیں فوراً اس سودے بارے کا علم ہو جائے گا۔ ایکریمیا سپر پاور ہے اور شوگران کی نسبت ہم سے زیادہ قریب بھی ہے۔ اگر وہ چاہے تو ہمارا پورا جزیرہ بھک سے اڑ سکتا ہے۔ پھر ایکریمیا ہمارے متعلق اچھی طرح جانتا بھی ہے"۔۔۔۔ ویالی نے تیز تیز لہجے میں کہا۔

"تمہاری بات تو درست ہے ویالی لیکن ۔ ۔ ۔ ۔"۔۔۔۔ اینڈریو نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"کوئی لیکن ویکن نہیں چلے گا اینڈریلو، ہماری پورے ایکریمیا اور یورپ میں ایک ساکھ بنی ہوئی ہے۔ تمہارے اس اقدام سے یہ ساکھ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گی جبکہ مجھے یقین ہے کہ اس مشن کی کامیابی کے بعد ایکریمیا ہمیں یقیناً اور بھی مشنز دے گا۔ اس طرح ہم کروڑوں ڈالر کما بھی لیں گے اور محفوظ بھی رہیں گے۔" ——— ویالی نے سخت لہجے میں کہا۔

"او۔کے، واقعی میری نیت خراب ہو گئی تھی لیکن تم درست کہہ رہی ہو۔ ٹھیک ہے میں راک سے بات کرتا ہوں۔" ——— اینڈریلو نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور اس نے میز پر موجود انٹرکام رسیور اٹھایا اور ایک نمبر پریس کر دیا۔

"یس باس۔" ——— دوسری طرف سے فرینک کی آواز سنائی دی۔

"ڈاکٹر اخوند کا کیا حال ہے؟" ——— اینڈریلو نے پوچھا۔

"اسے ہوش آگیا ہے باس اور وہ بلیو روم میں قید ہے۔" ——— ویسے میں نے اس کا طبی معائنہ کرایا ہے۔ وہ مکمل طور پر درست حالت میں ہے۔" ——— فرینک نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"او۔کے، پھر راک سے رابطہ کر کے میری اس سے بات کراؤ۔" ——— اینڈریلو نے کہا۔

"یس باس۔" ——— فرینک نے جواب دیا اور اینڈریلو نے رسیور رکھ دیا۔ تقریباً دس منٹ بعد انٹرکام کی گھنٹی بج اٹھی۔

"یس۔" ——— اینڈریلو نے رسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔

"مسٹر راک کہیں گئے ہوئے ہیں۔ کل رات ان کی واپسی ہے۔

اس سے پہلے ان کے بارے میں کسی کو علم نہیں ہے کہ وہ کہاں ہیں۔" فرینک نے اطلاع دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ اچھا، ان کے سیکرٹری کو پیغام نوٹ کرا دو کہ وہ جیسے ہی آئیں مجھ سے فوری رابطہ کریں۔" ——— اینڈریلو نے کہا۔

"میں نے پہلے ہی کہہ دیا ہے باس۔" ——— فرینک نے جواب دیا اور اینڈریلو نے سر ہلاتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

"آؤ ویالی اب ذرا جشن فتح منائیں، راک والی بات تو کل رات پر جا پڑی۔" ——— اینڈریلو نے مسکراتے ہوئے کہا اور کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ویالی بھی ہنستی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی اور وہ دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے دوڑتے ہوئے کیبن کے علیحدہ حصے کی طرف بڑھ گئے۔

ختم شد

عمران سیریز میں انتہائی دلچسپ اور سنسنی خیز ایڈونچر

ہارڈ مشن

حصہ دوم

مصنف : مظہر کلیم ایم اے

ہارڈ مشن ـــــ جو عمران اور اس کے ساتھیوں کے لئے موت سے بھی زیادہ ہارڈ ثابت ہوا . . ؟

ہارڈ مشن ـــــ وہ لمحہ جب عمران تیزاب کے تالاب میں گرا اور اس کا جسم آگ کے خوفناک شعلوں کی لپیٹ میں آ گیا۔

ہارڈ مشن ـــــ جس میں صفدر کو جزیرے پر پھیلے ہوئے سینکڑوں کمانڈوز سے تن تنہا موت کا خونی کھیل کھیلنا پڑا۔

ہارڈ مشن ـــــ ایک ایسا مشن ـــ جس کا دوسرا نام موت اور صرف موت ثابت ہوا۔

- کیا عمران اور اس کے ساتھی اپنے مشن میں کامیاب ہوئے یا . . . . . ؟

بے پناہ اور بھرپور ایکشن، اعصاب کو منجمد کر دینے والا سسپنس۔
ایک ایسا ایڈونچر جو مدتوں بعد صفحہ قرطاس پر ابھرا ہے۔

ناشران : یوسف برادرز، پاک گیٹ ملتان

مسلسل ایکشن کے متوالے قارئین کیلئے عمران سیریز کا ایک یادگار ناول

فاسٹ ایکشن

مصنف : مظہر کلیم ایم اے

- سٹار برادرز ـ دنیا کے خطرناک ترین مجرم ـ جن کا دعویٰ تھا کہ وہ مشکل سے مشکل مشن صرف دو روز میں مکمل کر لیتے ہیں۔
- عمران اور سیکرٹ سروس پر سٹار برادرز کے پے در پے خوفناک اور جان لیوا حملے ـ عمران کی کار پر بم پھینکا گیا ـــ جوزف پر سر عام گولیوں کی بارش کر دی گئی ـــ جولیا پر دن دہاڑے جان لیوا حملہ کیا گیا ـــ اور ہجوم سے پر ہوٹل میں تنویر کے پہلو میں خنجر اتار دیا گیا۔
- صفدر اور کیپٹن شکیل کو زہریلی سوئیوں کی مدد سے مفلوج کر دیا گیا ـ اس ہیوی لوڈر ٹرک پر میگنٹ بم کا خطرناک حملہ ـ جس میں عمران اور ٹائیگر موت کی کش مکش میں مبتلا تھے۔
- ایکسٹو دانش منزل میں بے بس پڑا ہوا تھا اور سٹار برادرز دانش منزل میں دندناتے پھر رہے تھے اور یہ سب اس قدر تیزی سے کیا گیا کہ عمران اور سیکرٹ سروس سنبھل بھی نہ سکی۔ سٹار برادرز کا اصل مشن کیا تھا ـ کیا وہ اپنے مشن میں کامیاب ہو گئے ؟

ـــ انتہائی منفرد اور دلچسپ ناول ـــ

یوسف برادرز ـ پاک گیٹ ملتان

عمران سیریز

ہارڈ مشن

حصّہ دوم

مظہر کلیم ایم اے

یوسف برادرز
پاک گیٹ
ملتان

ٹیکسی خاصی تیز رفتاری سے ڈربن کی فراخ سڑکوں پر دوڑتی ہوئی آگے بڑھی جا رہی تھی۔ ڈرائیور کی ساتھ والی سیٹ پر کیپٹن شکیل بیٹھا ہوا تھا جبکہ عقبی سیٹ پر عمران موجود تھا۔ ان کی آبدوز چند لمحے پہلے ڈربن کے قریب پہنچی تھی اور عمران باقی سب کو آبدوز میں چھوڑ کر کیپٹن شکیل کے ہمراہ اس کے دوست ڈانی سے ملنے ڈربن کے ساحل پر مخصوص بوٹ کے ذریعے پہنچا تھا۔ ساحل پر سے ہی کیپٹن شکیل نے ڈانی کے ایک اڈے پر فون کیا اور اب یہ اتفاق تھا کہ ڈانی اسی اڈے پر ہی موجود تھا۔ چنانچہ اب وہ دونوں ٹیکسی میں بیٹھے ڈانی کے اس اڈے گلیکسی بار کی طرف بڑھے جا رہے تھے۔ ڈانی نے جس انداز میں کیپٹن شکیل کو خوش آمدید کہا تھا اس سے عمران کو امید پیدا ہو گئی تھی کہ وہ ان کی امداد ضرور کرے گا۔ تھوڑی دیر بعد ٹیکسی ایک دو منزلہ عمارت کے سامنے جا کر رک گئی۔ عمارت پر گلیکسی بار کا نیون سائن

موجود تھا۔ عمران نے نیچے اتر کر کرایہ ادا کیا کیونکہ بڑی اور چھوٹی مالیت کے ڈالرز اس کی جیبوں میں موجود تھے۔ یہ ایسی کرنسی تھی جو ہر جگہ آسانی سے چل جاتی تھی۔ کرایہ ادا کر کے وہ دونوں بار میں داخل ہو گئے اور تھوڑی دیر بعد انہیں ڈانی کے کمرے تک پہنچا دیا گیا۔ ڈانی ادھیڑ عمر آدمی تھا جس کا سر گنجا تھا اس نے آنکھوں پر نظر کا چشمہ لگایا ہوا تھا۔ البتہ اس کی فراخ پیشانی اور عینک کے پیچھے آنکھوں میں مخصوص چمک بتا رہی تھی کہ وہ خاصا ذہین آدمی ہے۔

" خوش آمدید کیپٹن شکیل ۔۔۔ بڑے طویل عرصے بعد ملاقات ہو رہی ہے "۔۔۔ ڈانی نے کرسی سے اٹھ کر اور باقاعدہ آگے بڑھ کر کیپٹن شکیل سے بڑے پرخلوص انداز میں مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

" تم بھی تو ڈربن سے باہر نہیں نکلتے، کبھی پاکیشیا آؤ تو ملاقات بھی ہو سکے "۔۔۔ کیپٹن شکیل نے مسکرا کر جواب دیتے ہوئے کہا اور ڈانی ہنس پڑا۔

" ڈربن اور ڈانی ہم قافیہ بھی ہیں اس لئے لازم و ملزوم ہیں "۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور ڈانی چونک کر عمران کی طرف دیکھنے لگا۔

" یہ میرے ساتھی ہیں علی عمران، میں نے ان سے تمہاری دوستی کی بڑی تعریفیں کی ہیں "۔۔۔ کیپٹن شکیل نے مسکرا کر عمران کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

" آپ کے ساتھی کو بھی میں خوش آمدید کہتا ہوں "۔۔۔ ڈانی نے مسکراتے ہوئے عمران سے مصافحہ کیا۔

" اب آپ پہلے بتائیں کہ کیا پینا پسند کریں گے "۔۔۔ ڈانی نے مصافحہ کر کے دوبارہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا جبکہ عمران اور کیپٹن شکیل اس کے اشارے پر ساتھ والے صوفے پر بیٹھ چکے تھے۔

" پینے پلانے والی بات بعد میں ہو گی ۔۔۔ ڈانی ہم اس وقت ایک انتہائی ضروری کام کے لئے آئے ہیں اور ہمیں بے حد جلدی ہے۔ ہمارا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ ہمیں ایک تیز رفتار ہیلی کاپٹر چاہیے، سپر جیٹ ہیلی کاپٹر، ہم اس کا کرایہ، قیمت جو بھی کہو فوری طور پر ادا کرنے کے لئے تیار ہیں "۔۔۔ کیپٹن شکیل نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

" سپر جیٹ ہیلی کاپٹر ۔۔۔ کیا بات ہے، کیا کوئی لمبا سفر درپیش ہے "۔۔۔ ڈانی نے بھی سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

" لمبا سفر تو نہیں البتہ ہم جلد از جلد ایک جگہ پہنچنا چاہتے ہیں اور وہاں جیٹ جہاز نہیں اتر سکتا۔ اس لئے سپر جیٹ ہیلی کاپٹر کی ضرورت ہے "۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

" دیکھو کیپٹن شکیل، میں سپر جیٹ ہیلی کاپٹر تمہیں فوری طور پر مہیا کر سکتا ہوں، یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ لیکن اگر تم مجھے بتا دو کہ تم کہاں جانا چاہتے ہو تو ہو سکتا ہے میں اس سے بھی زیادہ تیز رفتار ائیر کرافٹ تمہیں دے سکوں کیونکہ سپر جیٹ ہیلی کاپٹر سے بھی زیادہ تیز رفتار ائیر کرافٹ اب بن بھی چکے ہیں اور ہمارے پاس موجود بھی ہیں "۔ ڈانی نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

" جنوبی بحر اوقیانوس میں ایک جزیرے تک پہنچنا ہے "۔۔۔ کیپٹن شکیل کے بولنے سے پہلے عمران بول پڑا۔

"کس جزیرے پر ـــ سنو کیپٹن میں حلف دیتا ہوں کہ تمہارا راز میرے سینے سے باہر نہ جائے گا' اس لئے کھل کر بتا دو. یقین کرو یہ بات تمہارے فائدے میں جائے گی" ـــ ڈانی نے کہا.

"اے اینڈ وی گروپ کو جانتے ہو" ـــ عمران نے کہا.

"اوہ اوہ تو تم بلاسا جانے کا سوچ رہے ہو' اوہ نہیں وہاں کوئی ہیلی کاپٹر نہیں اتر سکتا" ـــ ڈانی نے بے اختیار کرسی سے اچھلتے ہوئے کہا.

"کیوں" ـــ کیپٹن شکیل نے حیرت بھرے لہجے میں کہا.

"اوہ میں سمجھ گیا ـــ ایک منٹ" ـــ ڈانی نے تیز لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ کرسی سے اٹھا اور اس نے عقبی الماری کھول کر اس کے اندر ہاتھ ڈال کر کوئی بٹن دبایا تو کمرے کے اکلوتے دروازے پر سرر کی تیز آواز کے ساتھ سیاہ رنگ کی کسی دھات کی چادر سی آگری. پھر اس نے مڑ کر میز کی سب سے نچلی دراز کھولی اور اس کے اندر سے ایک چھوٹا سا ٹارچ نما آلہ نکالا اور اس کا بٹن دبا کر اسے اس نے میز پر رکھ دیا.

"ہاں' اب یہ کمرہ ہر لحاظ سے مکمل طور پر محفوظ ہو چکا ہے" ـــ ڈانی نے اس طرح طویل سانس لیتے ہوئے کہا جیسے کوئی بہت بڑی آفت نازل ہوتے ہوتے رہ گئی ہو. ڈانی کے اس انداز پر عمران اور کیپٹن شکیل دونوں کے چہروں پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے.

"کیا بات ہے ڈانی تم اس قدر خوفزدہ کیوں ہو گئے ہو" ـــ کیپٹن شکیل نے سخت لہجے میں کہا.

"جہاں اینڈریو اور ویالی گروپ کی بات ہو وہاں ہر آدمی اسی طرح خوفزدہ ہو سکتا ہے کیپٹن شکیل' یہ اس علاقے کا سب سے با اثر انتہائی باوسائل اور انتہائی منظم گروپ ہے. اس اینڈریو نے تقریباً ہر جگہ اپنے آدمی چھوڑے ہوئے ہیں. بہرحال تم درست آدمی کے پاس پہنچے ہو اور اب میں ساری بات سمجھ گیا ہوں. اینڈریو اور ویالی نے تقریباً ڈاکٹر اخوند والا مشن مکمل کر لیا ہوگا" ـــ ڈانی نے کہا اور اس بار انتہائی حیرت زدہ ہونے کی باری عمران اور کیپٹن شکیل کی تھی. وہ سوچ بھی نہ سکتے تھے کہ ڈربن میں موجود یہ شخص ڈاکٹر اخوند کے بارے میں جانتا ہوگا.

"تم ڈاکٹر اخوند کے بارے میں کیسے جانتے ہو" ـــ کیپٹن شکیل نے حیرت زدہ لہجے میں کہا.

"سنو کیپٹن شکیل' تم مجھے جانتے ہو. میں ایکریمیا سمیت اس پورے علاقے کا سب سے باخبر آدمی سمجھا جاتا ہوں اور یہ میرا پیشہ بھی ہے. اس سلسلے میں میرے تعلقات ایکریمیا کے علاوہ براعظم افریقہ کے تقریباً تمام اہم حکام سے ہیں اور کسی بھی مشن کی بات ہو کسی نہ کسی انداز میں مجھ تک پہنچ ضرور جاتی ہے. مجھے معلوم ہے کہ حکومت ایکریمیا نے پاکیشیا سے ایک ڈاکٹر اخوند کے اغوا کا مشن اے اینڈ وی گروپ کو سونپا ہوا ہے اور یہ مشن مسٹر راک کے ذریعے اینڈریو کو دیا گیا ہے. مسٹر راک ایکریمین ہے اور بظاہر اس کا دھندہ امپورٹ ایکسپورٹ ہے لیکن دراصل وہ انتہائی بااثر مجرم تنظیموں اور ایکریمین حکام کے درمیان رابطے کا کام کرتا ہے اور اپنا کمیشن لیتا ہے" ـــ ڈانی نے وضاحت کرتے ہوئے کہا.

"پھر اب تمہارا کیا جواب ہے. کیا اب تم ہمیں ہیلی کاپٹر مہیا کر سکتے

ہو یا نہیں، کھل کر جواب دے دو۔" ——— کیپٹن شکیل نے سرد لہجے میں کہا۔

"سنو کیپٹن شکیل، مجھے اس مشن میں کسی فریق سے کوئی دلچسپی نہ تھی لیکن اب تمہارے آنے کے بعد مجھے اس میں دلچسپی پیدا ہو گئی ہے۔ راک میرا بزنس مخالف ہے۔ اگر راک کا مشن فیل ہو جاتا ہے تو یقیناً وہ ایکریمی حکام کی نظروں سے گر جائے گا اور اس کا مطلب ہو گا کہ آئندہ اس کی بجائے مشن میرے ذریعے طے ہوں گے اور مجھے اس کا گراں کمیشن ملے گا۔ اس لئے میں تو چاہتا ہوں کہ راک اور اینڈریو کا مشن فیل ہو جائے۔ لیکن اگر ڈاکٹر اخوند بلاسا پہنچ گیا ہے تو پھر اس مشن پر سوائے صبر کرنے کے اور کچھ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ بلاسا کا حفاظتی نظام ایسا ہے کہ اس تک اینڈریو کی مرضی کے بغیر کوئی نہیں پہنچ سکتا۔" ——— ڈانی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا تمہیں اس نظام کے بارے میں تفصیلات کا علم ہے۔" ——— عمران نے پوچھا۔

"ہاں — لیکن صرف اتنا کہ یہ ایک منفرد اور ناقابل تسخیر نظام ہے۔ میں تمہیں تفصیل بتاتا ہوں۔" ——— ڈانی نے کہا اور پھر اس نے تفصیل سے بتایا کہ بلاسا کے گرد کسی نامعلوم مگر انتہائی خوفناک شعاعوں کا جال پھیلا ہوا ہے جو نہ صرف جزیرے کے چاروں طرف موجود ہیں بلکہ جزیرے کے اوپر بھی بلندی پر ان کا مکمل جال موجود ہے اور یہ شعاعیں اس قدر خوفناک ہیں کہ کوئی جہاز، لانچ، آبدوز اس سے ٹکراتے ہی پلک جھپکنے میں بھسم ہو کر راکھ کا ڈھیر بن جاتی ہے۔

"لیکن پھر یہ لوگ جزیرے میں کیسے آتے جاتے ہیں۔" ——— کیپٹن شکیل نے کہا۔

"اس جال کے اندر بھول بھلیوں ٹائپ کا ایک حفاظتی راستہ موجود ہے جسے جزیرے کے اندر سے کمپیوٹر کے ذریعے کنٹرول کیا جاتا ہے اور کمپیوٹر آئی کی مدد سے اس راستے کی نشاندہی ہوتی ہے اور یہ کمپیوٹر آئی اینڈریو، اس کی بیوی دیالی اور جزیرے پر موجود چند افراد تک ہی محدود ہے۔ جب بھی کسی کو اس جزیرے پر جانا ہوتا ہے تو اکثر دیالی خود باہر آ کر اس آدمی کو ہیلی کاپٹر پر ساتھ لے جاتی ہے۔ آبدوز بھی اسی راستے سے اندر جاتی اور باہر آتی ہے اور یہ راستہ اور کسی طرح بھی معلوم نہیں ہو سکتا۔ اس لئے بلاسا پر جانا ناممکن ہے۔ کوئی بھی ہیلی کاپٹر، ہوائی جہاز، لانچ یا آبدوز اس راستے کے علاوہ اگر ان شعاعوں کے جال سے ٹکرائے گی تو فوراً جل کر راکھ ہو جائے گی اور یہ صرف زبانی باتیں نہیں ہیں، اکثر اس کا عملی تجربہ بھی دیکھا گیا ہے ایک بار ایک مسافر بحری جہاز طوفان میں پھنس کر ادھر جا نکلا تھا اور اس کا بھی یہی حشر ہوا تھا۔ چار ہزار افراد معہ جہاز کے ایک لمحے میں جل کر راکھ ہو گئے تھے۔" ——— ڈانی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا اور عمران اور کیپٹن شکیل دونوں کے ہونٹ بے اختیار سکڑ گئے کیونکہ اگر واقعی یہی نظام بلاسا پر قائم تھا تو پھر تو ہیلی کاپٹر وغیرہ وہاں نہ جا سکتے تھے۔

"اس جزیرے پر کیا اینڈریو اور دیالی اکیلے رہتے ہیں۔" ——— عمران نے پوچھا۔

"نہیں اس جزیرے کے اندر زیر زمین ان کا بڑا وسیع ہیڈ کوارٹر

ہے جس کے اندر دس بارہ افراد کام کرتے ہیں۔ اس ہیڈ کوارٹر کا انچارج فرینک نامی ایک آدمی ہے۔ اس کے علاوہ جزیرے پر انہوں نے تربیت یافتہ کمانڈوز کا پورا دستہ رکھا ہوا ہے جس کا انچارج کرگاگن نامی ایک آدمی ہے۔ اس کے پاس آبدوز، ایک مخصوص ہیلی کاپٹر اور ایک انتہائی تیز رفتار موٹر بوٹ ہے۔ ایک جیٹ جہاز انہوں نے لے۔ جی میں رکھا ہوا ہے۔ اے۔ جی میں ان کا خاص نمائندہ رابرٹ ہے۔ جبکہ اسی طرح ان کے خاص نمائندے ہر جگہ پھیلے ہوئے ہیں" —— ڈانی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

" یہاں ڈربن میں ان کا نمائندہ کون ہے" —— عمران نے پوچھا۔

" ڈربن میں ان کا نمائندہ الفرڈ ہے لیکن اگر تم لوگ یہ سوچ رہے ہو کہ اس الفرڈ کے ذریعے بلاسا تک پہنچ سکو گے تو ایسا ناممکن ہے۔ کیونکہ بلاسا تک صرف چند محدود افراد ہی جا سکتے ہیں۔ اینڈریو، ویالی کرگاگن، فرینک اور آبدوز کا کیپٹن ہاک، باقی افراد کو بھی یہی لوگ لے جاتے ہیں اور لے آتے ہیں۔ از خود اور کوئی نہیں جا سکتا" —— ڈانی نے جواب دیا اور کیپٹن ہاک کا نام سن کر عمران بے اختیار چونک پڑا۔

" سنو مسٹر ڈانی —— کیپٹن ہاک آبدوز میں سفر کرتا ہوا بلاسا کی طرف جا رہا ہے۔ کیا کسی طرح یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ اس آبدوز کا پتہ چلایا جا سکے کہ وہ اس وقت کہاں ہے" —— عمران نے کہا۔

" وہ کہاں سے آ رہا ہے" —— ڈانی نے چونک کر پوچھا۔

" وہ پاکیشیا سے ہی آ رہا ہے" —— عمران نے جواب دیا۔

" اوہ پھر وہ لازماً ڈربن میں ہی فیول لے گا اور الفرڈ نے اس کے فیول کا انتظام کرنا ہے، میں معلوم کرتا ہوں" —— ڈانی نے کہا اور اس نے میز پر رکھے ہوئے اسی ٹارچ نما آلے کو اٹھا کر اس کا بٹن آف کیا اور پھر اسے میز کی سب سے نچلی دراز میں رکھ کر وہ اٹھا اور اس نے الماری کھول کر اس کے اندر ہاتھ ڈالا تو دروازے پر آ جانے والی سیاہ رنگ کی دھات کی چادر بھی اٹھ کر چھت میں غائب ہو گئی۔ ڈانی نے میز پر رکھے ہوئے انٹر کام کا رسیور اٹھایا اور اس کے دو نمبر پریس کر دیئے۔

" ٹومی فوراً معلوم کرو کہ اے۔ وی گروپ کا الفرڈ کہاں ہے اور یہ بھی معلوم کرو کہ کیا اس نے اے۔ وی کی آبدوز کو فیول سپلائی کر دیا ہے یا نہیں۔ اس کے لئے تمہیں کہاں سے معلومات حاصل کرنی ہوں گی، یہ تم جانتے ہی ہو" —— ڈانی نے رابطہ قائم ہونے پر سخت لہجے میں کہا اور پھر دوسری طرف سے جواب ملنے پر اس نے رسیور رکھ دیا۔

" ابھی معلوم ہو جاتا ہے، اب تو کچھ پئیں گے" —— ڈانی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" نہیں —— ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے، پھر کبھی سہی" —— عمران نے کہا اور ڈانی ہونٹ بھینچ کر خاموش ہو گیا۔ تقریباً دس منٹ تک مسلسل انتظار کے بعد انٹر کام کی گھنٹی بج اٹھی اور ڈانی نے رسیور اٹھا لیا۔

" یس" —— ڈانی نے اسی طرح سخت لہجے میں کہا۔ پھر وہ

کچھ دیر تک دوسری طرف سے دی جانے والی رپورٹ سنتا رہا۔ اس کے بعد اس نے اوکے کہہ کر ریسیور رکھ دیا۔

"جناب دو گھنٹے پیشتر آبدوز فیول لے کر روانہ ہو چکی ہے"۔ ——— ڈانی نے کہا۔

"دو گھنٹے ——— اس کا مطلب ہے کہ وہ ابھی بلاسا تک نہ پہنچی ہو گی"۔ ——— عمران نے چونک کر کہا۔

"وہ جنوبی بحر اوقیانوس میں تو داخل ہو چکی ہو گی لیکن بلاسا تک پہنچنے کے لئے ابھی اسے چار گھنٹے مزید لگ جائیں گے لیکن آپ اسے کیسے کور کر سکتے ہیں، وہ تو آبدوز ہے"۔ ——— ڈانی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"کیا اس الفرڈ کو اس آبدوز میں نصب ٹرانسمیٹر کی مخصوص فریکوئنسی کا علم ہو گا"۔ ——— عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"اس کو کیا علم ہو گا، مجھے علم ہے۔ کیپٹن ہاک میرا بھی دوست ہے۔ وہ جب بھی ڈربن آتا ہے مجھے ضرور ملتا ہے۔ اس بار نجانے وہ کیوں سیدھا نکل گیا ہے۔ شاید کوئی ایمرجنسی ہو گی"۔ ——— ڈانی نے کہا۔

"اوہ کیا فریکوئنسی ہے"۔ ——— عمران نے اشتیاق بھرے لہجے میں کہا۔

"آپ کیپٹن شکیل کے ساتھی ہیں اس لئے بتا دیتا ہوں ورنہ شاید کبھی نہ بتاتا۔ بہرحال کیپٹن شکیل میرا نام درمیان میں نہ آنا چاہیے"۔ ڈانی نے قدرے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"تم فکر نہ کرو ڈانی، تم پر کوئی حرف نہ آئے گا"۔ ——— کیپٹن شکیل نے کہا اور ڈانی نے فریکوئنسی بتا دی۔

"اس اینڈریو کی مخصوص فریکوئنسی"۔ ——— عمران نے پوچھا۔

"وہ بھی بتا دیتا ہوں"۔ ——— ڈانی نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ فریکوئنسی بھی بتا دی۔

"بے حد شکریہ ڈانی، اب ہمیں اجازت، انشاءاللہ جلد ہی ملاقات ہو گی"۔ ——— عمران نے ایک جھٹکے سے اٹھتے ہوئے کہا اور کیپٹن شکیل بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر ڈانی سے مصافحہ کر کے وہ دونوں اس کے دفتر سے باہر آ گئے۔

"یہ آدمی اس اینڈریو کو تو نہ بتا دے گا ہمارے متعلق"۔ ——— عمران نے گلیکسی بار سے باہر آتے ہوئے کہا۔

"حتمی طور پر کچھ کہا نہیں جا سکتا عمران صاحب"۔ ——— کیپٹن شکیل نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا اور عمران نے سر ہلا دیا۔ چند لمحوں بعد انہیں ٹیکسی مل گئی اور عمران نے اسے اس جگہ کا پتہ بتا دیا جہاں ان کی مخصوص بوٹ ان کی منتظر تھی۔

اینڈریو اور ڈیالی اپنے خاص کمرے میں بیٹھے شراب نوشی میں مصروف تھے۔ ان دونوں کے چہرے شراب کی حدت سے بُری طرح تمتائے ہوئے تھے کہ اچانک کمرہ تیز سیٹی کی آواز سے گونج اٹھا اور یہ آواز سنتے ہی وہ دونوں اس طرح اچھلے کہ ان کے ہاتھوں میں موجود شراب کی بوتلیں ان کے ہاتھوں سے نکل کر نیچے جا گریں۔

"کیا مطلب — فرینک کی ایمرجنسی کال ہے"۔ —— اینڈریو نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا اور تیزی سے بڑے کمرے کی طرف دوڑ پڑا۔ ڈیالی بھی اس کے پیچھے تھی۔ اینڈریو نے میز پر رکھا ہوا انٹرکام کا رسیور اٹھا لیا اور اس کے ساتھ ہی سیٹی کی تیز آواز جو اس کمرے میں بھی سنائی دے رہی تھی بند ہو گئی۔

"یس"۔ —— اینڈریو نے تیز لہجے میں کہا۔

"سوری باس، آپ کو ڈسٹرب کیا۔ ڈربن سے ڈانی نے ٹرانسمیٹر کال

کی ہے اور اس کا کہنا ہے کہ اس نے ڈاکٹر اخوند والے مشن کے بارے میں ایک خاص بات آپ سے کرنی ہے' اس لئے مجھے ایمرجنسی کال کرنی پڑی"۔ —— دوسری طرف سے فرینک کی آواز سنائی دی۔

"ڈاکٹر اخوند مشن اور ڈانی نے بات کرنی ہے' کیا مطلب۔ اس کا اس مشن سے کیا تعلق ہو سکتا ہے"۔ —— اینڈریو کے لہجے میں بے پناہ حیرت تھی۔

"میں نے تو اس سے پوچھنے کی کوشش کی ہے باس لیکن وہ ضد کر رہا ہے کہ وہ صرف آپ سے ہی بات کرے گا"۔ —— فرینک نے کہا۔

"اوکے میں ٹرانسمیٹر کال کرتا ہوں"۔ —— اینڈریو نے رسیور کریڈل پر پٹختے ہوئے کہا اور پھر تیزی سے وہ ایک الماری کی طرف بڑھا اور اس نے الماری میں رکھے ہوئے ٹرانسمیٹر کو اٹھا کر میز پر رکھا اور اس پر مخصوص ریسیونگ فریکونسی ایڈجسٹ کر دی۔ دوسرے لمحے ٹرانسمیٹر کا بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگا۔ اینڈریو نے جلدی سے ایک بٹن دبایا تو بلب مسلسل جلنے لگا۔

"ہیلو اینڈریو اٹنڈنگ' اوور"۔ —— اینڈریو نے پاس کھڑی ڈیالی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جس کا چہرہ بھی بُری طرح سے کھنچا ہوا نظر آ رہا تھا۔

"ڈانی بول رہا ہوں ڈربن سے اینڈریو' اوور"۔ —— ڈانی کی آواز سنائی دی۔

"کیا بات ہے ڈانی' کیوں کال کی ہے' اوور"۔ —— اینڈریو نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"تم نے ڈاکٹر اخوند والا مشن مکمل کر لیا ہے مبارک ہو۔ لیکن میرے پاس تمہارے لئے ایک اہم ترین اطلاع ہے اس مشن کے سلسلے میں، اوور"۔۔۔۔ ڈافی نے کہا۔

"کیسی اطلاع، اوور"۔۔۔۔ اینڈریو نے کہا۔

"تم جانتے ہو اینڈریو کہ میں پیشہ ور آدمی ہوں۔ اس لئے اس اطلاع کا تمہیں باقاعدہ معاوضہ ادا کرنا ہو گا، اوور"۔۔۔۔ ڈافی کی آواز سنائی دی۔

"دیکھو ڈافی، میں جانتا ہوں کہ تم ایک ذمہ دار آدمی ہو اور اب سے پہلے تمہاری طرف سے مجھے کوئی شکایت نہیں ملی اس لئے تم ابھی تک زندہ بھی ہو اور کاروبار بھی کر رہے ہو ورنہ جانتے ہو میرے ایک اشارے پر ڈربن میں تمہارے سارے کلب، باریں تم سمیت راکھ کا ڈھیر بن سکتے ہیں اس لئے جو اطلاع ہو وہ پہلے بتا دو، اگر میں نے اسے اہم سمجھا تو میں اس کا معاوضہ بھی دے دوں گا، اوور"۔۔۔۔ اینڈریو نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"او۔کے تم نے حامی بھر لی ہے، میرے لئے یہی کافی ہے۔ سنو پاکیشیا نیوی انٹیلی جنس تمہارا پیچھا کرتی ہوئی آ رہی ہے۔ اس کے دو ممبرز کیپٹن شکیل اور علی عمران یہاں ڈربن میں ابھی پہنچے ہیں اور انہوں نے یہاں ڈربن فیول کمپنی سے یہ معلومات حاصل کی ہیں کہ تمہاری آبدوز جسے کیپٹن ہاک چلا رہا ہے کتنی دیر ہوئے فیول بھروا کر گیا ہے اور وہ یہ معلوم کر چکے ہیں کہ کیپٹن ہاک کو آبدوز میں فیول بھروائے دو گھنٹے ہو چکے ہیں۔ جب مجھے اطلاع ملی تو وہ یہ اطلاعات حاصل کر کے واپس

جا چکے تھے۔ میں نے مزید انکوائری کی تو مجھے پتہ چلا کہ وہ ٹیکسی پر پراڈائز زون پر گئے ہیں جہاں ایک ایسی مخصوص بوٹ ان کی منتظر تھی جو کسی جنگی آبدوز میں آنے جانے کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔ انہیں اس بوٹ میں بیٹھ کر واپس گئے ہوئے صرف بیس پچیس منٹ ہی گزرے ہوں گے اور یہ بھی بتا دوں کہ انہوں نے فیول کمپنی کے ایک اہم ملازم سے آبدوز اور پلاسا دونوں کی مخصوص ٹرانسمیٹر فریکوئنسیاں بھی معلوم کر لی ہیں، اوور"۔۔۔۔ ڈافی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"مگر اس ملازم کو کیسے ان فریکوئنسیوں کا علم ہو سکتا ہے، اوور"۔ اینڈریو نے تقریباً حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

"تم جانتے تو ہو کیپٹن ہاک کا یہاں اکثر آنا جانا رہتا ہے اس لئے یہ کوئی مسئلہ نہیں جس پر تم اس قدر پریشان ہو جاؤ، اوور"۔۔۔۔ ڈافی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تمہارا مطلب ہے کہ وہ دونوں کسی جنگی آبدوز کے ذریعے کیپٹن ہاک کا تعاقب کر رہے ہیں، اوور"۔۔۔۔ اینڈریو نے کہا۔

"ہاں۔۔۔ اسی لئے مجھے علم ہے کہ کیپٹن شکیل سے میں کافی عرصہ پہلے سے واقف ہوں۔ وہ نیوی انٹیلی جنس میں کام کرتا ہے اور پھر اس بوٹ کی مخصوص ساخت بتا رہی ہے کہ وہ جنگی آبدوز میں سفر کر رہے ہیں اور ایسی آبدوزیں انٹیلی جنس والے ہی استعمال کرتے ہیں، اوور"۔ ڈافی نے کہا۔

"او۔کے شکریہ، تم نے واقعی معاوضے والی اطلاع دی ہے۔ معاوضہ پہنچ جائے گا، اوور اینڈ آل"۔۔۔۔ اینڈریو نے کہا اور ٹرانسمیٹر

آف کر دیا۔

"یہ سب کچھ کیسے ممکن ہوا اینڈریو" ــــــ ویالی نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"یہ ڈانی بیحد باخبر اور لالچی آدمی ہے۔ ہو سکتا ہے اس نے خود ہی ان سے معاوضہ لے کر انہیں معلومات مہیا کر دی ہوں۔ بہرحال اس کی یہ اطلاع واقعی ہمارے لئے کام کی ہے۔ کیپٹن ہاک ابھی راستے میں ہے اور کیپٹن ہاک کے پاس کمپیوٹر آئی بھی موجود ہے۔ اگر یہ لوگ جنہیں ڈانی نیوی انٹیلیجنس کے آدمی کہہ رہا ہے اور جو دراصل پاکیشیا سیکرٹ سروس کے آدمی ہیں اگر واقعی کسی جنگی آبدوز میں ہیں تو پھر وہ آسانی سے ہماری آبدوز کو کور کر سکتے ہیں" ــــــ اینڈریو نے تیز لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے انتہائی تیزی سے ٹرانسمیٹر پر فریکونسی ایڈجسٹ کرنی شروع کر دی۔

"ہیلو ہیلو، اینڈریو کالنگ کیپٹن ہاک اوور" ــــــ اینڈریو نے تیز لہجے میں بار بار کال دوہرانی شروع کر دی۔

"یس باس، کیپٹن ہاک اٹنڈنگ یو، اوور" ــــــ چند لمحوں بعد ہی کیپٹن ہاک کی آواز ٹرانسمیٹر سے نکلی۔

"کیپٹن ہاک تم اس وقت بلاسا سے کتنے فاصلے پر ہو، اوور" ــــــ اینڈریو نے تیز لہجے میں کہا۔

"تین گھنٹوں کا سفر باقی رہ گیا ہے باس، اوور" ــــــ کیپٹن ہاک نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"سنو کیپٹن ہاک، پاکیشیا سیکرٹ سروس ایک جنگی آبدوز میں تمہارا تعاقب کر رہی ہے۔ انہوں نے ڈربن سے معلوم کر لیا ہے کہ تم نے

کب وہاں سے فیول لیا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اس نے تمہاری اور میری مخصوص ٹرانسمیٹر فریکونسیاں بھی معلوم کر لی ہیں۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ وہ تمہیں میری آواز میں کال کر کے کوئی آرڈر دیں۔ اس لئے اب میں اور تم سپیشل کوڈ کا حوالہ دے کر ہی بات کریں گے۔ میرا سپیشل کوڈ ٹرپل اے، تمہارا سپیشل کوڈ اوور" ــــــ اینڈریو نے تیز لہجے میں کہا۔

"میرا سپیشل کوڈ ٹرپل سی، ٹرپل ایچ ہے، اوور" ــــــ ٹرانسمیٹر سے آواز نکلی اور اینڈریو نے ایک طویل سانس لیا۔

"سنو تم نے اب بلاسا نہیں آنا بلکہ تم فوری طور پر ڈاکان جزیرے کی طرف مڑ جاؤ اور جب تک میں سپیشل کوڈ کے حوالے سے تمہیں کال نہ کروں تم نے وہیں رہنا ہے اور ہر قیمت پر اس جنگی آبدوز سے بچنا ہے، سپیشل سیفٹی کے ذریعے، اوور" ــــــ اینڈریو نے تیز لہجے میں کہا۔

"یس باس، سمجھ گیا ہوں۔ لیکن باس یہ لوگ ڈربن تک کیسے پہنچ گئے ہیں، اوور" ــــــ کیپٹن ہاک کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔

"ابھی کچھ پتہ نہیں تم ہدایات پر پوری طرح عمل کرو، یہ باتیں بعد میں ہوتی رہیں گی، اوور" ــــــ اینڈریو نے سخت لہجے میں کہا۔

"یس باس، اوور" ــــــ کیپٹن ہاک نے جواب دیا اور اینڈریو نے اوور اینڈ آل کہہ کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

"یہ لوگ یقیناً جادوگر ہیں ورنہ انہیں کس طرح معلوم ہو گیا کہ ہم نے ڈاکٹر اخوند کو اغوا کیا ہے اور ہم اسے آبدوز میں ڈال کر لے آ رہے

ہیں "۔۔۔۔۔۔ ویالی نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"تم نے دیکھا اگر میں فوری طور پر آبدوز نہ چھوڑ دیتا تو یہ لوگ یقیناً ہمیں راستے میں ہی کور کر لیتے "۔۔۔۔۔۔ اینڈریو نے کہا اور ہاتھ بڑھا کر انٹرکام کا رسیور اٹھا لیا۔

"یس باس "۔۔۔۔۔۔ رسیور سے فرینک کی آواز سنائی دی۔

"فرینک تم نے ڈافی کی باتیں سن لی ہوں گی "۔۔۔۔۔۔ اینڈریو نے کہا۔

"یس باس "۔۔۔۔۔۔ فرینک نے جواب دیا۔

"تم نے پوری طرح ہوشیار رہنا ہے۔ اس وقت تک جب تک راک آکر اس ڈاکٹر اخوند کو یہاں سے لے نہ جائے۔ یہ لوگ انتہائی ہوشیار ہیں اس لئے میں کسی قسم کا رسک نہیں لے سکتا۔ ڈاکٹر اخوند کے یہاں سے جانے کے بعد میں ان کا باہر جا کر خود شکار کھیلوں گا"۔ اینڈریو نے کہا۔

"ٹھیک ہے باس، میں پوری طرح ہوشیار رہوں گا"۔۔۔۔۔۔ فرینک نے جواب دیا اور اینڈریو نے رسیور رکھ دیا۔

"یہ کیپٹن ہاک کے پیچھے لگے ہوئے ہیں تو پھر لازماً یہ اسے گھیرنے کی کوشش کریں گے اور اگر کیپٹن ہاک ان کے ہاتھ لگ گیا تو اس کا مطلب ہے کہ کمپیوٹر آئی بھی ان کے ہاتھ لگ جائے گی اور کمپیوٹر آئی ان کے ہاتھ لگ گئی تو پھر ریلا ساتک کا راستہ ان کے لئے ہر لحاظ سے اوپن ہو گا"۔۔۔۔۔۔ ویالی نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"بات تو تمہاری درست ہے ویالی، لیکن اب اس کا حل کیا

ہو سکتا ہے۔ ویسے آبدوز کا سیفٹی سسٹم آن ہو تو پھر یہ آبدوز کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے "۔۔۔۔۔۔ اینڈریو نے کہا۔

"جو لوگ یہاں تک پہنچ سکتے ہیں اور جنہیں اس قدر راز داری کے باوجود اس بات کا علم ہو سکتا ہے کہ ہم ڈاکٹر اخوند کو اغوا کر لائے ہیں وہ سب کچھ کر سکتے ہیں اینڈریو، مجھے نہ صرف آبدوز بلکہ اپنے ہیڈ کوارٹر کا وجود بھی شدید خطرے میں نظر آ رہا ہے "۔۔۔۔۔۔ ویالی نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"ارے اس قدر خوفزدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ چاہے کچھ بھی کر لیں یہاں تک نہیں پہنچ سکتے کسی صورت میں۔ ایسا قطعی ناممکن ہے "۔۔۔۔۔۔ اینڈریو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم ایسا کرو اینڈریو، فرینک کو کہہ کر کیپٹن ہاک کی کمپیوٹر آئی کو آف کرا دو۔ جب سب خطرہ ختم ہو جائے گا تو پھر اس کے لئے نئی کمپیوٹر آئی تیار کرائی جا سکتی ہے۔ اس طرح بہر حال ہم ایک بڑے خطرے سے محفوظ ہو جائیں گے "۔۔۔۔۔۔ ویالی نے کہا۔

"اوہ واقعی تم نے درست کہا ہے "۔۔۔۔۔۔ اینڈریو نے چونک کر کہا اور ایک بار پھر انٹرکام کا رسیور اٹھا لیا۔

"یس باس "۔۔۔۔۔۔ فرینک کی آواز سنائی دی۔

"فرینک، کیپٹن ہاک کی کمپیوٹر آئی کو فوراً آف کر کے مجھے رپورٹ دو "۔۔۔۔۔۔ اینڈریو نے تیز لہجے میں کہا۔

"کیپٹن ہاک کی کمپیوٹر آئی ۔۔ لیکن باس پھر آبدوز کیسے ہیڈ کوارٹر آئے گی "۔۔۔۔۔۔ فرینک نے انتہائی حیرت بھرے لہجے

میں کہا۔

"جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو فوراً" یہ باتیں میرے سوچنے کی ہیں تمہارے سوچنے کی نہیں ہیں۔" ——— اینڈریو نے انتہائی غصیلے انداز میں کہا۔

"یس باس۔" ——— دوسری طرف سے فرینک نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا اور اینڈریو نے غصیلے انداز میں ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔

"نانسنس، آگے بحث کرتا ہے۔" ——— اینڈریو نے غصے سے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ مگر ویالی نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ خاموش بیٹھی رہی۔

"تقریباً دس منٹ بعد انٹرکام کی گھنٹی بج اٹھی اور اینڈریو نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔

"یس۔" ——— اینڈریو کا لہجہ اسی طرح سخت تھا۔

"کیپٹن ہاک کی کمپیوٹر آئی آف کر دی گئی ہے۔" ——— دوسری طرف سے فرینک نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔" ——— اینڈریو نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

"اس راک کو بھی عین موقع پر غائب ہونا تھا۔ اگر اس ڈاکٹر کو لے جاتا تو ہم آزادی سے تو ان لوگوں کا شکار کھیل سکتے۔" ——— اینڈریو نے غصیلے انداز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"اب تو راک کو بھی پوری چھان بین کے بعد جزیرے پر لانا پڑے گا۔" ویالی نے آہستہ سے کہا۔

"کیوں۔" ——— اینڈریو نے اس طرح چونک کر پوچھا جیسے اسے ویالی کی اس بات کی وجہ تسمیہ سمجھ میں نہ آئی ہو۔

"دشمن کسی بھی پہلو پر وار کر سکتا ہے۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ راک کے میک اپ میں ان لوگوں کا کوئی ایجنٹ یہاں پہنچ جائے اور ڈاکٹر اخوند کو ساتھ لے کر نکل جائے۔" ——— ویالی نے کہا۔

"اوہ نہیں، ایسا ناممکن ہے، بہرحال ٹھیک ہے اس پہلو پر بھی میں ہوشیار رہوں گا لیکن اگر یہ بات ہے تو پھر راک کو یہاں بلانے کی بجائے کیوں نہ ہم اس ڈاکٹر اخوند کو یہاں سے نکال کر راک کے اڈے تک پہنچا دیں۔" ——— اینڈریو نے کہا۔

"نہیں اینڈریو، اس طرح ہم خواہ مخواہ کا رسک لیں گے۔ پوری چھان بین کر کے راک کو یہاں لے آؤ اور پھر ڈاکٹر اخوند کو اس کے حوالے کر کے اس کے ہیلی کاپٹر کو باہر نکال دو۔ اس طرح ہمارا دردِ سر ختم ہو جائے گا۔ پھر کیا ہوتا ہے یہ راک جانے اور اس کا کام۔" ——— ویالی نے کہا۔

"لیکن ایسی صورت میں ہمیں راک کو اس پاکیشیا سیکرٹ سروس کے بارے میں تفصیلات بتانی پڑیں گی۔" ——— اینڈریو نے کہا۔

"نہیں اس طرح ہمارے گروپ کی بے عزتی ہو گی، کیا ضرورت ہے اسے بتانے کی۔ بس مشن کی باقی رقم لو اور ڈاکٹر اخوند کو اس کے حوالے کرو اور بات ختم۔" ——— ویالی نے کہا اور اینڈریو نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر کمرے میں خاموشی طاری ہو گئی۔ دونوں ہی اپنی اپنی سوچوں میں گم تھے اور حالانکہ وہ اپنے طور پر انتہائی محفوظ ہیڈ کوارٹر میں تھے لیکن اس کے باوجود ایک انجانے سے اندیشے نے انہیں غیر محسوس طور پر گھیر رکھا تھا۔

عمران نے واپس آبدوز میں جا کر کیپٹن فیروز اور اپنے ساتھیوں کو تمام صورت حال بتا دی۔

"اب ہمیں ہر صورت میں اس کیپٹن ہاک کو کور کرنا ہے"۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"مگر عمران صاحب، وہ آبدوز ہم سے کافی فاصلے پر ہے۔ ہم جس قدر بھی تیز رفتاری سے چلیں اس تک نہیں پہنچ سکتے"۔۔۔۔۔ کیپٹن فیروز نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"اگر کیپٹن ہاک اپنی آبدوز روک لے پھر۔۔۔۔"۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"ظاہر ہے، پھر تو ہم ایک گھنٹے میں اس تک پہنچ جائیں گے"۔۔۔۔۔ کیپٹن فیروز نے چونک کر جواب دیتے ہوئے کہا اور عمران نے جلدی سے آبدوز میں نصب سپیشل ٹرانسمیٹر پر وہ فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنا شروع کر دی

جو ڈانی نے کیپٹن ہاک کی بتائی تھی۔ فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنے کے بعد عمران نے جیسے ہی ٹرانسمیٹر آن کیا ٹرانسمیٹر سے ٹک ٹک کی آوازیں نکلنے لگیں۔

"اوہ فریکوئنسی انگیج ہے، اس پر کال کی جا رہی ہے"۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور ایک اور بٹن دبا دیا تو ٹرانسمیٹر کے کونے میں موجود ایک چھوٹا سا بلب جل اٹھا۔

"کیپٹن ہاک تم اس وقت بلاسا سے کتنے فاصلے پر ہو، اوور"۔۔۔۔۔ ٹرانسمیٹر سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"تین گھنٹوں کا سفر باقی رہ گیا ہے باس، اوور"۔۔۔۔۔ ایک دوسری آواز ٹرانسمیٹر سے نکلی اور پھر ان دونوں کے درمیان طویل بات چیت شروع ہو گئی۔ عمران اور اس کے ساتھی خاموشی سے ٹرانسمیٹر سے نشر ہونے والی یہ بات چیت سنتے رہے۔ پھر جب اوور اینڈ آل ہو کر کال ختم ہوئی تو عمران نے بھی تیزی سے ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔

"اس کا مطلب ہے عمران صاحب کا خدشہ درست نکلا۔ اس ڈانی نے ہمارے متعلق باقاعدہ اینڈریو کو اطلاع دے دی ہے"۔۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ہاں لیکن بہرحال اس کال کے سننے سے ہمیں چند فائدے بھی مل گئے ہیں۔ اب ہمیں سپیشل کوڈ کا بھی علم ہو گیا ہے اور اینڈریو کی آواز اور لہجے کا بھی۔ اب اس کیپٹن ہاک کو زیادہ آسانی سے بیوقوف بنایا جا سکتا ہے"۔۔۔۔۔ عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا لیکن ہمیں اس کے لئے کچھ وقفہ دینا پڑے گا۔ بہرحال کیپٹن فیروز تم آبدوز کو انتہائی رفتار پر چلانا شروع کر دو"۔ عمران نے کہا اور کیپٹن فیروز نے سر ہلاتے ہوئے مشینری کو آپریٹ کرنے

میں مصروف ہوگیا۔ عمران نے ٹائیگر کو کہہ کر نقشہ منگوایا اور اس پر ڈاکان
جزیرے کو تلاش کرنے میں مصروف ہوگیا۔

" اوہ یہ تو بلاسا سے کافی دور ہے، نہیں وہاں تک جانے کا رسک
نہیں لیا جاسکتا ورنہ ڈاکٹر اخوند ہاتھ سے نکل جائے گا"۔۔۔۔۔ عمران
نے نقشہ رول کرتے ہوئے کہا اور پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر کا بٹن
آن کر دیا۔ کیپٹن ہاک کی فریکوئنسی تو پہلے سے ہی ٹرانسمیٹر پر ایڈجسٹ تھی
اس لیے کال فوراً ہی مل گئی۔

" ہیلو ہیلو، اینڈریو کالنگ کیپٹن ہاک، اوور"۔۔۔۔۔ عمران نے
اس بار اینڈریو کے لہجے میں کال کرنی شروع کر دی۔

" یس کیپٹن ہاک اٹنڈنگ، اوور"۔۔۔۔۔ چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے
کیپٹن ہاک کی آواز سنائی دی۔

" سپیشل کوڈ ٹرپل اے، اپنا سپیشل کوڈ دوہراؤ، اوور"۔۔۔۔۔ عمران
نے اینڈریو کے لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

" سپیشل کوڈ ٹرپل سی، ٹرپل ایچ، اوور"۔۔۔۔۔ کیپٹن ہاک نے
جواب دیا۔

" او۔ کے کیپٹن ہاک، ابھی میں نے تمہیں ڈاکان جزیرے کی طرف
جانے کی ہدایت کی تھی، اب اس ہدایت کو کینسل سمجھو، میں نے ایک اور
پلاننگ بنائی ہے، اوور"۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

" یس باس، اوور"۔۔۔۔۔ اس بار کیپٹن ہاک کے لہجے سے مکمل
اطمینان کا تاثر نمایاں تھا۔ شاید پہلی کال کے حوالے اور سپیشل کوڈ کے دوہرانے
سے اسے مکمل یقین ہوگیا تھا کہ وہ اینڈریو سے ہی مخاطب ہے۔

" سنو، میں نے معلوم کر لیا ہے۔ یہ خطرناک جنگی آبدوز نہیں ہے۔ ایک
سادہ سی دفاعی ٹائپ کی آبدوز ہے۔ کیا ایسا ممکن ہے کہ ہم اس آبدوز پر
قبضہ کر سکیں۔ اس طرح ہمارے قبضے میں دو آبدوزیں آجائیں گی، اوور"۔۔۔۔۔
عمران نے کہا۔

" اوہ یس باس، ہماری آبدوز میں آرکینیم شاکنگ ریز سسٹم موجود ہے
جس کی مدد سے عام آبدوز کی مشینری کو ساکت اور اس کے اندر موجود افراد
کو بے حس کیا جاسکتا ہے، اوور"۔۔۔۔۔ کیپٹن ہاک نے تیز لہجے میں
کہا۔

" اوہ ہاں، ویری گڈ۔ او۔ کے تم ایسا کرو فوراً پلٹ کر اس آبدوز کی
طرف جاؤ اور اس پر قبضہ کر کے مجھے رپورٹ دو، میں تمہاری طرف سے
کامیابی کی رپورٹ سننے کا منتظر ہوں، اوور"۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

" یس باس، آپ کامیابی کی رپورٹ ہی سنیں گے، اوور"۔۔۔۔۔
کیپٹن ہاک نے چہکتے ہوئے کہا۔

" فوراً ایکشن میں آجاؤ، اوور اینڈ آل"۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور
اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

" آرکینیم شاکنگ ریز سے تو واقعی عمران صاحب ہماری آبدوز کی مشینری
ہی جام ہو جائے گی اور ہم بھی بے حس ہو جائیں گے۔ یہ تو انتہائی جدید
اور خوفناک حربہ ہے"۔۔۔۔۔ کیپٹن فیروز نے انتہائی تشویش بھرے
لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب ۔۔ اس جنگی آبدوز میں آرکینیم شاکنگ ریز ڈیفنس سسٹم
نہیں ہے"۔۔۔۔۔ عمران نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"نہیں، ہمارے پاس صرف دو اٹیک آبدوزیں ہیں، ان میں ایسا سسٹم ہے۔ اس آبدوز میں نہیں ہے۔ یہ سسٹم انتہائی قیمتی ہوتا ہے اور ہمارا ملک اتنا ترقی یافتہ نہیں ہے۔" ـــــ کیپٹن فیروز نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

"کمال ہے ـــ واپس جا کر مجھے اعلیٰ حکام سے اس معاملے میں بات کرنی پڑے گی۔ اگر کینم شاکنگ سسٹم مہنگا ضرور ہے لیکن اس قدر مہنگا بھی نہیں ہے۔ بہر حال اب فوری طور پر اس کا کوئی توڑ کرنا پڑے گا ورنہ تو واقعی ہم سب مارے جائیں گے۔" ـــــ عمران نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا اور اس کی پیشانی پر شکنیں سی ابھر آئیں۔

"تھری وے اٹیکنگ سسٹم تو ہے اس میں۔" ـــــ عمران نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

"جی ہاں ـــ تھری وے نہیں بلکہ فور وے سسٹم ہے۔" ـــــ کیپٹن فیروز نے اثبات میں سر ہلانے کے ساتھ ساتھ جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اور ایم۔ وی گائیڈڈ تارپیڈو سسٹم۔" ـــــ عمران نے پوچھا۔

"وہ بھی ہے ـــ جنگی آبدوز جو ہوئی، یہ سسٹم تو ہر جنگی آبدوز میں ہوتے ہیں۔ ان کے بغیر تو اسے جنگی آبدوز کہا ہی نہیں جا سکتا۔" کیپٹن فیروز نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اوکے، جیسے ہی کیپٹن ہاک کی آبدوز انٹرنل راڈار پر نظر آئے تم دونوں سسٹم بیک وقت آن کر دینا لیکن ان دونوں کے اٹیکنگ بٹن آف ہی رکھنا۔" ـــــ عمران نے اسے باقاعدہ ہدایات دیتے

ہوئے کہا۔

"اس سے کیا ہوگا۔" ـــــ کیپٹن فیروز نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"پلاؤ کھائیں گے جب احباب کا فاتحہ ہوگا بلکہ قل خوانی، چہلم برسی عرس سب اکٹھے منائے جائیں گے۔" ـــــ عمران نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا اور کیپٹن فیروز کا منہ تعجب کی وجہ سے کھلا کا کھلا رہ گیا۔ وہ اس طرح عمران کو دیکھ رہا تھا جیسے اسے یقین نہ آ رہا تھا کہ یہ فقرہ عمران جیسے سنجیدہ آدمی کے منہ سے نکلا ہے۔ ویسے اس حیرت کے اظہار میں اس کا قصور بھی نہ تھا کیونکہ حالات ہی ایسے تھے کہ جب سے عمران کا اس سے رابطہ ہوا تھا عمران مسلسل سنجیدہ ہی رہا تھا۔

"یہ۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" ـــــ کیپٹن فیروز نے انتہائی تعجب بھرے لہجے میں کہا اور عمران بے اختیار مسکرا دیا۔

"ٹائیگر۔" ـــــ عمران نے پیچھے کھڑے ہوئے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس باس۔" ـــــ ٹائیگر نے چونک کر جواب دیا۔

"کیپٹن فیروز صاحب مسلسل کام کرتے کرتے تھک گئے ہیں اس لئے انہیں ریسٹ کا موقع دو۔" ـــــ عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے باس۔" ـــــ ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب ـــ کیا آپ کا دماغ درست نہیں رہا۔ یہ آپ کیا۔" کیپٹن فیروز نے اس بار قدرے غصیلے لہجے میں کہنا شروع کیا ہی تھا

کہ ٹائیگر کا بازو بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور کیپٹن فیروز کا فقرہ
درمیان میں ہی رہ گیا اور وہ بے اختیار چیخ مار کر اپنی کرسی پر ہی
اُلٹ گیا۔ کنپٹی پر لگنے والے بھرپور ہک نے پہلی بار ہی اپنا کام دکھا دیا
تھا۔ کیپٹن فیروز بے ہوش ہو گیا تھا۔ ٹائیگر نے اسے کرسی سے اٹھایا
اور ایک طرف لٹا دیا اور پھر خود کیپٹن فیروز والی کرسی پر بیٹھ گیا اور اس
کے ہاتھ تیزی سے کنٹرولنگ پینل پر چلنے شروع ہو گئے۔
"میں نے کیا کہا تھا"۔۔۔۔ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔
"یس باس، کہ جب کیپٹن ہاک کی آبدوز انٹرنل راڈار پر نظر آئے
فوروے اٹیکنگ سسٹم اور ایم وی گائیڈڈ تارپیڈو سسٹم کو بیک وقت
آن کر دیا جائے"۔۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا۔
"تو کیا کیپٹن ہاک والی آبدوز راڈار پر نظر آگئی ہے"۔۔۔۔ عمران
کا لہجہ سخت ہو گیا۔
"لیکن باس دونوں سسٹمز کو اوکے کنڈیشن میں تو ہونا چاہیے۔
عین موقع پر کوئی گڑبڑ ہو گئی تو مسئلہ پیدا ہو جائے گا"۔۔۔۔
ٹائیگر نے جواب دیا اور عمران مسکراتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا۔
"ٹھیک ہے ۔۔ آؤ ساتھیو۔ اب ہم بھی کیپٹن فیروز کی طرح
بیہوش ہونے کی تیاری کر لیں"۔۔۔۔ عمران نے کہا اور کنٹرولنگ
روم سے باہر کی طرف چل پڑا۔
"میری بات اب غور سے سن لو، کیپٹن ہاک شاکنگ اٹیک کرنے
کے بعد اندر قبضہ کے لئے آئے گا۔ ہو سکتا ہے اس کے ساتھ دوسرے
لوگ بھی ہوں۔ ہم نے یہاں اس طرح پڑے رہنا ہے جیسے ہم بے حس

ہوں۔ ان کے اندر آنے کے بعد ہم نے فوری حرکت میں آ جانا ہے لیکن اس
کیپٹن ہاک کو ہر صورت میں زندہ اور صحیح سلامت رہنا ہے۔ باقی لوگوں کا
خاتمہ فوری ہونا چاہیے"۔۔۔۔ عمران نے مخصوص کمرے میں پہنچ کر
کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا اور باقی ساتھیوں نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔
"کیپٹن ہاک نجانے کتنی دیر میں پہنچے، کہیں عین موقع پر یہ کیپٹن فیروز
صاحب نہ ہوش میں آ جائیں"۔۔۔۔ تنویر نے کہا۔
"نہیں، کیپٹن ہاک زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹے تک یہاں پہنچ جائے
گا کیونکہ اب دونوں آبدوزیں پوری رفتار سے ایک دوسرے کی طرف دوڑ رہی
ہیں اور کیپٹن فیروز کی حالت بتا رہی ہے کہ اسے تین چار گھنٹوں سے پہلے
ہوش نہیں آئے گا"۔۔۔۔ عمران نے کہا۔
"ویسے آپ نے بیچارے کیپٹن کے ساتھ زیادتی کی ہے۔ اسے سمجھانے
کی بجائے آپ نے اسے ریلیٹ پر بھجوا دیا ہے"۔۔۔۔ صفدر نے مسکراتے
ہوئے کہا۔
"ایک ہی شاگرد کافی ہے، دردسری کے لئے"۔۔۔۔ عمران نے منہ
بناتے ہوئے کہا اور صفدر اور دوسرے ساتھی مسکرا دیئے۔ ان سب نے
آٹومیٹک پسٹل چیک کر کے ہاتھوں میں پکڑ لئے اور پھر واقعی تقریباً ایک گھنٹہ
گزرا ہو گا کہ کمرہ تیز الارم کی آوازوں سے گونج اٹھا۔ تنویر تیزی سے کرسی سے
اُٹھ کر فرش پر لیٹنے لگا۔
"ارے ارے اب اتنی بھی خاکساری۔ اوہ سوری یہاں خاک تو نہ ہو گی
فرش ساری بلکہ ویری سوری کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم کرسیوں پر بیٹھے بیٹھے
بھی بے حس ہو سکتے ہیں"۔۔۔۔ عمران نے کہا اور تنویر منہ بناتا ہوا اُٹھا

اور پھر قدرے شرمندہ سے انداز میں دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ اچانک آبدوز کو زوردار جھٹکا لگا۔ جھٹکا اتنا زوردار تھا کہ وہ سب سنبھل ہی نہ سکے اور بغیر بازوؤں کی کرسیوں سے اچھل کر ٹیڑھے میڑھے انداز میں فرش پر گر پڑے۔ اس کے ساتھ ہی آبدوز یکلخت ساکت ہوگئی اور دوسرے لمحے عمران کا ذہن یہ محسوس کر کے بھک سے اُڑ گیا کہ اس کا جسم واقعی بے حس ہوچکا تھا۔ اس کا یہی مطلب تھا کہ یا تو اس کا فارمولا غلط ثابت ہوا ہے یا پھر ٹائیگر بروقت دونوں سسٹمز کو آن نہیں کر سکا اور کیپٹن ہاک شاکنگ اٹیک کر لینے میں کامیاب ہوگیا ہے اور اب ان کی موت یقینی ہوگئی تھی۔ عمران نے اپنی قوت ارادی کو پوری طرح ایک نقطے پر مرتکز کرتے ہوئے اپنے اعصاب کے ذریعے جسم کو حرکت دینے کی کوشش کی مگر بے سود۔ وہ مکمل طور پر بے حس ہوچکا تھا اور نہ صرف وہ بلکہ سارے ساتھیوں کا یہی حشر ہو رہا تھا۔ ان کے ہاتھوں میں موجود آٹومیٹک ریوالورز نکل کر نیچے جا گرے تھے اور وہ سب بے حس و حرکت ٹیڑھے میڑھے انداز میں بیٹھے ہوئے تھے اگر ان کے جسم حقیقت میں بے حس نہ ہوچکے ہوتے تو وہ لازماً اپنے ریوالور اٹھانے کی کوشش کرتے۔

پھر اسی حالت میں بیٹھے ہوئے انہیں دس پندرہ منٹ گزرے تھے کہ اس کمرے کے باہر راہداری میں بھاری قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور دوسرے لمحے گیس ماسک اور غوطہ خوری کا لباس پہنے چار آدمی اندر داخل ہوئے۔ ان چاروں کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں اور گیس ماسک کے شفاف شیشے کے پیچھے ان کی آنکھیں مسرت سے چمک رہی تھیں۔ ان میں سے ایک نے ہاتھ اونچا کر کے اسے مخصوص انداز میں جھٹکا دیا اور اس کے

ساتھ ہی باقی تینوں کی مشین گنوں کا رخ کرسیوں پر بیٹھے عمران اور اس کے ساتھیوں کی طرف ہوا اور اس کے ساتھ ہی کمرہ مشین گن کی تڑتڑاہٹ سے گونج اٹھا۔

اینڈریو اور ویالی دونوں بار بار ایکریمین راک کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن راک کے آدمی کچھ پتا ہی نہ پا رہے تھے۔ وہ دراصل اب ڈاکٹر اخوند کو جلد از جلد جزیرے سے باہر نکال کر اپنے سر سے بوجھ اتار دینا چاہتے تھے لیکن راک کا پتہ ہی نہ چل رہا تھا۔

"اس وقت خیال ہی نہیں آیا ورنہ راک کے ساتھ آنے والے ایکریمین ڈیفنس آرمی کے بڑے عہدے دار فرانسکو کا پتہ پوچھ لیتے تو اسے ہی کال کر لیتے" ——— اینڈریو نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"راک کے آدمیوں کو کہہ تو دیا ہے کہ وہ جہاں بھی ہو وہاں تک پیغام پہنچا دیں۔ میرا خیال ہے جلد ہی راک کی طرف سے کال آجائے گی۔ ویسے بھی کیپٹن ہاک کی طرف سے ہی خطرہ تھا۔ وہ بھی کمپیوٹر آئی آف ہوجانے کی وجہ سے ختم ہوگیا ہے۔ اب اس قدر فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے" ——— ویالی نے مسکراتے ہوئے کہا اور اینڈریو بھی ہنس پڑا۔

"ایک بات ہے، جس قدر ان لوگوں نے مجھے فکر مند کر دیا ہے اتنا فکر مند تو میں پہلے زندگی میں بھی کبھی نہیں ہوا"۔۔۔۔۔ اینڈریو نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اصل میں ان لوگوں کی آمد کی اطلاع اس قدر اچانک ملی ہے کہ ہمارے اعصاب پر سوار ہو گئی ہے۔ اگر ہمیں شروع سے ہی علم ہوتا کہ ان لوگوں نے ہمارا سراغ نکال لیا ہے اور ہمارے تعاقب میں ہیں تو ہمیں اس قدر فکر نہ ہوتی"۔ ویالی نے کہا اور اینڈریو اثبات میں سر ہلاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

"خواہ مخواہ اس ڈانی نے غلط موقع پر اطلاع دے کر سارا موڈ ہی غارت کر دیا ہے۔ اب جب تک اس راک کی طرف سے کال نہ آئے گی موڈ ٹھیک ہی نہ ہو گا۔ میں سونے جا رہا ہوں"۔۔۔۔۔ اینڈریو نے منہ بناتے ہوئے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا اپنے خاص کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ ویالی بھی اس کے جانے کے بعد منہ بناتی ہوئی اٹھی اور کیبن سے باہر کی طرف چل پڑی۔ وہ اب جزیرے پر موجود جنگل میں گھوم پھر کر اپنا موڈ درست کرنا چاہتی تھی کیونکہ اس کی بھی عادت تھی کہ جب بھی اس کے اعصاب پر دباؤ پڑتا وہ جزیرے پر سیر کرنے نکل جاتی جبکہ اینڈریو اعصابی دباؤ کا شکار ہونے پر نیند کی وادی میں گم ہو جاتا تھا۔ اس طرح اسے سکون ملتا تھا۔ جزیرے پر تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک گھومنے پھرنے کے بعد ویالی کا ذہن کافی ہلکا پھلکا سا ہو گیا اور وہ واپس کیبن میں داخل ہوئی ہی تھی کہ یکلخت میز پر موجود انٹرکام کی گھنٹی بج اٹھی اور ویالی نے چونک کر ہاتھ بڑھایا اور رسیور اٹھا لیا۔

"یس ویالی اٹنڈنگ"۔۔۔۔۔ ویالی نے کہا۔

"فرینک بول رہا ہوں مادام ۔۔۔ کافی دیر سے کیپٹن ہاک کی کال آ رہی

ہے، وہ باس سے بات کرنا چاہتا ہے لیکن میں نے ٹیلی ویو کے ذریعے چیک کیا تو دیکھا کہ باس گہری نیند سو رہے ہیں اور آپ کیبن سے باہر تھیں۔ میں نے باس کو گہری نیند سے جگانا مناسب نہیں سمجھا اس لئے انتظار کرتا رہا۔ اب آپ ٹیلی ویو پر کیبن میں آتی دکھائی دی ہیں تو میں نے کال کر دی ہے"۔۔۔۔۔ فرینک نے معذرت بھرے لہجے میں کہا۔

"پوچھ لینا تھا کیپٹن ہاک سے کہ وہ کیا کہنا چاہتا ہے"۔۔۔۔۔ ویالی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"میں نے تو بار بار پوچھنے کی کوشش کی ہے لیکن اس کا کہنا ہے کہ اس نے انتہائی اہم بات باس سے کرنی ہے"۔۔۔۔۔ فرینک نے جواب دیا۔

"اینڈریو تو سو رہا ہے، میں ہی اٹنڈ کر لیتی ہوں اس کی کال"۔۔۔۔۔ ویالی نے کہا اور رسیور رکھ کر وہ ٹرانسمیٹر کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے ٹرانسمیٹر پر جنرل ریسیونگ فریکوئنسی ایڈجسٹ کی تو کال ریسیونگ بلب جل اٹھا۔ اس طرح اوپر کیبن میں موجود ٹرانسمیٹر کا نیچے ہیڈ کوارٹر میں موجود ماسٹر ٹرانسمیٹر سے رابطہ قائم ہو گیا تھا جہاں کیپٹن ہاک کی کال آ رہی تھی۔

"ہیلو ہیلو، ویالی اٹنڈنگ، اوور"۔۔۔۔۔ ویالی نے بٹن دباتے ہوئے کہا۔

"کیپٹن ہاک کالنگ، سپیشل کوڈ ٹرپل سی۔ ٹرپل ایچ، آپ اپنا سپیشل کوڈ بتائیں، اوور"۔۔۔۔۔ کیپٹن ہاک کی آواز سنائی دی۔ چونکہ اینڈریو نے ویالی کے سامنے کیپٹن ہاک کو کال کر کے سپیشل کوڈ دوہرانے کی ہدایت کی تھی اس لئے ویالی سمجھ گئی کہ کیپٹن ہاک اسی ہدایت پر عمل کر رہا ہے۔

"میرا سپیشل کوڈ ٹرپل ایم۔ ٹرپل وی ہے، اوور"۔۔۔۔۔ ویالی نے

اپنا سپیشل کوڈ دوہراتے ہوئے کہا۔

" باس اینڈریو سے بات کرنی تھی۔ میں نے ان کی ہدایات پر پورا پورا عمل کر دیا ہے۔ اب مزید ان سے ہدایات لینی تھی' اوور"۔۔۔ کیپٹن ہاک نے کہا۔

"کیا تم اتنی جلدی ڈاکان جزیرے پر پہنچ بھی گئے ہو' یہ کیسے ممکن ہے اوور"۔۔۔ ویالی نے حیرت زدہ ہوتے ہوئے کہا۔

" ڈاکان نہیں مادام' بلکہ اس کے بعد والی ہدایات پر میں نے ان پاکیشیائیوں کی جنگی آبدوز پر آرکینم شاکنگ اٹیک کر کے اس کی مشینری جام کر دی اور اس کے اندر موجود تمام افراد کو بے حس کر دیا۔ اس کے بعد میں آبدوز کے اندر اپنے ساتھیوں سمیت گیا اور میں نے وہاں موجود بارہ افراد کو مشین گن کی گولیوں سے ہلاک کر دیا ہے۔ اب یہ آبدوز مکمل طور پر ہمارے قبضے میں ہے' اب مزید کیا ہدایات ہیں' اوور"۔۔۔ کیپٹن ہاک نے کہا۔

" کیا کہہ رہے ہو۔۔۔ اینڈریو نے تو تمہیں ایسی کوئی ہدایت نہیں کی تھی اس نے تو تمہیں ڈاکان جزیرے پر پہنچنے کا کہا تھا' اوور"۔۔۔ ویالی نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" کی تھی مادام۔۔۔ باقاعدہ سپیشل کوڈ دوہرائے گئے تھے اور پہلے والی کال کا بھی حوالہ دیا گیا تھا' اوور"۔۔۔ کیپٹن ہاک نے اصرار کرتے ہوئے کہا۔ اور ویالی چند لمحے سوچتی رہی پھر اس کے ذہن میں خیال آیا کہ شاید اینڈریو کو فوری طور پر نیند نہ آئی ہوگی اور اس نے اس وقت جب وہ جزیرے پر گھوم رہی تھی کیپٹن ہاک کو یہ نیا حکم دے دیا ہوگا۔ ظاہر ہے

اگر غلط کال ہوتی تو سپیشل کوڈ کیسے دوہرائے جا سکتے تھے اور پھر کیپٹن ہاک بتا رہا تھا کہ اس نے آبدوز پر بھی قبضہ کر لیا اور سارے پاکیشیائی بھی مار ڈالے۔

" ویسے کیا تم ٹھیک کہہ رہے ہو کہ تم نے آبدوز پر قبضہ کر لیا ہے اور سارے پاکیشیائی ہلاک کر ڈالے ہیں' اوور"۔۔۔ مادام ویالی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" میں درست کہہ رہا ہوں مادام' ان کی لاشیں اب بھی آبدوز میں پڑی ہوئی ہیں' اوور"۔۔۔ کیپٹن ہاک نے جواب دیا۔

" اوہ ویری گڈ۔۔۔ پھر تو تم نے ایک عظیم کارنامہ سرانجام دے دیا ہے ویری گڈ۔۔۔ تمہیں اس کا باقاعدہ انعام دیا جائے گا' اوور"۔۔۔ مادام نے انتہائی مسرت بھرے لہجے میں کہا کیونکہ وہ کیپٹن ہاک کے بارے میں اچھی طرح جانتی تھی کہ وہ انتہائی سنجیدہ اور ذمہ دار آدمی ہے اس لئے اس کی طرف سے کسی غلط بیانی کا تصور بھی نہ کیا جا سکتا تھا۔

" مگر مادام میری فرینک سے بات ہوئی ہے۔ میری کمپیوٹر آئی آف کر دی گئی ہے اس کا تو مطلب ہے کہ اب میں اور آبدوز جزیرے کی حدود میں داخل ہی نہیں ہو سکتے' اوور"۔۔۔ کیپٹن ہاک نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" اوہ ہاں' ہر قسم کے خطرے سے بچاؤ کی خاطر کیا گیا ہے۔ تم فکر نہ کرو نئی کمپیوٹر آئی تیار کر کے ہم تمہارے پاس بھجوا دیں گے' اوور"۔۔۔ ویالی نے کہا۔

میں نے اس معاملے میں فرینک سے بات کی ہے۔ اس کا کہنا

ہے کہ چار گھنٹے کے اندر اندر کمپیوٹر آئی کو دوبارہ آن کیا جاسکتا ہے کیونکہ کمپیوٹر اپنی میموری چار گھنٹے بعد واش کرتا ہے اور ابھی چار گھنٹے پورے نہیں ہوئے' اوور"۔۔۔۔۔ کیپٹن ہاک نے کہا۔

"اوہ اگر ایسا ممکن ہے تو ٹھیک ہے' میں فرینک سے بات کرتی ہوں۔ تم انتظار کرو' اوور"۔۔۔۔۔ ویالی نے کہا اور ہاتھ بڑھا کر اس نے انٹر کام کا رسیور اٹھا لیا۔

"یس فرینک اٹنڈنگ"۔۔۔۔۔ رسیور سے فرینک کی آواز سنائی دی۔

"فرینک' کیا کیپٹن ہاک درست کہہ رہا ہے کہ چار گھنٹوں کے اندر کمپیوٹر آئی آن ہوسکتی ہے"۔۔۔۔۔ ویالی نے کہا۔

"یس مادام' اوور"۔۔۔۔۔ فرینک نے جواب دیا۔

"تو ٹھیک ہے' اس کی کمپیوٹر آئی فوراً آن کر دو اس نے ایک بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے"۔۔۔۔۔ ویالی نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"یس مادام"۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے فرینک نے کہا اور مادام نے رسیور رکھا اور ٹرانسمیٹر کا بٹن پریس کر دیا۔

"ہیلو کیپٹن ہاک' اوور"۔۔۔۔۔ ویالی نے کہا۔

"یس مادام اوور"۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے کیپٹن ہاک نے کہا۔

"میں نے فرینک کو حکم دے دیا ہے وہ تمہاری کمپیوٹر آئی ابھی آن کر دیتا ہے اور تم دونوں آبدوزیں لے کر ہیڈ کوارٹر آجاؤ' اوور"۔۔۔۔۔ ویالی نے کہا۔

"ٹھیک ہے مادام' ان پاکیشیائیوں کی لاشوں کا کیا کروں' ساتھ

لے آؤں یا وہیں سمندر میں پھینک دوں' اوور"۔۔۔۔۔ کیپٹن ہاک نے کہا۔

"ساتھ لیتے آؤ تاکہ ڈاکٹر اخوند کے ساتھ ساتھ ان لاشوں کو بھی بطور تحفہ ایکریمنز کے حوالے کیا جاسکے' اوور"۔۔۔۔۔ ویالی نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"کیا ابھی ڈاکٹر اخوند جزیرے پر ہی ہے مادام' اوور"۔۔۔۔۔ کیپٹن ہاک نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"ہاں وہ ایکریمین راک کہیں گیا ہوا ہے۔ شاید رات تک آجائے گا پھر ڈاکٹر اخوند کو اس کے حوالے کر دیں گے' اوور اینڈ آل"۔۔۔۔۔ ویالی نے کہا اور ٹرانسمیٹر بند کر کے اس نے اطمینان بھرا طویل سانس لیا۔ اس کے نقطہ نظر سے اب ان کا مشن مکمل طور پر کامیاب ہوا تھا۔ چنانچہ اب وہ اطمینان سے چلتی ہوئی اپنی خواب گاہ کی طرف بڑھ گئی تاکہ راک کے آنے تک نیند پوری کر سکے۔

مشین گن کی تڑتڑاہٹ کمرے میں گونجی ضرور لیکن گولیوں کا نشانہ کرسیوں پر بے حس بیٹھے ہوئے عمران اور اس کے ساتھیوں کی بجائے گیس ماسک پہنے ہوئے وہ چاروں آدمی بنے اور دوسرے لمحے وہ چاروں بری طرح تڑپتے ہوئے نیچے گرے اور چند لمحے تڑپنے کے بعد ساکت ہو گئے۔ اسی لمحے کھلے ہوئے دروازے سے جہاں سے مشین گن فائر کی گئی تھی ٹائیگر اندر داخل ہوا' اس کے چہرے پر بھی گیس ماسک موجود تھا۔ اس نے اندر آ کر جلدی سے مشین گن کاندھے سے لٹکائی اور پھر جیب سے ایک نیلے رنگ کی بوتل نکال کر اس کا ڈھکنا کھولا تو شوں شوں کی تیز آوازوں کے ساتھ ہی اس شیشی میں سے نیلے رنگ کی گیس نکل کر فضا میں پھیلتی چلی گئی اور دوسرے لمحے عمران کے جسم کو زوردار جھٹکا لگا اور اس کے اعصاب حرکت میں آ گئے۔ وہ تیزی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ دوسرے ساتھی بھی چند لمحوں بعد اسی طرح اٹھ کھڑے

ہوئے اور اس کے ساتھ ہی ٹائیگر نے بھی گیس ماسک اتار دیا۔

"یہ ٹاشیم گیس کا کیا مطلب ہوا" ——— عمران کے لہجے میں حقیقی حیرت تھی۔

"باس' جب میں نے انٹرنل راڈار پر کیپٹن ہاک کی آبدوز چیک کی تو میں نے آپ کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے فوروسے اٹیکنگ سسٹم اور ایم وی گائیڈڈ تارپیڈو سسٹم کو بیک وقت آن کر دیا مگر باس ایم وی گائیڈڈ تارپیڈو سسٹم عین موقع پر جواب دے گیا کیونکہ اس کی گائیڈڈ رینج انتہائی محدود تھی' وہ فوروسے کا ساتھ نہ دے سکا۔ اس پر میں نے فوری طور پر گیس ماسک چڑھا لیا۔ اسی لمحے آرکینم شاکنگ اٹیک ہو گیا اور مشینری بھی جام ہو گئی اور آپ لوگ بھی بے حس ہو گئے اب میرے لئے مسئلہ یہ تھا کہ آپ کو بھی بچانا تھا اور آرکینم انٹی گیس بھی موجود نہ تھی چنانچہ میں نے فوری طور پر ریڈیو ایکوٹی مشین کھول کر اس میں سے ریڈیو ایکوٹی کیپسول نکالا اور اسے پٹرول میں ڈال کر میں نے ٹاشیم گیس اس بوتل میں تیار کر لی۔ اس دوران میں نے چیک کر لیا کہ چار افراد ایمرجنسی وے کا لاک توڑ کر اندر داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے ہیں لیکن چونکہ وہ ایمرجنسی وے سے آئے تھے اس لئے وہ پہلے کنٹرولنگ سیکشن میں آنے کی بجائے آپ کے کمرے میں پہنچ گئے' میں بھی مشین گن لے کر ان کے پیچھے یہاں آیا اور اب نتیجہ آپ کے سامنے ہے"۔ ٹائیگر نے مکمل وضاحت کرتے ہوئے کہا اور عمران تو صرف مسکرا دیا جبکہ باقی ساتھی حیرت سے ٹائیگر کو دیکھنے لگے۔

"تم نے انہیں ہلاک کر دیا ہے۔ ہو سکتا ہے ان میں وہ کیپٹن ہاک

بھی ہو"۔۔۔۔ عمران نے فرش پر پڑے ہوئے ان چاروں افراد
کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"مجبوری تھی باس ۔۔ اگر میں فوری اٹیک نہ کرتا تو آپ میں سے
کوئی نہ کوئی ان کا شکار ہو سکتا تھا"۔۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا اور
عمران نے سر ہلا دیا۔

"ٹاشیم گیس سے ہماری بے حسی تو دور ہو گئی ہے لیکن آبدوز کی
مشینری تو چالو نہیں ہو سکتی۔ ان کی آبدوز کتنے فاصلے پر ہے"۔۔۔۔
عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"تقریباً دو سو گز کی رینج پر سے انہوں نے آرکینیم شاکنگ اٹیک کیا
تھا، اب کا مجھے علم نہیں ہے کیونکہ مشینری جام ہے"۔۔۔۔ ٹائیگر
نے کہا۔

"او۔کے' صفدر۔ تنویر اور کیپٹن شکیل تم تینوں غوطہ خوری کا لباس
اور گیس ماسک پہن لو' اب ہمیں اس آبدوز میں جانا پڑے گا"۔۔۔۔
عمران نے کہا اور تیزی سے اس کمرے کی طرف بڑھ گیا جدھر ایسا
سامان رکھا جاتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ چاروں غوطہ خوری کا لباس پہنے
اور چہروں پر گیس ماسک پہنے ایمرجنسی وے سے باہر سمندر میں آئے
اور تیزی سے کیپٹن ہاک والی آبدوز کی طرف بڑھتے چلے گئے جو ان کی
آبدوز سے خاصی قریب موجود تھی۔ عمران آگے آگے تھا چونکہ ان چاروں
کے قدوقامت تقریباً حملہ آوروں سے ملتے جلتے تھے اس لئے عمران
مطمئن تھا کہ اگر انہیں آبدوز کے اندر سے چیک بھی کیا جا رہا ہو گا تب
بھی فوری طور پر ان کو پہچانا نہ جا سکے گا اور وہ لوگ یہی سمجھیں گے

کہ ان کے ساتھی مشن مکمل کر کے واپس آ رہے ہیں۔ عمران کا اندازہ درست
ثابت ہوا' جیسے ہی وہ پانی میں تیرتے ہوئے کیپٹن ہاک والی آبدوز
کے قریب پہنچے اس کا مخصوص ایئر ٹائٹ دروازہ کھل گیا اور عمران اور
اس کے ساتھی آگے پیچھے تیرتے ہوئے اندر داخل ہوئے اور پھر پانی
کے خود بخود واپس نکلتے ہی وہ اوپر کمرے میں پہنچنے کے لئے لوہے کی
سیڑھیاں چڑھنے لگے جہاں چار ایکریمینز ان کے منتظر کھڑے تھے۔

"کیا ہوا ۔۔ مر گئے وہ سب"۔۔۔۔ ان چاروں میں سے قدرے
آگے کھڑے ہوئے لمبے تڑنگے ایکریمین نے اشتیاق بھرے لہجے میں
کہا اور چونکہ گیس ماسک میں بیرونی آواز کی لہریں وصول کرنے والا
مخصوص آلہ موجود تھا اس لئے اس کی آواز عمران کے کانوں تک پہنچ
گئی اور آواز سنتے ہی عمران سمجھ گیا کہ یہی کیپٹن ہاک ہے۔ اس نے
غوطہ خوری کے لباس کی مخصوص جیکٹ کی زپ کھولی اور دوسرے لمحے
آٹومیٹک پسٹل اس کے ہاتھ میں تھا۔ اس کے ساتھ ہی تین دھماکے
ہوئے اور کیپٹن ہاک کے پیچھے کھڑے ہوئے تینوں افراد بری طرح چیختے
ہوئے نیچے فرش پر گرے۔

"کیا ۔۔ کیا مطلب"۔۔۔۔ کیپٹن ہاک نے انتہائی حیرت بھرے
انداز میں چیختے ہوئے کہا ہی تھا کہ عمران کے پسٹل کا رخ اس کے
سینے کی طرف ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی عمران نے ایک جھٹکے سے گیس
ماسک ہٹا دیا۔

"خبردار ۔۔ ہاتھ اٹھا لو کیپٹن ہاک"۔۔۔۔ عمران نے انتہائی
سرد لہجے میں کہا۔

"تت تت تم ۔۔ تم کون ہو "۔۔۔۔۔۔ کیپٹن ہاک کی آواز بُری طرح لرز رہی تھی کہ عمران نے ٹریگر دبا دیا اور تڑتڑاہٹ کے ساتھ گولیاں کیپٹن ہاک کے کندھے کے اتنے نزدیک، سے گزر گئیں کہ کیپٹن ہاک خوف کے مارے لرز بھی نہ سکا۔

"میں کہہ رہا ہوں ہاتھ اٹھا دو۔"۔۔۔۔۔۔ عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا تو اس بار کیپٹن ہاک کے ہاتھ خود بخود سر سے بلند ہوتے گئے۔ اس کے چہرے پر مُردنی سی چھا گئی تھی۔

"دیوار کی طرف منہ کر لو۔"۔۔۔۔۔۔ عمران نے پہلے سے بھی زیادہ سرد لہجے میں کہا۔ وہ اب اوپر کمرے کے فرش پر پہنچ چکا تھا اور کیپٹن ہاک تیزی سے دیوار کی طرف مڑا ہی تھا کہ عمران نے بجلی کی سی تیزی سے مشین پسٹل کو ہاتھ میں گھمایا اور دوسرے لمحے اسے نال سے پکڑ کر اس نے اس کا بھاری دستہ پوری قوت سے کیپٹن ہاک کی کھوپڑی پر مار دیا۔ کیپٹن ہاک بُری چیختا ہوا آگے کی طرف جھکا اور پھر ایک جھٹکے سے واپس اٹھا ہی تھا کہ عمران نے دوسری بھرپور ضرب لگائی' اور اس بار کیپٹن ہاک اچھل کر منہ کے بل فرش پر گرا اور بے حس و حرکت ہو گیا۔

"ساری آبدوز چیک کرو' جو بھی موجود ہو گولی سے اڑا دو"۔۔۔۔۔۔ عمران نے اپنے ساتھیوں سے کہا اور وہ تینوں تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف دوڑ پڑے۔ پیروں میں موجود غوطہ خوری کے مخصوص جوتے وہ اس دوران اتار چکے تھے اس لئے انہیں دوڑنے میں کوئی تکلیف نہ ہو رہی تھی۔ عمران نے بھی جھک کر مخصوص جوتے علیحدہ کئے اور پھر آگے بڑھ کر اس نے کیپٹن ہاک کو پلٹ کر سیدھا کر دیا۔ چند لمحوں بعد

عمران کے تینوں ساتھی واپس آ گئے۔

"آبدوز میں اور کوئی ذی روح موجود نہیں ہے"۔۔۔۔۔۔ صفدر نے کہا۔

"ٹھیک ہے، اب اسے ہوش میں لے آؤ "۔۔۔۔۔۔ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور صفدر تیزی سے فرش پر پڑے کیپٹن ہاک پر جھک گیا۔ اس نے اس کی ناک اور منہ بیک وقت دونوں ہاتھوں سے بند کر دیئے۔ چند لمحوں بعد کیپٹن ہاک کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی اور صفدر جو اس پر جھکا ہوا تھا سیدھا ہو کر ایک طرف ہٹ گیا۔ عمران نے دائیں ٹانگ اٹھائی اور بوٹ کو اس نے کیپٹن ہاک کی گردن پر اس طرح رکھ دیا کہ ایڑی فرش پر اور باقی پیر اس کی شہ رگ پر تھا۔ چند لمحوں بعد کیپٹن ہاک کی آنکھیں ایک جھٹکے سے کھلیں اور اس نے لاشعوری طور پر اٹھنے کی کوشش کی لیکن عمران نے پیر کو ذرا سا کھسکایا اور اس کے بوٹ کی ایڑی کیپٹن ہاک کی گردن کے نچلے حصے پر جم گئی۔ ساتھ ہی عمران نے پیر کو ذرا سا موڑا تو کیپٹن ہاک کے اٹھے ہوئے بازو خود بخود بے حس ہو کر فرش پر گر پڑے۔ اس کا چہرہ تیزی سے مسخ ہونے لگا اور آنکھیں اوپر کو چڑھنے لگ گئیں۔ گلے سے خرخراہٹ کی آوازیں نکلنے لگیں۔ عمران نے پیر کو واپس موڑ کر ذرا سا دباؤ کم کر دیا اور کیپٹن ہاک کا تیزی سے مسخ ہوتا ہوا چہرہ تیزی سے نارمل ہونے لگ گیا۔

"کیپٹن ہاک' وہ کمپیوٹر آئی کہاں ہے جس کی مدد سے تم آبدوز کو مخصوص راستے سے جزیرے پر لے جاتے ہو۔"۔۔۔۔۔۔ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"مم مم مجھے معلوم نہیں۔"۔۔۔۔۔۔ کیپٹن ہاک نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا اور عمران نے اس بار ذرا زیادہ پیر موڑ کر دباؤ ڈال دیا۔ کیپٹن

ہاک کی حالت انتہائی تیزی سے بگڑنے لگی۔ اس کی گردن اور چہرہ نیلا پڑنے لگ تھا۔ عمران نے پیر کو دوبارہ پہلے والی پوزیشن پر کر دیا۔

"سنو کیپٹن ہاک! اگر میں ذرا سا پیر اور موڑ دوں تو تم دنیا کی سب سے دردناک موت کا شکار ہو جاؤ گے اس لئے جو پوچھ رہا ہوں وہ بتا دو"۔۔۔۔ عمران کے لہجے میں غراہٹ تھی۔

"وہ، وہ سپیشل باکس میں ہے"۔۔۔۔ کیپٹن ہاک نے خرخراہٹ بھری آواز میں جواب دیتے ہوئے کہا اور عمران نے پیر پیچھے ہٹا لیا۔

"اس کے ہاتھ عقب میں کر کے باندھ دو تنویر"۔۔۔۔ عمران نے تنویر سے کہا اور تنویر جو اس دوران غوطہ خوری کا لباس اتار چکا تھا تیزی سے فرش پر پڑے ہوئے کیپٹن ہاک کی طرف بڑھا۔ اس نے واقعی برق رفتاری سے کام لیتے ہوئے کیپٹن ہاک کی بیلٹ کھولی اور پھر اسے پلٹ کر اس نے اس کے دونوں بازو عقب میں کر کے بیلٹ کی مدد سے انہیں جکڑ دیا۔ کیپٹن ہاک کی حالت چونکہ اس دوران پوری طرح درست نہ ہو سکی تھی اس لئے اس کی طرف سے کوئی ردعمل نہ ہوا تھا۔ عمران نے اس دوران غوطہ خوری کا لباس اور گیس ماسک اتار دیا تھا۔

"اب اسے اٹھا کر کھڑا کرو اور کنٹرولنگ پینل کی طرف لے آؤ"۔ عمران نے کہا اور تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ کنٹرولنگ روم میں پہنچ گیا لیکن باوجود کوشش کے وہ سپیشل باکس نہ تلاش کر سکا۔ کیپٹن ہاک کسی وقت کچھ بتا دیتا کسی وقت کچھ۔

"تنویر کیپٹن ہاک صاحب ہم سے مذاق فرما رہے ہیں"۔۔۔۔

عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا اور ابھی اس کا فقرہ ختم ہی ہوا تھا کہ کیپٹن ہاک جسے ایک کرسی پر بٹھا دیا گیا تھا کے حلق سے نکلنے والی چیخ سے کمرہ گونج اٹھا۔ تنویر کا بھرپور تھپڑ اس کے گال پر پڑا تھا۔

"ارے ارے یہ آبدوز کا کیپٹن ہے کوئی عام آدمی نہیں ہے اس لئے تھپڑ مارنے کی بجائے اس کی دونوں آنکھیں نکال دو"۔۔۔۔ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی تنویر کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور کیپٹن ہاک کے حلق سے روح کو بھی لرزا دینے والی چیخ نکلی اور اس کا جسم بری طرح پھڑکنے لگا۔ تنویر نے انگلی کو سخت کر کے اس طرح کیپٹن ہاک کی بائیں آنکھ کا ڈھیلا باہر نکال دیا تھا کہ جیسے اس نے انگلی کی بجائے کسی تیز چھری سے ایسا کیا ہو۔ کیپٹن ہاک چند لمحے تڑپا اور پھر ساکت ہو گیا۔ اس کی آنکھ کے بھیانک خلا سے خون اور دوسرا مواد نکل کر بہنے لگا تھا۔ تنویر نے انگلی اس کے لباس سے صاف کی اور ایک بار پھر اس کے گال پر تھپڑ جڑ دیا۔ دوسرے تھپڑ پر کیپٹن ہاک چیخ مار کر ہوش میں آ گیا۔ تکلیف کی شدت سے اس کا چہرہ انتہائی حد تک مسخ ہو گیا تھا۔

"کیا خیال ہے دوسری آنکھ بھی نکال دی جائے یا بتاتے ہو سپیشل باکس کے بارے میں"۔۔۔۔ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"بتاتا ہوں، بتاتا ہوں۔۔۔۔ رک جاؤ مجھے اندھا مت کرو"۔۔۔۔ کیپٹن ہاک نے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر اس نے سپیشل باکس کے بارے میں بتانا شروع کر دیا۔ اس بار اس نے درست بتایا تھا۔ سپیشل باکس میں کمپیوٹر آئی موجود تھی۔ یہ ایک چھوٹا سا باکس تھا جس

کے درمیان ایک چھوٹی سی سکرین موجود تھی۔ عمران نے اس کی تفصیلات کیپٹن ہاک سے معلوم کیں اور پھر اسے آپریٹ کرنا شروع کر دیا لیکن وہ آپریٹ نہ ہو سکی۔

"کیا تم پھر ڈاج کر رہے ہو"۔ ـــــــ عمران نے بھوکے بھیڑیے کی طرح غراتے ہوئے کیپٹن ہاک سے مخاطب ہو کر کہا۔

"نہیں نہیں ـــ اوہ اوہ فرینک نے اسے آف کر دیا ہو گا۔ اس کے عقب میں دیکھو اگر نیلا بلب جل رہا ہے تو اسے آن ہونا چاہیے ورنہ یہ آف ہو چکی ہے"۔ ـــــ کیپٹن ہاک نے کہا اور عمران نے ایک طویل سانس لیا کیونکہ واقعی عقب میں نیلا بلب آف تھا۔ تفصیلات معلوم ہونے کے بعد چونکہ اب وہ اس کی مخصوص ساخت کو تقریباً سمجھ گیا تھا اس لئے اب اسے بھی یقین ہو گیا تھا کہ اسے آف کر دیا گیا ہے۔

"اس کو بھی آف کر دو"۔ ـــــ عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا اور تنویر نے بجلی کی سی تیزی سے اس کا سر اور کاندھے کو پکڑ کر ایک زوردار جھٹکا دیا اور کیپٹن ہاک کی گردن ٹوٹ گئی۔ وہ بیچارہ چیخ بھی نہ سکا تھا۔ عمران نے اب آبدوز میں موجود ٹرانسمیٹر پر اینڈریو کی فریکوئنسی ایڈجسٹ کی اور کال کرنی شروع کر دی۔ دوسری طرف سے کسی فرینک سے رابطہ قائم ہوا اور عمران سمجھ گیا کہ یہ ہیڈ کوارٹر انچارج ہے کیونکہ ڈانی اسے بتا چکا تھا کہ ہیڈ کوارٹر کا انچارج فرینک ہے۔ اس نے اینڈریو سے بات کرنے کے لئے کہا تو فرینک نے اسے بتایا کہ باس گہری نیند سویا ہوا ہے اور وہ اسے جگانا نہیں چاہتا جبکہ مادام دیالی کیبن میں موجود نہیں ہے۔ وہ باہر جزیرے پر گئی ہوئی ہے۔ اس

کی واپسی پر اس سے ہی بات ہو سکتی ہے۔ فرینک نے بڑا اصرار کیا کہ وہ اس سے ہی بات کرے لیکن عمران نے اینڈریو سے بات کرنے پر اصرار جاری رکھا۔ اس کے بعد عمران نے کمپیوٹر آئی کے آف ہونے کی بات چھیڑ دی تو فرینک نے اسے بتایا کہ باس کے حکم پر کمپیوٹر آئی آف کی گئی ہے اور پھر یہ بات بھی سامنے آئی کہ چار گھنٹوں کے اندر اسے آن بھی کیا جا سکتا ہے ورنہ چار گھنٹے گزرنے کے بعد نئی آئی تیار کرنی ہو گی جس میں کافی دن لگ سکتے ہیں۔ پھر شاید وہ دیالی کیبن میں آ گئی اور فرینک نے اس سے کال ملا دی۔ عمران نے جان بوجھ کر پہلے والی کال کا ذکر بھی دیالی سے کر دیا تاکہ آبدوز میں جانے کا جواز پیدا ہو سکے۔ دیالی کو ہینڈل کرنا زیادہ آسان ثابت ہوا اور آخر کار عمران نے اسے کمپیوٹر آئی کو آن کرانے اور جزیرے پر آنے کا حکم دینے پر راضی کر ہی لیا۔ اس کے چہرے پر اب تیز مسکراہٹ ابھر آئی تھی۔

"عمران صاحب، کہیں وہ اینڈریو جاگنے کے بعد دوبارہ اس کمپیوٹر آئی کو آف نہ کرا دے"۔ ـــــ صفدر نے کہا۔

"ایک بار اسے آن ہونے دو، اس کے بعد میں اسے آف نہ ہونے دوں گا، چاہے یہ لوگ کتنا ہی زور لگا لیں، اب میں اس کی پوری ٹیکنیک سمجھ گیا ہوں اور ویسے بھی اینڈریو زیادہ سے زیادہ مجھ سے بات کرے گا اور پھر جو بھی آرڈر دے گا میں اسے سنبھال لوں گا"۔ ـــــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور واقعی چند منٹ بعد باکس کے عقب میں نیلا بلب جل اٹھا۔ عمران نے جلدی سے ایک طرف موجود ٹول باکس کھولا اور پھر اس نے کمپیوٹر آئی باکس کو کھولنا شروع کر دیا۔ دس منٹ بعد

وہ اس کا بیرونی خول جو کسی مخصوص دھات کا بنا ہوا تھا علیحدہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے بعد تقریباً آدھے گھنٹے تک وہ اس پر جھکا کام کرتا رہا۔ پھر اس نے طویل سانس لے کر ٹول اکٹھے کر کے واپس ٹول باکس میں رکھنے شروع کر دیئے۔

" اب یہ آف نہیں ہو گی۔ میں نے اس کا سسٹم چالو کر کے اس کا لنک کمپیوٹر سے ختم کر دیا ہے "۔۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" تو پھر اب کیا پروگرام ہے "۔۔۔۔۔ صفدر نے پوچھا۔

" تنویر تم غوطہ خوری کا لباس پہن کر ٹائیگر کے پاس چلے جاؤ اور اسے کہو کہ اپنی آبدوز کو اس آبدوز کے ساتھ ٹوچین کرے تاکہ اگر کہیں سے چیکنگ بھی ہو تو یہی سمجھا جائے کہ ہم خالی آبدوز کو لے کر آ رہے ہیں "۔۔۔۔۔ عمران نے تنویر سے مخاطب ہو کر کہا اور تنویر سر ہلاتے ہوئے واپس مڑ گیا۔

جزیرے پر بنے ہوئے مخصوص ہیلی پیڈ پر چاروں طرف تیز لائٹیں جل رہی تھیں۔ ان لائٹوں کا رخ آسمان کی طرف تھا۔ ہیلی پیڈ کے گرد ہر طرف کمانڈوز بکھرے ہوئے کھڑے تھے جبکہ اینڈرلو اور دیالی کیبن کے اندر بیٹھے ہوئے تھے راک کی کال آئی تھی اور اینڈرلو نے اسے مشن مکمل ہونے کی خوشخبری سنانے کے ساتھ ساتھ اسے فوری طور پر جزیرے پر آنے اور ڈاکٹر اخوند کو لے جانے کا کہہ دیا تھا۔ راک کو شاید ڈاکٹر اخوند کے حاصل کرنے کی اینڈرلو سے بھی زیادہ جلدی تھی اس لئے اس نے فوراً ہی جزیرے پر آنے کی آمادگی ظاہر کر دی اور اینڈرلو نے فرینک کے اسسٹنٹ رالنسن کو اسے لانے کے لئے بھیج دیا تھا۔ راک کو اس نے قریبی جزیرے ٹاکاش سے لینا تھا۔ رالنسن سپیشل بوٹ کے ذریعے ٹاکاش گیا تھا اور اس نے بوٹ واپس کر کے راک کے ہیلی کاپٹر پر اس کے ساتھ آنا تھا تاکہ کمپیوٹر آئی کی مدد سے ہیلی کاپٹر صحیح سلامت جزیرے تک پہنچ سکے اور اینڈرلو اور دیالی دونوں اب کیبن میں بیٹھے ان

کا انتظار کر رہے تھے۔ ویالی نے راک کی کال آتے ہی اینڈریو کو جگا دیا تھا۔
اور پھر اینڈریو راک سے پروگرام طے کرنے اور رالسن کو سپیشل بوٹ میں بھیجنے میں مصروف ہو گیا تھا اور اب وہ اس کام سے فارغ ہوا تھا اور اب انہیں صرف راک کے آنے کا انتظار تھا اور وہ دونوں ادھر ادھر کی باتوں میں مصروف تھے کہ یکلخت ویالی کو کیپٹن ہاک کا خیال آ گیا اور وہ چونک پڑی۔ کیونکہ اسے اب یاد آیا تھا کہ اینڈریو کو تو کیپٹن ہاک کے کارنامے کی سرے سے خبر ہی نہیں۔

"اینڈریو تمہیں معلوم ہے کیپٹن راک نے کتنا بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے"۔۔۔۔ ویالی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا۔۔ کیا کہہ رہی ہو کیسا کارنامہ"۔۔۔۔ اینڈریو نے بری طرح چونک کر پوچھا اور جواب میں ویالی نے مزے لے لے کر اسے کیپٹن ہاک کے کارنامے اور اس سے ہونے والی گفتگو کی تفصیل بتا دی۔

"کیا کہہ رہی ہو ویالی، میں نے تو اسے کال نہیں کیا تھا کہ وہ دوسری آبدوز پر حملہ کر دے، اوہ کوئی گڑبڑ معلوم ہوتی ہے"۔۔۔۔ اینڈریو نے بے اختیار کرسی سے اچھل کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"کیا کہہ رہے ہو۔۔ گڑبڑ کیسی۔ اگر تم نے کال نہیں کی تو پھر اسے کس نے کال کیا تھا۔ میں تو سمجھی تھی کہ جب میں جزیرے میں گھوم پھر رہی تھی تم نے اسے کال کیا ہو گا" وہ کہہ رہا تھا کہ سپیشل کوڈ بھی دوہرائے گئے تھے"۔۔۔۔ ویالی نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اوہ اوہ اس کا مطلب ہے کہ کیپٹن ہاک سے ہونے والی میری ٹرانسمیٹر کال انہوں نے اٹنڈ کر لی اور پھر کیپٹن ہاک کو میرے لہجے میں اپنے پر حملہ کرنے کا راستہ دکھا دیا"۔۔۔۔ اینڈریو نے بھناتے ہوئے لہجے

میں کہا۔

"کیا پاگل ہو گئے ہو، اپنے آپ پر بھی کوئی حملے کا حکم دیتا ہے، پھر کیپٹن ہاک نے ان کا خاتمہ بھی تو کر دیا ہے۔ کیا انہوں نے اپنے آپ کو ہلاک کرانے کے لئے کال کی تھی"۔۔۔۔ ویالی کے لہجے میں بے پناہ حیرت تھی۔

"ویالی تمہیں اس کی کمپیوٹر آئی آن نہ کرانی چاہیے تھی، جب میں کہہ رہا ہوں کہ میں نے دوبارہ کیپٹن ہاک کو کال نہیں کی تو اس کا یہی مطلب ہے کہ کوئی ضرور گڑبڑ ہو چکی ہے اور جو لوگ میرے لہجے میں کیپٹن ہاک سے اس طرح بات کر سکتے ہیں کہ کیپٹن ہاک بھی لہجے کے فرق کو محسوس نہ کر سکے وہ کیپٹن ہاک کے لہجے میں تم سے اور فرینک سے بھی بات کر سکتے ہیں"۔۔۔ اینڈریو نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا اور ویالی کا منہ حیرت اور خوف کے ملے جلے تاثرات سے کھلے کا کھلا رہ گیا۔

اینڈریو نے بجلی کی سی تیزی سے میز پر رکھے انٹرکام کا رسیور اٹھایا۔

"یس باس"۔۔۔۔ دوسری طرف سے فرینک کی آواز سنائی دی۔

"فرینک کیپٹن ہاک کی آبدوز ریڈ رینج میں داخل تو نہیں ہوئی"۔۔۔۔ اینڈریو نے تیز لہجے میں کہا۔

"داخل ہو چکی ہے باس، بلکہ اب تو وہ تقریباً اسے کراس کر کے فری رینج میں داخل ہونے والی ہے"۔۔۔۔ فرینک نے جواب دیا۔

"اوہ ویری بیڈ۔۔ فوراً ان کی کمپیوٹر آئی آف کر دو تاکہ وہ آگے نہ بڑھ سکیں، فوراً"۔۔۔۔ اینڈریو نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

"کمپیوٹر آئی آف کر دوں، مگر باس پھر تو وہ سپیشل وے سے نکل کر

آبدوز سمیت جل کر راکھ ہو جائیں گے"۔ ——— فرینک نے حیرت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"ہونے دو ——— وہ کیپٹن راک نہیں ہے۔ اس کے روپ میں وہ پاکیشیائی ایجنٹ ہیں، جلدی کرو، آبدوز اور خریدی جا سکتی ہے مگر میں ہیڈ کوارٹر کی تباہی کا رسک نہیں لے سکتا"۔ ——— اینڈریلو نے اسی طرح چیختے ہوئے کہا۔

"اوہ یس باس"۔ ——— فرینک نے انتہائی گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر لائن پر خاموشی چھا گئی۔ اینڈریلو مسلسل دانتوں سے ہونٹ کاٹ رہا تھا۔ اس کا چہرہ پتھر کی طرح سخت دکھائی دے رہا تھا۔ ویالی بھی خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں البتہ خوف کے تاثرات نمایاں تھے۔

"ہیلو باس، کمپیوٹر آئی کا لنک ماسٹر کمپیوٹر سے ختم کر دیا گیا ہے۔ میں نے اچھی طرح چیک کیا ہے، ماسٹر کمپیوٹر کاشن ہی نہیں دے رہا"۔ ——— تھوڑی دیر بعد فرینک کی بری طرح گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"کمپیوٹر لنک ختم کر دیا گیا ہے مگر پھر وہ کیسے سپیشل وے میں سفر کر رہے ہیں ——— کیسے کر رہے ہیں، بولو جواب دو"۔ ——— اینڈریلو نے ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے کہا۔

"باس اب یہی کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے کمپیوٹر آئی آن کر کے اس کا سسٹم کسی طرح چالو کر کے اس کا لنک ماسٹر کمپیوٹر سے آف کر دیا ہے۔ حالانکہ بظاہر تو ایسا ناممکن ہے۔ ویسے کمپیوٹر آئی کی مدد کے بغیر وہ ایک فٹ بھی سپیشل وے میں آگے نہیں بڑھ سکتے جبکہ وہ مسلسل بڑھتے چلے آ رہے ہیں"۔ فرینک نے تیز تیز لہجے میں کہا۔

"ویری بیڈ ——— ہمارا سارا انتظام ہی ناکارہ ہو کر رہ گیا۔ اسی انتظام پر ہم ہیڈ کوارٹر کو ناقابل تسخیر سمجھے ہوئے تھے۔ تم سپیشل وے کو بلاک کر سکتے ہو، بولو"۔ ——— اینڈریلو کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ وہ نہ صرف ہذیانی انداز میں چیخ رہا تھا بلکہ دوسرے ہاتھ سے بے اختیار اپنے بال بھی نوچ رہا تھا۔ اس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ ذہنی طور پر پاگل پن کے قریب پہنچ چکا تھا۔

"یس باس، لیکن پھر مسٹر راک کا ہیلی کاپٹر بھی اندر نہ داخل ہو سکے گا اور اس کو بلاک کرنے میں کافی وقت بھی لگ جائے گا"۔ ——— فرینک نے کہا۔

"لعنت بھیجو اس راک پر ——— تم فوراً اسے بلاک کر کے مجھے رپورٹ دو فوراً، اور سنو اگر وہ لوگ سپیشل وے کراس کر کے فری زدن میں آ گئے تو میں تمہیں گولیوں سے اڑا دوں گا، جلدی کر دو بلاک کر دو"۔ ——— اینڈریلو نے چیختے ہوئے کہا اور رسیور اس طرح کریڈل پر پٹخا جیسے سارا غصہ اس رسیور پر ہی اتارا ہو۔

"تم۔ تم احمق عورت، تم نے خود ہی سارے احکامات دینے شروع کر دیئے ہیں، مجھے جگا دیا ہوتا، میں مر تو نہیں گیا تھا"۔ ——— رسیور پٹخ کر اینڈریلو ویالی پر چیخنے لگا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ ابھی اٹھ کر ویالی کا گلہ دبا کر اسے ہلاک کر دے گا۔

"یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے اینڈریلو، اس طرح پاگل ہو رہے ہو۔ جیسے ہیڈ کوارٹر تباہ ہو چکا ہو۔ اگر وہ فری زدن میں آ بھی گئے تو کیا ہو جائے گا۔ ہمارے پاس کمانڈوز کا دستہ موجود ہے پھر ہیڈ کوارٹر کا راستہ اوپر

جزیرے سے ہی جاتا ہے اور اس کے کھولنے اور بند ہونے کا طریقہ
صرف ہمیں ہی معلوم ہے۔ وہ لوگ اجنبی ہیں۔ وہ کیا بگاڑ لیں گے ہمارا،
پھر تم بغیر تصدیق کئے اپنے طور پر سب کچھ فرض کئے جا رہے ہو" ۔۔۔۔
ویالی نے بھی غصیلے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور اینڈریو کا بُری
طرح بگڑا ہوا چہرہ آہستہ آہستہ نارمل ہونے لگ گئے۔

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو ویالی، آئی ایم سوری۔ نجانے میں کیوں پاگل سا
ہو گیا تھا۔ ٹھیک ہے اگر وہ پہنچ بھی گئے تو میں ان کا عبرتناک حشر کر دوں
گا ۔۔ انتہائی عبرتناک" ۔۔۔۔ اینڈریو نے ہونٹ چباتے ہوئے
کہا اور تھوڑی دیر بعد انٹر کام کی گھنٹی بج اٹھی اور اینڈریو نے ہاتھ بڑھا
کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس" ۔۔۔۔ اینڈریو نے تیز لہجے میں کہا۔

"باس وہ فری زون میں داخل ہو چکے ہیں۔ اب سپیشل وے بلاک
کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے" ۔۔۔۔ فرینک نے سہمے ہوئے لہجے
میں کہا۔

"ٹھیک ہے ۔۔ اب میں ان سے خود نمٹوں گا" ۔۔۔۔ اینڈریو
نے کہا اور رسیور کریڈل پر ڈالا اور اُٹھ کر الماری کے اندر رکھے ہوئے
ایک سرخ رنگ کے وائرلیس مائیک کو اٹھایا اور اس کی سائیڈ پر موجود
بٹن دبا دیا۔

"ہیلو ہیلو کمانڈوز اینڈریو کالنگ، الرٹ ہو جاؤ۔ تمام جزیرے پر
پھیل جاؤ۔ ایک ایک جھاڑی اور ایک ایک درخت کی نگرانی کرو۔ جزیرے
کے چاروں طرف پھیل جاؤ، دشمن ایجنٹ دو آدمزادوں میں بیٹھ کر سپیشل

وے کراس کر کے فری زون میں داخل ہو گئے ہیں۔ وہ کسی بھی جگہ سے جزیرے
پر چڑھیں گے تم نے انہیں کسی صورت بھی جزیرے پر نہیں آنے دینا۔ جزیرے
پر انکی لاشیں بھی نہیں آنی چاہئیں۔ ان کو سمندر میں ہی لاشوں میں تبدیل کر
دو۔ ان کا ایک آدمی بھی زندہ نہ بچے ۔۔ جیری کیبن میں آجائے" ۔۔۔۔
اینڈریو نے چیخ چیخ کر حکم دیتے ہوئے کہا اور پھر مائیک بند کر دیا۔

"یہ اس راک کو بھی روک دو اینڈریو، ایسا نہ ہو کہ اس کا ہیلی کاپٹر عین
اس وقت جزیرے پر پہنچ جائے جب یہ لوگ جزیرے پر ہوں" ۔۔۔۔
ویالی نے کہا اور اینڈریو سر ہلاتے ہوئے تیزی سے ٹرانسمیٹر کی طرف بڑھ
گیا اور پھر اس نے تیزی سے اس پر مخصوص فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنی شروع
کر دی۔ فریکوئنسی ایڈجسٹ کرتے ہی اس نے بٹن آن کر دیا۔

"ہیلو ہیلو اینڈریو کالنگ رانسن، اوور" ۔۔۔۔ اینڈریو نے تیز لہجے
میں بار بار کال دینی شروع کر دی۔

"یس باس، رانسن اٹنڈنگ، اوور" ۔۔۔۔ چند لمحوں بعد ایک
بھاری سی آواز سنائی دی۔

"رانسن تم اس وقت کہاں ہو، اوور" ۔۔۔۔ اینڈریو نے کہا۔

"باس میں سپیشل بوٹ میں ہوں اور بوٹ جزیرے تک پہنچنے والی
ہے، اوور" ۔۔۔۔ رانسن نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"سنو رانسن، ہیڈ کوارٹر میں کیپٹن ہاک کے روپ میں دشمن ایجنٹ پہنچ
گئے ہیں اور ہم نے ان کا خاتمہ کرنا ہے۔ اس لئے تم جزیرے پر جا کر راک
کو کہہ دو کہ ابھی میں ایک ضروری کام میں مصروف ہو گیا ہوں اس لئے جب
تک میں دوبارہ کال نہ کروں تم نے اسے لے کر نہیں آنا، سمجھ گئے۔ اُسے

یہ دشمن ایجنٹوں والی بات بتانے کی ضرورت نہیں ہے' اوور"۔۔۔۔ اینڈریو نے تیز لہجے میں کہا۔

"یس باس' اوور"۔۔۔۔ رانسن نے جواب دیا اور اینڈریو نے اوور اینڈ آل کہہ کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

اسی دوران ایک لمبا تڑنگا کمانڈو اندر آ کر اس کے پیچھے مؤدبانہ انداز میں کھڑا ہو چکا تھا۔ یہ کرگاگن کے بعد کمانڈوز کا انچارج جیری تھا جسے اینڈریو نے کمانڈوز کو جنرل کال کرتے ہوئے طلب کیا تھا۔

"جیری' میں اور ویالی نیچے ہیڈ کوارٹر میں جا رہے ہیں۔ ان لوگوں کی تعداد آٹھ دس یا بارہ تک ہو سکتی ہے۔ یہ انتہائی تربیت یافتہ اور خطرناک ایجنٹ ہیں اس لئے تم نے انتہائی ہوشیاری سے کام لینا ہے۔ یہ لوگ کسی صورت بھی جزیرے پر نہ پہنچ سکیں کسی بھی صورت میں اور کسی بھی قیمت پر' سمجھ گئے ہو۔ ہیلی پیڈ کی لائٹیں بھی آف کر دو۔ ہم کیبن کو بھی اندر سے لاک کر دیں گے"۔۔۔۔ اینڈریو نے تیز تیز لہجے میں اس آدمی کو ہدایات دینی شروع کر دیں۔

"آپ بے فکر رہیں باس' چاہے وہ پوری فوج ہی کیوں نہ ہو ہم انہیں سمندر میں ہی ہلاک کر دیں گے"۔۔۔۔ جیری نے مطمئن لہجے میں کہا۔

"او کے' جب ان کا خاتمہ ہو جائے تو تم نے ہیڈ کوارٹر انچارج فرینک کو رپورٹ دینی ہے۔ اب جاؤ اور اپنے آدمیوں کو پوری ہوشیاری سے کنٹرول کرو"۔۔۔۔ اینڈریو نے کہا اور جیری سر ہلاتا ہوا تیزی سے مڑ کر دروازے سے باہر نکل گیا۔

"آؤ ویالی اب ہم ہیڈ کوارٹر چلے جائیں' یہاں ہمارا رہنا خطرناک

ہو سکتا ہے"۔۔۔۔ اینڈریو نے کہا اور آگے بڑھ کر اس نے دروازہ اندر سے بند کر دیا۔

عمران صفدر اور کیپٹن شکیل کے ساتھ کیپٹن ہاک والی آبدوز کے کنٹرولنگ روم میں موجود تھا جبکہ تنویر اور باقی ساتھی اپنی آبدوز میں ان کے پیچھے آ رہے تھے۔ دونوں آبدوزوں کو ٹوچین کر لیا گیا تھا تاکہ عمران والی آبدوز کے ساتھ ساتھ ان کی آبدوز بھی چلتی رہے کیونکہ کمپیوٹر آئی عمران کے پاس ہی تھی۔ ویسے بھی ٹیڑھے میڑھے انداز میں یہ راستہ بنایا گیا تھا اس پر عمران جیسا شخص بھی بے حد حیران تھا۔ اگر انہیں کمپیوٹر آئی باقاعدہ راستہ ساتھ ساتھ نہ بتاتی رہتی تو حقیقتاً وہ ایک فٹ بھی آگے نہ بڑھ سکتے اور خوفناک ریز کے طاقتور جال میں پھنس کر آبدوز سمیت بھسم ہو چکے ہوتے۔ عمران کی نظریں مسلسل کمپیوٹر آئی پر جمی ہوئی تھیں اور وہ انتہائی مہارت سے اس ٹیڑھے میڑھے راستے پر آبدوز کو چلاتا ہوا آگے بڑھتا جا رہا تھا۔

"کمال ہے عمران صاحب' واقعی یہ فول پروف انتظام ہے۔ یہ تو واقعی ان کی بدقسمتی ہے کہ ہمیں یہ کمپیوٹر آئی مل گئی ہے۔ ورنہ ہم چاہے لاکھ سر پٹک لیتے جزیرے تک نہ پہنچ پاتے"۔۔۔۔ صفدر نے حیرت بھرے

لہجے میں کہا۔

"ہاں واقعی میں نے زندگی میں پہلی بار یہ انتظام دیکھا ہے۔ واقعی اسے انتہائی ذہانت سے تیار کیا گیا ہے"۔۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"وہاں جزیرے پر ان کے کمانڈوز دستے بھی تو موجود ہیں۔ ڈانی نے ان کے متعلق بھی بتایا تھا"۔۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے اچانک کہا۔

"ہاں مجھے یاد ہے پہلے اس خوفناک طلسماتی راستے کو تو کراس کر لیں۔ پھر اطمینان سے اس کا بھی حل سوچیں گے"۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور کیپٹن شکیل نے سر ہلا دیا۔ آبدوز خاصی تیز رفتاری سے پانی کے نیچے اس مخصوص راستے پر آگے بڑھی جا رہی تھی۔ عمران کو بار بار اسے تیزی سے دائیں بائیں گھمانا پڑتا۔ ایک دو جگہ تو اسے باقاعدہ چکر دینا پڑا۔ بہرحال کمپیوٹر آئی واقعی ان کے بے حد کام آ رہی تھی۔ اور عمران پوری توجہ سے آبدوز آگے بڑھائے چلا جا رہا تھا۔

"یہ اچھا ہی ہوا کہ ہماری آبدوز کی مشینری جام ہو گئی اور اسے اس آبدوز کے ساتھ ٹوچین کرنا پڑا ورنہ تو اس کا ساتھ لے آنا بڑا مسئلہ بن جاتا"۔۔۔۔۔ اچانک صفدر نے کہا اور عمران نے صرف سر ہلانے پر ہی اکتفا کیا۔

پھر تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کے مسلسل سفر کے بعد اچانک کمپیوٹر آئی نے راستے کے اختتام اور فری زون کا اشارہ دینا شروع کر دیا اور چند لمحوں بعد کمپیوٹر آئی نے فری زون میں آبدوز کے داخلے کا اعلان کر دیا اور عمران نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیا اور ہاتھ بڑھا کر کمپیوٹر آئی آف کر دی۔

"ہاں اب ان کمانڈوز سے بھی نپٹنا پڑے گا۔ میرا خیال ہے اس فرینک سے بات کی جائے۔ شاید کوئی ایسا راستہ مل جائے کہ آبدوز ڈائریکٹ

ہیڈ کوارٹر کے اندر پہنچ جاتی ہو"۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور ٹرانسمیٹر پر اینڈرلو کی مخصوص فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنے لگا کیونکہ اب اسے معلوم ہو گیا تھا کہ ماسٹر ٹرانسمیٹر ہیڈ کوارٹر میں ہی نصب ہے اور فرینک ہی پہلے اسے اٹنڈ کرتا ہے اور پھر اوپر اینڈرلو سے کال ملواتا ہے۔ فریکوئنسی سیٹ کر کے اس نے جیسے ہی بٹن دبایا ٹرانسمیٹر سے ایک تیز آواز نکلی اور وہ سارے بے اختیار چونک پڑے۔

"ہیلو ہیلو اینڈرلو کالنگ رالنسن، اوور"۔۔۔۔۔ اینڈرلو کی تیز آواز ٹرانسمیٹر سے نکل رہی تھی۔

"یس باس رالنسن اٹنڈنگ، اوور"۔۔۔۔۔ ایک اور آواز سنائی دی اور پھر ان دونوں کے درمیان بات چیت ہوتی رہی اور عمران خاموشی سے بیٹھا یہ بات چیت سنتا رہا۔ جب کال آف ہوئی تو عمران نے بھی ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ انہیں معلوم ہو گیا ہے کہ ان آبدوزوں میں ہم لوگ آ رہے ہیں"۔۔۔۔۔ صفدر نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں اب اس کال سے تو یہ بات واضح ہو گئی ہے۔ یہ اچھا ہوا کہ کال ہم نے سن لی ورنہ ہم یہی سمجھتے رہتے کہ انہیں ہماری حقیقت کا علم نہیں ہے اور اس خوش فہمی میں مارے جاتے، اب فرینک سے بات کرنی فضول ہے اور مجھے یقین ہے کہ ہمارے استقبال کے لئے جزیرے کے اوپر کمانڈوز پوری طرح تیار ہوں گے"۔۔۔۔۔ عمران نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"ان کی تعداد تو ڈانی نے کافی بتائی تھی۔ رات کا وقت ہے اور جزیرہ

بھی اجنبی ہے اور اس پر گھنا جنگل بھی ہے اس لئے اس وقت وہاں جانا خودکشی کرنے کے برابر ہی ہوگا۔ ہمیں صبح کا انتظار کرنا چاہیے"۔ ــــ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"نہیں کیپٹن، صبح تک بچانے وہ ہمارے خلاف کون سا حربہ استعمال کر دیں۔ یہ لوگ سائنسی طور پر انتہائی ایڈوانس ہیں۔ اس لئے ہمیں فوری طور پر ان کمانڈوز کا کچھ نہ کچھ کرنا ہوگا"۔ ــــ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن اوپر ان کی پوری فوج موجود ہوگی، کس کس سے لڑیں گے"۔ صفدر نے کہا۔

"سنو وہ یقیناً چاروں طرف کناروں کے قریب ٹھہرے ہوئے ہوں گے اور میں ان کمانڈوز کی نفسیات جانتا ہوں۔ یہ اس وقت تک حملہ نہ کریں گے جب تک انہیں قطعی طور پر یقین نہ ہو جائے گا کہ ہم مکمل طور پر ٹریپ میں آ چکے ہیں۔ اس لئے اب پلاننگ بنالو۔ ہم نے کنارے کے ساتھ ساتھ تیرتے ہوئے اس حصے کو تلاش کرنا ہے جہاں وہ کیبن موجود ہو اس کے بعد ہم نے ٹو فولڈ ٹریپ پر عمل کرتے ہوئے آگے بڑھنا ہے۔ اس طرح ہم آسانی سے ان کمانڈوز کو شکست دے سکیں گے"۔ ــــ عمران نے کہا۔

"عمران صاحب اگر ٹو فولڈ ٹریپ پر عمل کرنا ہے تو پھر ہمیں غوطہ خوری کے لباس نہیں پہننے چاہئیں کیونکہ بغیر اس لباس کے ہم زیادہ تیزی سے پانی میں حرکت کر سکیں گے اور ٹو فولڈ ٹریپ کے لئے انتہائی تیز نقل و حرکت بنیادی حیثیت رکھتی ہے"۔ ــــ صفدر نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔

"او۔ کے فرسٹ گروپ میں تنویر میرے ساتھ ہوگا جبکہ سیکنڈ گروپ میں صفدر، کیپٹن شکیل اور ٹائیگر ہوں گے۔ سیکنڈ گروپ کا لیڈر صفدر ہوگا اور تھری ایکس ٹرانسمیٹر صفدر کے پاس ہوگا"۔ ــــ عمران نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور تنویر کا چہرہ عمران کی بات سن کر بے اختیار چمک اٹھا کیونکہ فرسٹ گروپ میں کام کرتے ہوئے اسے اپنی فطرت کے مطابق کام مل رہا تھا جبکہ دوسرے گروپ کا کام قدرے ٹیکنیکل سا تھا۔

"صفدر تم جا کر ٹائیگر کو بلا لاؤ اور اسے ٹو فولڈ ٹریپ کے بارے میں بتا دینا۔ تم لوگوں نے ہمارے جانے کے تقریباً آدھے گھنٹے بعد ٹو فولڈ ٹریپ پر کام شروع کرنا ہے۔ چلو تنویر تیاری کرو"۔ ــــ عمران نے اٹھتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی سب اٹھ کھڑے ہوئے صفدر مڑ کر تیزی سے آؤٹ ڈور کی طرف بڑھ گیا۔ عمران اور تنویر نے واٹر پروف لباس پہنا اور مخصوص قسم کا اسلحہ جیبوں میں ڈال کر وہ اس خطرناک مشن کا آغاز کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔

"تیز خنجر باہر کی جیب میں رکھنا، ہم نے حتی المکان سب کام خاموشی سے کرنے ہیں"۔ ــــ عمران نے تنویر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تم فکر نہ کرو، مجھے معلوم ہے کہ کیا کرنا ہے۔ تمہیں میری طرف سے کوئی شکایت نہ ہوگی"۔ ــــ تنویر نے کہا اور عمران مسکرا دیا۔ اس دوران صفدر ٹائیگر کو ہمراہ لے کر واپس آ گیا۔ عمران نے ٹائیگر کو بھی ہدایات دیں اور اس کے بعد اس نے کیپٹن شکیل کو آبدوز زیادہ سے زیادہ سطح کے قریب لے جانے کے لئے کہا اور کیپٹن شکیل دوڑتا ہوا

کنٹرولنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ عمران اور تنویر آوٹ وے میں پہنچ کر
رک گئے۔ آبدوز تیزی سے اوپر کو اٹھنا شروع ہو گئی اور پھر تھوڑی دیر
بعد وہ ایک جھٹکے سے ساکت ہو گئی اور عمران نے آگے بڑھ کر اس کا
آوٹ وے کھول دیا۔ دوسرے لمحے پانی کا ایک بڑا ریلا آوٹ وے میں
پورے زور سے داخل ہوا۔ عمران اور تنویر اس میں تیرنے لگے۔ دوسرے
لمحے ریلا انہیں ہمراہ لئے آوٹ گیٹ سے باہر نکل گیا اور وہ دونوں سانس
روکے انتہائی تیز رفتاری سے اوپر سطح کی طرف اٹھتے چلے گئے، چونکہ
آبدوز سطح سے کافی قریب پہنچ گئی تھی اس لئے جلد ہی وہ دونوں سطح پر
پہنچ گئے۔ عمران نے سر باہر نکال کر جزیرے کا جائزہ لیا۔ جزیرے پر
واقعی انتہائی گھنا جنگل موجود تھا جہاں گھپ اندھیرے کے ساتھ ساتھ
موت کا سا سکوت طاری تھا۔ آسمان پر بھی چاند نظر نہ آ رہا تھا اس لئے
ماحول پر اندھیرا کچھ زیادہ ہی چھایا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ عمران بے اختیار
مسکرا دیا کیونکہ اندھیرا ان کے لئے زیادہ مددگار ثابت ہو سکتا تھا۔ عمران
نے سر کی مخصوص حرکت سے تنویر کو اشارہ کیا اور پھر ان دونوں نے
غوطہ لگایا اور پانی کے اندر ہی تیزی سے کنارے کی طرف بڑھتے گئے۔
کچھ دور جا کر انہوں نے ایک بار پھر سطح سے سر باہر کئے اور سینے میں
دوبارہ سانس بھر کر غوطہ لگا کر اندر ہی اندر بڑھتے گئے۔ دوسری بار ان
کے سر کنارے کے بالکل نزدیک جا کر سطح سے بلند ہوئے۔ کنارے کے
ساتھ چمٹ کر عمران نے آہستہ سے سر کنارے سے بلند کیا اور اس کی تیز
نظروں نے ماحول کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ اچانک اسے قریب ہی
ایک درخت کے اوپر پتوں کی ہلکی سی کھڑکھڑاہٹ سنائی دی اور وہ

چونک کر ادھر دیکھنے لگا چونکہ اب اس کی آنکھیں اندھیرے کی عادی
ہو چکی تھیں اس لئے چند لمحے غور سے دیکھنے پر اس نے درخت کے
اوپر موجود ایک سایہ سا مارک کر لیا۔ عمران نے سر موڑ کر تنویر کی طرف
دیکھا اور تنویر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ کنارے
پر رکھ دیئے جبکہ عمران کنارے کے ساتھ ساتھ کھسکتا ہوا ذرا دور ہو گیا۔
دوسرے لمحے تنویر تیزی سے اچک کر کنارے پر چڑھا اور پھر جھاڑیوں
میں اس طرح لمبا ہو کر لیٹ گیا جیسے پانی میں سے سانپ نکل کر جھاڑیوں
میں گھستا ہے۔ چند لمحے اس طرح ساکت پڑے رہنے کے بعد وہ آہستہ
آہستہ آگے کو کھسکنے لگا لیکن اس کے کھسکنے کی رفتار بے حد آہستہ تھی۔
اس دوران عمران انتہائی غیر محسوس انداز میں کنارے پر چڑھا اور پھر
کہنیوں کے بل تیزی سے کھسکتے ہوئے اس درخت کے عقبی طرف سے
درخت کے تنے کی طرف بڑھنے لگا۔ اسے معلوم تھا کہ درخت پر موجود
کمانڈوز کی پوری توجہ تنویر کی طرف ہو گی اور تنویر اس کے سامنے کے
رخ گیا بھی اسی لئے تھا تاکہ عمران آسانی سے عقبی طرف سے درخت
کے اوپر چڑھ سکے۔ تنے کے قریب پہنچ کر عمران سانپ جیسی تیز رفتاری
مگر انتہائی خاموشی سے درخت پر اس طرح چڑھنے لگا کہ اس کا پورا
جسم درخت کے تنے کے ساتھ چمٹا ہوا تھا۔ چند لمحوں بعد وہ ایک دو
شاخے تک پہنچ گیا۔ تنویر آگے کھسکتے ہوئے اسی طرح سر کو بار بار موڑ
کر پیچھے کی طرف دیکھ رہا تھا جیسے اپنے پیچھے آنے والے کسی اور آدمی
کا منتظر ہو۔ اس کا مقصد یہی تھا کہ درخت پر موجود آدمی یہی سمجھے کہ جو
دوسرا آدمی اس کے عقب میں آنے والا ہے وہ بھی اس جگہ سے اوپر

آئے گا اور دوسری بات یہ کہ درخت پر موجود کمانڈوز فوری طور پر اس کے خلاف کوئی کارروائی کرنے سے باز رہے کیونکہ اس طرح لازماً وہ اپنی موجودگی کو چھپانے پر اس وقت تک مجبور ہو گا جب تک کہ دوسرا آدمی جس کا تنویر منتظر تھا آ نہ جائے۔ اس طرح عمران کے چڑھنے کی وجہ سے جو ہلکی سی سرسراہٹ ہو رہی تھی وہ بھی اس آدمی کے شعور میں توجہ حاصل نہ کر سکے گی۔ عمران نے دوشاخے پر پیر جمائے اور پھر وہ آہستہ آہستہ اوپر کو اٹھتا گیا۔ وہ آدمی اس سے آگے والی شاخ پر بیٹھا پوری طرح تنویر کی طرف متوجہ تھا۔ اس کے جسم پر دھبے دار وردی تھی اور اس کے ہاتھ میں کوئی پستول نما چیز موجود تھی۔ عمران کا جسم اس کے عین عقب میں اس شاخ سے بلند ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی جس طرح بھوکا عقاب کسی چڑیا پر جھپٹتا ہے اس طرح عمران یکلخت اس آدمی پر جھپٹا اور پھر گہرے سکوت میں ہلکی سی کٹک کی آواز ابھری اور وہ آدمی جو عمران کے بازوؤں میں جکڑا درخت کی اس شاخ کے ساتھ سینے کے بل جما ہوا تیزی سے پیر مارنے کی کوشش کر رہا تھا یکلخت ساکت ہو گیا۔ اس کے ہاتھ سے پستول نیچے جھاڑی میں جا گرا۔ اب وہ اس شاخ کے ساتھ عمران کے جسم کے دباؤ کی وجہ سے اس طرح لٹکا ہوا تھا جیسے کوئی چمگادڑ شاخ سے لٹک رہی ہوتی ہے۔ عمران نے انتہائی ماہرانہ انداز میں نہ صرف اس کے جسم کو پیچھے گھسیٹ کر شاخ سے دبا کر روکا تھا بلکہ پلک جھپکنے میں اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کی مدد سے اس کی گردن کی ہڈی بھی توڑ دی تھی۔ عمران نے اپنے جسم کی مدد سے اسے دبائے رکھا پھر دونوں ہاتھ اس کے جسم پر رکھ کر خود تیزی سے پیچھے ہٹ کر اپنے آپ کو ایڈجسٹ کرنے لگا۔ پوری طرح ایڈجسٹ ہونے کے بعد اس نے ایک ہاتھ ہٹا کر اس

کی ایک لٹکتی ہوئی کلائی پکڑی اور دوسرا ہاتھ اس کے جسم سے ہٹا کر اس شاخ پر رکھ دیا جس سے اس نے اُسے دبا رکھا تھا۔ ہاتھ ہٹتے ہی اس آدمی کا لٹکتا ہوا جسم ایک جھٹکے سے نیچے کی طرف گیا مگر کلائی پر گرفت کی وجہ سے وہ دھماکے سے نیچے گرنے کی بجائے فضا میں ہی لٹک گیا۔ اسی لمحے تنویر نے ذرا سا اُٹھ کر اس کی دونوں پنڈلیاں پکڑ لیں اور عمران نے اس کی کلائی چھوڑ دی۔ تنویر نے تیزی سے کروٹ بدلی اور اس آدمی کا مردہ جسم اس کے جسم پر اس طرح گر گیا کہ ہلکا سا دھماکہ بھی نہ ہوا۔ چند لمحے اسی طرح پڑے رہنے کے بعد تنویر نے ایک بار پھر کروٹ بدلی اور اب وہ آدمی جھاڑیوں پر اس کے قریب لیٹ گیا۔ عمران اسی شاخ پر چڑھ کر اس طرح بیٹھ گیا جیسے وہ آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ نیچے تنویر کے ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے چل رہے تھے وہ اس آدمی کی مخصوص یونیفارم اتارنے میں مصروف تھا چونکہ اس آدمی کا جسم تنویر سے قدرے بھاری تھا اس لئے تنویر نے اسے اپنے چست لباس کے اوپر ہی وہیں لیٹے لیٹے لانگری نما لباس چڑھا لیا اور پھر اس کی مخصوص کیپ سر پر رکھ کر وہ ذرا سا کھسکتا ہوا آگے بڑھا اور پھر اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے ادھر اُدھر دیکھا اور پھر آگے کی طرف بڑھنے ہی لگا تھا کہ اسے دور سے اُلو کی آواز سنائی دی اور دوسرے لمحے تنویر کے حلق سے بھی اُلو کی آواز نکلی اور تنویر جلدی سے آگے بڑھ کر ایک درخت کی اوٹ میں چھپ گیا۔ چند لمحوں بعد اُلو کی آواز پہلے کی نسبت قریب سے سنائی دی اور اس بار بھی تنویر نے اُلو کی آواز نکالی اور چند لمحوں بعد ایک درخت کی اوٹ سے ایک اور باوردی آدمی نکل کر تیزی سے تنویر کی طرف بڑھنے لگا۔

"تم درخت سے نیچے کیوں اُتر آئے ہو ٹیمو"۔۔۔۔۔ آہستہ مگر
غراتی ہوئی آواز سنائی دی لیکن دوسرے لمحے یہ آواز باقاعدہ خرخراہٹ
میں تبدیل ہوئی اور پھر کٹک کی ہلکی سی آواز کے ساتھ ہی تنویر نے اسے
نیچے لٹا دیا۔ ایک لمحے تک اس آدمی کا جسم تڑپتا رہا اور پھر ساکت ہو گیا
اور تنویر نے تیزی سے اس کا بھی لباس اتارنا شروع کر دیا۔ اسی لمحے
عمران درخت سے اُتر کر زمین پر سرالنگ کرتا ہوا اس کے قریب
پہنچ گیا۔

"تم اِدھر اُدھر کا خیال رکھو میں اس کا لباس پہنتا ہوں"۔۔۔۔۔
عمران نے کہا اور پھر اس نے باقی ماندہ لباس اتارا بھی اور اسے
کھینچ تان کر پہن بھی لیا۔ لباس قدرے تنگ تھا لیکن اس وقت اس
کے جسم پر کسی نہ کسی طرح چڑھ جانا ہی غنیمت تھا۔

"یہاں اور کوئی نہیں ہے اور سیکنڈ گروپ کے کام کرنے کا
وقت بھی ہو رہا ہے۔ اس لئے ان دونوں لاشوں کو پانی میں پھینک
دینا چاہیے"۔۔۔۔۔ عمران نے آہستہ سے کہا اور چند ہی لمحوں میں
دونوں لاشیں پانی میں آہستگی سے اتار دی گئیں۔ چونکہ ان لاشوں
کے ساتھ پتھر باندھنے کا وقت نہیں تھا اس لئے انہیں پانی میں
ڈال کر جھٹکے سے ذرا دور دھکیل دینے پر ہی اکتفا کیا گیا تاکہ وہ کنارے
سے دور ہو کر سمندر میں تیرتی پھریں۔ رات کے وقت دور سے ان کا
دیکھ لیا جانا ناممکن تھا۔

"لاشوں سے چھٹکارا حاصل کر کے ان دونوں نے خنجر جیبوں
سے نکالے اور عمران کے کہنے پر دونوں خنجروں کو ایک بار زمین

کے اندر مار کر ان کی چمک دور کر دی گئی ورنہ اس گھپ اندھیرے میں
دونوں خنجر دور سے ہی نظر آ سکتے تھے لیکن خاک آلود ہو جانے کے
بعد ان کی چمک ختم ہو گئی۔ اور عمران اور تنویر کنارے کے ساتھ آگے
بڑھنے ہی لگے تھے کہ یکلخت ان سے کافی دور عقب میں تیز فائرنگ
کی آوازیں اس طرح ابھریں کہ جزیرے کا سکوت یکلخت فائرنگ
کی تیز اور بھیانک آوازوں میں تبدیل ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی
جزیرے پر یکلخت دور سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں ابھریں
جو ان کے عقبی طرف کو ہی بڑھتی جا رہی تھیں۔ صفدر اور اس کے
ساتھیوں نے ٹو فولڈ ٹریپ کے دوسرے جان لیوا مرحلے کا آغاز کر دیا
تھا۔ ٹو فولڈ ٹریپ کا مطلب بھی یہی ہوتا ہے کہ دشمنوں کو ایک طرف
اس انداز میں الجھا دیا جائے کہ انہیں دوسری طرف متوجہ ہونے کا
سرے سے موقع ہی نہ مل سکے۔ عمران جانتا تھا کہ پانی کے اندر سے
جزیرے پر فائرنگ اور پھر غوطہ لگا کر دوسری طرف سے فائرنگ اور
اس عمل کو مسلسل اور تیزی سے جاری رکھنا خاصا مشکل کام ہے لیکن
اسے یقین تھا کہ صفدر، کیپٹن شکیل اور ٹائیگر تینوں یہ مشکل مرحلہ کامیابی
سے طے کر لیں گے۔ دوسرے لمحے تنویر اور عمران دونوں آگے کی
طرف بھاگنے لگے۔ فائرنگ میں اب بے پناہ تیزی آ گئی تھی اور انہیں
یوں لگ رہا تھا جیسے دو فوجیں آپس میں ٹکرا گئی ہوں۔ کچھ دیر تک
انہیں کنارے سے ہٹ کر بھاگتی ہوئی آوازیں سنائی دیتی رہیں پھر
جب یہ آوازیں ختم ہو گئیں تو عمران اور تنویر دونوں کے قدموں میں تیزی
آ گئی چونکہ انہیں یہ معلوم ہی نہ تھا کہ کیبن کس طرف ہے اس لئے

وہ آگے کی طرف ہی بھاگتے رہے کہ اس طرح چکر کاٹتے ہوئے وہ بہرحال کیبن تک پہنچ جائیں گے لیکن ابھی وہ تھوڑی ہی دور گئے ہوں گے کہ اچانک وہ کنارے سے کافی اندر انہیں ایک خاصا بڑا کیبن نظر آ گیا۔ وہ دونوں ٹھٹھک کر رک گئے۔ کیبن لکڑی کا تھا لیکن اس میں لکڑی کے بالے استعمال نہ کئے گئے تھے جیسا کہ عام طور پر جنگلوں میں کیبن بناتے جاتے ہیں بلکہ یہ کیبن بالکل پلین تھا ایسے جیسے کسی چوڑی شیٹ سے بنایا گیا ہو، وہ دونوں جھک کر کیبن کی طرف بڑھنے لگے۔

"تم دائیں طرف سے جاؤ میں بائیں طرف سے جاتا ہوں، ہوشیار رہنا یہاں لازماً کچھ لوگ موجود ہوں گے"۔۔۔۔ عمران نے سرگوشی کے سے انداز میں کہا اور تنویر ہاتھ میں خنجر پکڑے دائیں طرف کو مڑ گیا جبکہ عمران تیزی سے بائیں طرف کو مڑا۔ عمران سائیڈ سے ہوتا ہوا کیبن کی دیوار سے چمٹ کر کھڑا ہو گیا جبکہ تنویر دوسری طرف سے نکل کر کیبن کے دروازے کی طرف بڑھنے لگ گیا۔

"خبردار رک جاؤ، شناخت کراؤ"۔۔۔۔ اچانک ایک تیز آواز کیبن کے سامنے درخت کے اوپر سے سنائی دی۔ اور اس کے ساتھ ہی درخت سے چٹ کی آواز کے ساتھ ایک سرچ لائٹ روشن ہو گئی روشنی اس قدر تیز تھی کہ براہ راست تنویر کی آنکھوں میں پڑ رہی تھی تنویر نے یکلخت لمبی چھلانگ لگائی اور بجلی کی سی تیزی سے گھوم کر کیبن کی دوسری سائیڈ میں غائب ہو گیا جب کہ عمران اسی طرح خاموش کھڑا رہا۔

"دشمن"۔۔۔۔ اوپر سے ایک چیخ سنائی دی، اور ایک آدمی

نے اوپر سے نیچے چھلانگ لگائی۔ اس کے ہاتھوں میں مشین گن تھی وہ تیزی سے دوڑتا ہوا کیبن کی اس سائیڈ کی طرف بڑھا جدھر عمران موجود تھا۔ وہ شاید تنویر کو ڈاج دینے کے لئے دوسری طرف سے جانا چاہتا تھا مگر دوسرے لمحے وہ عمران کے بازوؤں میں پھنسا بری طرح پھڑپھڑا رہا تھا۔ عمران کا ایک ہاتھ اس کے منہ پر تھا اور دوسرے ہاتھ میں موجود خنجر اس کے دل میں پیوست ہو چکا تھا۔ اسی لمحے تنویر بھی عقبی طرف سے ہو کر عمران والی سائیڈ پر آ گیا۔ اس آدمی کا پھڑکنا اب ختم ہو چکا تھا۔ عمران نے اسے ایک طرف دھکیلا اور پھر تنویر کو وہیں رکنے کا اشارہ کر کے وہ تیزی سے اب خود کیبن کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے یونیفارم کے بٹن کھولے اور اندر موجود لباس کی جیب سے اس نے ایک چھوٹی سی پتی نکالی۔ بجلی کی سی تیزی سے اس نے اس پتی کی عقبی سائیڈ پر انگوٹھا پھیرا اور پھر اسی سائیڈ کو دروازے اور چوکھٹ کی درمیانی جھری پر لگا دیا۔ چند لمحوں بعد ہلکی سی چٹک کی آواز سنائی دی اور وہ پتی نیچے گر پڑی۔ عمران نے جھک کر پتی اٹھائی اور پھر دروازے کو دھکیل کر کھول دیا عمران نے اندر جھانکا اور پھر مڑ کر اس نے تنویر کو آنے کا اشارہ کیا اور کیبن کے اندر داخل ہو گیا۔ پلک جھپکنے میں تنویر بھی اس کے پیچھے اندر آ گیا۔ اندر چھت میں بنے ہوئے ایک شفاف سے خانے میں سے ہلکی ہلکی روشنی نکل رہی تھی جس سے کیبن کا ماحول قدرے روشن ہو گیا تھا۔

"دروازے کا خیال رکھنا، میں صفدر کو کال کر لوں"۔۔۔۔

عمران نے کہا اور جیب سے ایک چھوٹا سا باکس نکالا اور اس کی سائیڈ کو دبا کر اسے کان سے لگا لیا۔ یہ ایک بیٹری ٹرانسمیٹر تھا' محدود رینج کا مکسڈ ٹرانسمیٹر۔

"ہیلو ہیلو پرنس کالنگ ایس' اوور"۔۔۔ عمران نے تیز لیکن دبے دبے لہجے میں کہا۔ کچھ دیر تک وہ کال دیتا رہا لیکن دوسری طرف سے کال ریسیو نہ کی گئی تو عمران کے چہرے پر سختی کے آثار پھیلنے لگے پھر اچانک صفدر کی ہلکی سی آواز سنائی دی۔

"یس صفدر بول رہا ہوں' اوور"۔۔۔ صفدر کے لہجے میں تیزی تھی۔

"کیا پوزیشن ہے' اوور"۔۔۔ عمران نے صفدر کا لہجہ محسوس کرتے ہوئے کہا۔

"کیپٹن شکیل اور ٹائیگر دونوں ہٹ ہو گئے ہیں۔ دونوں ہی شدید زخمی ہیں بڑی مشکل سے میں نے انہیں اپنی آبدوز میں پہنچایا ہے۔ کیپٹن فیروز بینڈیج کر رہے ہیں لیکن دونوں کی حالت شدید خطرے میں ہے۔ میں آبدوز سے ہی بات کر رہا ہوں' اوور"۔۔۔ صفدر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"او۔ کے پھر تم وہیں رکو اور کیپٹن فیروز کی بینڈیج میں مدد کرو۔ اگر ضرورت محسوس کرے تو بلا تکلف آپریشن کر ڈالو' زیادہ سے زیادہ زخم ہی خراب ہوگا۔ اسے بعد میں سنبھال لوں گا لیکن زہر پھیلنے سے رک جاتا ہے۔ ہم بخیریت کیبن کے اندر پہنچ جانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ باقی بھی ہم دونوں ہی سنبھال لیں گے' اوور اینڈ آل"۔۔۔ عمران نے کہا اور

باکس کی سائیڈ سے انگوٹھا ہٹا کر اس نے باکس کو جیب میں ڈالا لیکن اس کے چہرے پر پہلے سے موجود سنجیدگی کا تاثر کچھ اور گہرا ہو گیا تھا۔

"کیا ہوا۔ خیریت"۔۔۔ تنویر نے عمران کے چہرے پر ابھرنے والے تاثرات دیکھ کر بے چینی سے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔۔۔ کیپٹن شکیل اور ٹائیگر ہٹ ہو گئے ہیں لیکن صفدر انہیں آبدوز تک لے جانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ آؤ اب باقی مشن بھی ہم دونوں کو ہی سنبھالنا ہوگا"۔۔۔ صفدر نے کہا اور تیزی سے کیبن کے اس کمرے کی سائیڈ میں نظر آنے والے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ یہ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ دوسری طرف ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس کی دونوں اطراف میں دو دروازے تھے۔ ان میں سے ایک دروازہ تو کھلا ہوا تھا جبکہ دوسرا دروازہ بند تھا۔ عمران اس بند دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازہ دوسری طرف سے بند تھا۔ عمران نے وہی پتی دوبارہ نکالی اور اس کی سائیڈ کو انگوٹھے سے رگڑا اور اسی سائیڈ سے پتی چوکھٹ اور دروازے کی درمیانی جھری سے چپکا دی۔ چند لمحوں بعد پہلے کی طرح اس بار بھی چٹک کی آواز ابھری اور پتی نیچے گر پڑی۔ عمران نے جھک کر وہ پتی اٹھائی اور اسے جیب میں ڈال کر اس نے دروازے کو دھکیلا۔ دوسری طرف بھی اسی طرح کا ایک چھوٹا کمرہ تھا' وہ اندر داخل ہوا اور اس کے پیچھے تنویر بھی آگیا۔ اب تنویر نے مشین پسٹل ہاتھ میں لے رکھا تھا۔ کمرے کا دوسرا کوئی دروازہ نہ تھا عمران کی نظریں فرش پر جم گئیں لیکن فرش عام سادہ سا تھا۔ عمران نے جھک کر غور سے فرش کو دیکھنا شروع کیا ہی تھا کہ اچانک فرش کے عین درمیان میں سے دودھیا رنگ کی گیس کا بھبکا سا نکلا اور

اس کے ساتھ ہی عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے ذہن کی کھلی کھڑکی کو کسی نے دھماکے سے بند کر دیا ہو
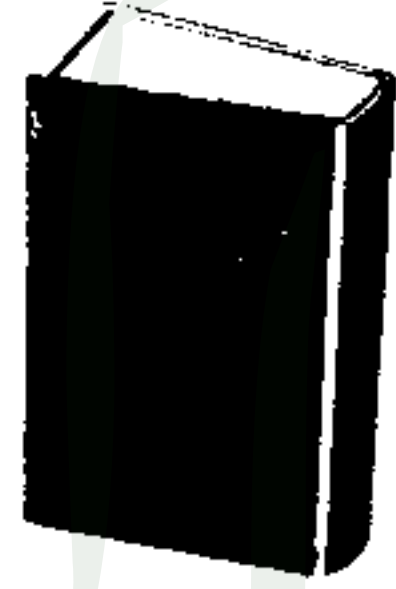
ایک درمیانے سائز کے کمرے میں ایک دیوار کے ساتھ ایک قد آدم مشین نصب تھی۔ اس مشین کے درمیان ایک بڑی سی سکرین روشن تھی۔ اس سکرین پر کیبن کا اندرونی منظر نظر آ رہا تھا اور مشین کے سامنے اینڈرلو اور ویالی دونوں کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان دونوں کے چہروں پر سخت تشویش کے آثار نمایاں تھے۔ سکرین پر نظر آنے والے دونوں افراد نے گو ان کے کمانڈوز جیسی یونیفارم پہنی ہوئی تھی لیکن ان دونوں کے چہرے ایشیائی تھے۔

"کمال ہے اینڈرلو ـــ یہ دونوں کیبن کے اندر بھی پہنچ گئے ہیں لیکن کمانڈوز میں کوئی بھی ان کے پیچھے نہیں آیا"۔ ـــ ویالی نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"ڈبل ٹریپنگ کی گئی ہے ویالی ـــ ان کے دوسرے گروپ نے کمانڈوز کو دوسری طرف الجھا لیا ہے اور یہ دونوں ادھر آ گئے ہیں۔ مگر یہ بچ کر کسی صورت بھی نہیں جا سکتے"۔ ـــ اینڈرلو نے

سخت لہجے میں کہا۔ ان میں سے ایک آدمی ایک چھوٹا سا باکس کانوں سے لگائے کچھ بول رہا تھا لیکن مشین ان کی آواز نشر نہ کر رہی تھی صرف ان کی تصویریں سکرین پر آ رہی تھیں۔ بات چیت کے بعد اس آدمی نے باکس واپس جیب میں رکھا اور پھر خاص کمروں کے دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ دوسرا اس کے عقب میں تھا۔ چند لمحوں بعد وہ دونوں ایک بند دروازے پر کھڑے تھے۔ اس بات چیت کرنے والے نے جیب سے ایک چھوٹی سی پتری نکالی اور اسے دروازے اور چوکھٹ کو درمیانی جھری پر چپکا دیا۔ چند لمحوں بعد پتی خود بخود نیچے گر گئی۔ اس آدمی نے پتی اٹھائی اور اسے جیب میں ڈال کر اس نے دروازے کو دھکیلا اور کمرے میں داخل ہو گیا۔

"فرینک"۔ ـــ اینڈرلو نے چیخ کر سامنے میز پر موجود مائیک کا بٹن دباتے ہوئے کہا۔

"یس باس"۔ ـــ فرینک کی آواز سنائی دی۔

"گیس فائر کرو"۔ ـــ اینڈرلو نے تیز لہجے میں کہا۔

"یس باس"۔ ـــ فرینک نے کہا اور اینڈرلو نے ہاتھ ہٹا لیا لیکن اس کی نظریں مسلسل سکرین پر ہی جمی ہوئی تھیں۔ وہ دونوں اب کمرے میں داخل ہو چکے تھے اور پھر بات چیت کرنے والا آدمی فرش پر جھکا اور اسے غور سے دیکھنے لگا۔ اینڈرلو کے ہونٹ سختی سے بھنچ گئے۔ دوسرے لمحے فرش کے درمیان سے گیس کا بھبکا سا نکلا اور اس کے ساتھ ہی وہ دونوں لڑکھڑا کر نیچے فرش پر گرے اور بے حس و حرکت ہو گئے۔

"وہ مارا" ـــــ اینڈریو نے بے اختیار مسرت بھرے انداز میں
کہا اور بے اختیار اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ویالی کے چہرے پر بھی اطمینان
اور مسرت کے ملے جلے تاثرات ابھر آئے تھے۔ وہ بھی کرسی سے اٹھ
کھڑی ہوئی تھی۔

"فرینک" ـــــ اینڈریو نے دوبارہ مائیک کا بٹن دبا کر
چیختے ہوئے انداز میں کہا۔

"یس باس" ـــــ فرینک کی آواز سنائی دی۔

"دو آدمی باہر بھیجو اور ان دونوں کو گولیوں سے وہیں اڑا دو" ـــــ
اینڈریو نے چیختے ہوئے کہا۔

"باس ایک گھنٹے تک اس کمرے میں گیس کا اثر باقی رہے گا اور
اس ایک گھنٹے کے دوران اس کمرے میں کوئی بارود فائر نہیں ہو سکتا۔
یہ گیس کا مخصوص اثر ہے۔ ہاں ایک گھنٹے بعد فائرنگ ہو سکتی ہے"۔
فرینک نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ نہیں ـــ ایک گھنٹہ بہت زیادہ ہے۔ ویسے یہ تم نئی بات
بتا رہے ہو" ـــــ اینڈریو نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"باس، پہلے کبھی ایسی مخصوص گیس کو فائر کرنے کی ضرورت ہی
پیش نہیں آئی۔ اس گیس میں یہ خصوصیت ہے کہ یہ انتہائی زود اثر
ہے اور اس کا اثر ایک گھنٹے تک رہتا ہے۔ اب ایک گھنٹے کے اندر
اگر ان کا کوئی دوسرا ساتھی بھی ان کے پیچھے اس کمرے میں پہنچا تو وہ
بھی فوری طور پر بیہوش ہو جائے گا۔ اس طرح ہم ان کے ساتھیوں
سے بھی چھٹکارا پا سکتے ہیں" ـــــ فرینک نے جواب دیتے

ہوئے کہا۔

"اوہ نہیں فرینک ـــ اگر وہاں فائرنگ نہیں ہو سکتی تو آدمیوں
کو بھیجو جو انہیں اٹھا کر کیبن سے باہر کھلی فضا میں لے جائیں اور وہاں
ان کو ہلاک کر دیں۔ گیس ماسک پہن کر آدمی جا سکتے ہیں" ـــــ
اینڈریو نے تیز لہجے میں کہا۔

"ایسا ہو تو سکتا ہے باس، لیکن اگر ان کے دوسرے ساتھی باہر
موجود ہوئے تو وہ انہیں اٹھا کر لے بھی جا سکتے ہیں اور اس گیس کا اثر
دو گھنٹے بعد خود بخود ختم ہو جائے گا۔ اس طرح ہاتھ آئے دشمن ایک بار
پھر ہاتھ سے نکل جائیں گے" ـــــ فرینک نے جواب دیتے ہوئے
کہا۔

"انہیں اندر اٹھا لو اینڈریو، اس طرح تمام خدشات ختم ہو جائیں گے"
خاموش کھڑی ویالی نے یکلخت بات کرتے ہوئے کہا۔

"اندر ہیڈ کوارٹر میں نہیں، یہ صریحاً رسک ہے" ـــــ اینڈریو
نے چونک کر کہا۔

"رسک ـــ کیسا رسک۔ بیہوش افراد کیا رسک پیدا کر سکتے ہیں۔
اس بیہوشی کے عالم میں اندر اٹھوا کر گولیوں سے اڑا دو" ـــــ
ویالی نے منہ بناتے ہوئے کہا اور اینڈریو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"فرینک" ـــــ اینڈریو نے مائیک کا بٹن دبا کر کہا۔

"یس باس" ـــــ فرینک کا جواب سنائی دیا۔

"سپیشل وے کھول کر ان دونوں کو اٹھوا کر اندر بلیک روم میں کرسیوں
پر جکڑ دو تاکہ میں خود اپنے ہاتھوں ان کے جسموں میں مشین گن کی

گولیاں اتار سکوں۔“ ——— اینڈریو نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

”یس باس، یہ فیصلہ درست رہے گا۔ ان کے دوسرے ساتھیوں کے بارے میں کیا پلاننگ ہے۔“ ——— فرینک نے کہا۔

”وہ یقیناً آبدوز میں موجود ہوں گے اور اگر ان پر جزیرے سے فائرنگ کی گئی تو آبدوز تباہ ہونے کا خدشہ ہے اس لئے صبح ان کے خلاف پانی کے اندر جا کر گوریلا کارروائی کرنی پڑے گی۔ اوہ ہاں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ آبدوز سمیت اس کیپٹن ہاک والی کمپیوٹر آئی کی مدد سے سپیشل وے سے واپس نہ چلے جائیں اس لئے تم فوری طور پر راستہ بلاک کر دو۔ جب ان کے خلاف کارروائی مکمل ہو جائے گی تو پھر راستہ دوبارہ کھول دیا جائے گا۔“ ——— اینڈریو نے تفصیلی ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”یس باس، ویسے کمانڈوز کو میں نے صبح تک ہوشیار رہنے کی ہدایات دے دی ہیں تاکہ ان کے ساتھی انہیں چھڑانے کے لئے پھر حملہ نہ کر سکیں۔“ فرینک نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے، جیسے ہی یہ لوگ بلیک روم میں پہنچیں مجھے اطلاع دو۔“ اینڈریو نے کہا اور مائیک آف کر کے وہ دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ اب اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات نمایاں تھے۔

کیپٹن شکیل اور ٹائیگر دونوں کی حالت واقعی بے حد خراب تھی۔ ان دونوں کے سینوں میں مشین گن کی کئی گولیاں پیوست ہو گئی تھیں۔ لیکن صفدر اور کیپٹن فیروز دونوں نے مل کر عمران کی ہدایت کے مطابق ان کے آپریشن کئے اور ساری گولیاں باہر نکال لینے میں کامیاب ہو گئے۔ اس طرح ان دونوں کے جسموں میں تیزی سے پھیلتے ہوئے زہر کا خطرناک عمل رک گیا۔ آبدوز میں چونکہ مکمل میڈیکل باکس موجود تھا اور کیپٹن فیروز کو بحیثیت کیپٹن ابتدائی طبی امداد دینے کی باقاعدہ تربیت حاصل تھی اس لئے ان دونوں کے اشتراک نے بہرحال ان دونوں کو یقینی موت کے خطرے سے باہر نکال لیا تھا۔ صفدر کو معلوم تھا کہ ان دونوں کو ہوش کم از کم چھ سات گھنٹوں بعد آئے گا۔ اس لئے ان کی طرف سے اطمینان ہو جانے کے بعد اس نے عمران اور تنویر کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا جو اکیلے ہی اس وقت دشمنوں سے نبرد آزما تھے۔ گو عمران نے اسے کال کر کے یہ بتا دیا تھا کہ وہ کیبن میں

پہنچ چکے ہیں لیکن اب فارغ ہونے کے بعد صفدر نے ان دونوں کے پیچھے جانے کا فیصلہ کیا تا کہ کسی بھی امکانی خطرے کی صورت میں وہ امداد مہیا کر سکے۔ اس نے فکسڈ ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کیا اور عمران کو کال کرنا شروع کر دیا کیونکہ وہ پہلے عمران سے تازہ ترین حالات معلوم کر لینا چاہتا تھا لیکن جب کافی دیر تک مسلسل کوشش کے باوجود عمران سے رابطہ قائم نہ ہو سکا تو صفدر کے چہرے پر شدید پریشانی کے آثار نمودار ہو گئے۔ کال ریسیو نہ کرنے کا مطلب صریحاً یہی نکلتا تھا کہ عمران اور تنویر دونوں کسی شدید خطرے سے دوچار ہو چکے ہیں لیکن مسئلہ یہ تھا کہ کیبن کے اندر سے ہیڈ کوارٹر پہنچنے اور ہیڈ کوارٹر کو تباہ کرنے کے لئے جو مخصوص اسلحہ عمران نے پہلے سے آبدوز میں رکھا ہوا تھا وہ یہ دونوں پہلے ہی اپنے ساتھ لے جا چکے تھے اور اب تو آبدوز میں سوائے تباہ کر دینے والے اسلحے کے اور کچھ نہ تھا۔ لیکن بہرحال صفدر نے ان کے پیچھے اکیلے جانے کا فیصلہ کیا کیونکہ کال نہ ملنے کے بعد تو اس کا ایک ایک لمحہ قیامت کا گزر رہا تھا۔ اس نے سٹور میں جا کر نہ صرف اپنی جیبوں میں ہر قسم کے انتہائی طاقتور بم اور ڈائنا مٹ سٹکس وغیرہ بھر لی تھیں بلکہ اس اسلحہ کا ایک واٹر پروف بیگ اس نے اپنی لپشت پر لاد لیا۔ ایک مشین گن اس نے ہاتھوں میں پکڑ لی۔ اس پر واٹر پروف غلاف چڑھا ہوا تھا تا کہ پانی کی وجہ سے اس کی کارکردگی خراب نہ ہو اور پھر اس نے کیپٹن فیروز کو آبدوز سطح سمندر کے قریب لے جانے کی ہدایت کی کیونکہ کسی فوری حملے سے بچا جا سکے اور پوری توجہ سے کیپٹن شکیل اور ٹائیگر کو بس امداد دی جا سکے لیکن اب دوبارہ جزیرے پر جانے کے لئے یہ ضروری تھا کہ آبدوز کو سمندر کی سطح کے قریب لے جایا جا سکے کیونکہ صفدر

غوطہ خوری کا لباس پہنے بغیر جانا چاہتا تھا۔ کیپٹن فیروز نے آبدوز کو اوپر اٹھانا شروع کر دیا اور پھر اس کے اشارے پر صفدر آبدوز سے باہر نکلا اور انتہائی تیزی سے اوپر سطح کی طرف اٹھتا چلا گیا۔ سطح پر سر باہر نکال کر اس نے نہ صرف تیز تیز سانس لیا بلکہ اس نے ماحول کا بھی بنظر غائر جائزہ لینا شروع کر دیا۔ —— جزیرہ کچھ دور اسے نظر آ رہا تھا۔ صفدر نے دوبارہ غوطہ لگایا اور پھر پانی کے اندر ہی تیزی سے تیرتا ہوا جزیرے کی طرف بڑھنے لگا۔ دو بار غوطہ لگانے کے بعد وہ آخر کار کنارے تک پہنچ گیا۔ اب اس نے مشین گن پر موجود واٹر پروف غلاف اتارا اور اسے کاندھے سے لٹکا کر اس نے واٹر پروف لباس کی جیب کھولی اور اس میں سے ایک تیز دھار خنجر نکال کر اس نے ہاتھ میں لے لیا۔ اسے معلوم تھا کہ جزیرہ انتہائی تربیت یافتہ کمانڈوز سے بھرا ہوا ہے اور یہ لوگ ہر لحاظ سے پوری طرح چوکنا ہوں گے۔ اگر اس کی موجودگی کا ذرا بھی احساس ہو گیا تو پھر اس پر ہر طرف سے گولیوں کی بوچھاڑ کر دی جائے گی۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے ہیڈ کوارٹر تک پہنچنے کے لئے راستے میں آنے والی ہر رکاوٹ کو خاموشی سے دور کرنے کا فیصلہ کیا تھا لیکن بہرحال کسی انتہائی اہم صورت حال سے نمٹنے کے لئے مشین گن بھی اس کے پاس موجود تھی اور جیبوں میں انتہائی تباہ کن اسلحہ بھی موجود تھا۔ صفدر کنارے پر تیرتا ہوا کچھ دیر تک اندرونی صورت حال کا جائزہ لیتا رہا پھر وہ تیزی سے جزیرے پر چڑھا اور تیزی سے جھاڑیوں میں کرالنگ کرتا ہوا آگے بڑھنے لگا لیکن ابھی وہ دس بارہ فٹ ہی آگے بڑھا ہو گا کہ یکلخت اسے ٹھٹک کر ایک جھاڑی کے پیچھے دبکنا پڑا۔ کیونکہ اس سے دس بارہ فٹ دور دو آدمی آپس میں بات چیت کر رہے

تھے اور ان کی بات کرنے کی وجہ سے ہی صفدر کو ان کی موجودگی کا احساس ہوا تھا ورنہ شاید وہ سیدھا ان سے قریب پہنچ جاتا۔

" جیری سے میری بات ہوئی ہے ٹموتھی۔ دو ایجنٹوں کو بیہوش کر کے گرفتار کر لیا گیا ہے اور چیف باس نے انہیں اس بیہوشی کے عالم میں ہیڈ کوارٹر کے اندر اٹھوا لیا ہے تاکہ خود انہیں موت کے گھاٹ اتار سکے اور اب تک یقیناً وہ دونوں گولیوں سے بھونے بھی جا چکے ہوں گے۔ ان کے باقی ساتھیوں کے خلاف صبح ہونے کے بعد پانی کے اندر گوریلا کارروائی کی جائے گی تاکہ آبدوز کو نقصان نہ پہنچ سکے"۔ —— ایک دبی دبی سی آواز سنائی دی۔

" لیکن کیا ان کے ساتھی صبح تک خاموش بیٹھے رہیں گے"۔ —— دوسری آواز سنائی دی۔

" اور کیا کریں گے، یہاں تو وہ داخل ہی نہیں ہو سکتے۔ وہ دو بھی نجانے کس طرح خاموشی سے کیبن میں داخل ہو گئے تھے"۔ —— پہلی آواز نے کہا۔ ادھر صفدر کے ذہن میں عمران اور تنویر کے پکڑے جانے اور ہیڈ کوارٹر میں بیہوشی کے عالم میں لے جانے کا سن کر آندھیاں سی چلنی شروع ہو گئی تھیں۔ اس نے خنجر دانتوں میں دبایا اور پھر آہستگی سے آگے بڑھنا شروع ہو گیا۔

" ارے یہ آواز کیسی ہے"۔ —— اچانک ایک تیز آواز سنائی دی اور دوسرے لمحے صفدر سے چند فٹ کے فاصلے پر دو کمانڈوز ایک جھاڑی کے پیچھے سے نمودار ہوئے۔ وہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے تھے اور حیرت سے ادھر ادھر دیکھ رہے تھے۔ فاصلہ بے حد کم ہو جانے کی وجہ سے صفدر کی

احتیاط کے باوجود ان تک صفدر کے گھسٹنے کی آواز پہنچ گئی تھی اب صفدر کے لئے دبکا رہنا بیکار تھا کیونکہ اس نے ان میں سے ایک کے ہاتھ میں طاقتور ٹارچ دیکھ لی تھی۔ صفدر نے جسم کو سمیٹا اور دوسرے لمحے وہ یکلخت فضا میں اڑتا ہوا بیک وقت ان دونوں سے ٹکرایا اور ان دونوں کو ساتھ لیتے ہوئے نیچے ایک دھماکے سے جا گرا۔ ان دونوں کے حلق سے ہلکی سی چیخیں نکلیں مگر نیچے گرتے ہی صفدر نے بجلی سے بھی زیادہ برق رفتاری سے ہاتھ میں موجود خنجر ایک آدمی کے دل میں اتار دیا اور اس کے ساتھ ہی پھدک کر وہ دوسرے آدمی کے اوپر جا گرا، جو تیزی سے اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن دوسرے آدمی نے صفدر کو یکلخت ایک طرف اچھالا اور خود اس پر آن گرا۔ اس کی زوردار ٹکر صفدر کے چہرے پر پڑی مگر صفدر کے دونوں گھٹنے مڑے اور وہ چیختا ہوا سر کے بل الٹ کر صفدر کے سر کے پیچھے جا گرا۔ صفدر نے الٹی قلابازی کھائی اور اس کے ساتھ ہی صفدر کا بازو مخصوص انداز میں گھوما اور اس بار دوسرا آدمی جو نیچے گر کر اٹھنے کی کوشش کرتا ہوا اوغ کی آواز نکال کر گرا اور صفدر اچھل کر اس کے سینے پر چڑھ گیا لیکن سینے پر چڑھتے ہی صفدر کا جسم تیزی سے سائیڈ پر ہٹا اور اس کے ساتھ ہی صفدر کے دونوں بازو تیزی سے اطراف میں پھیل گئے۔ اس نے ایک ہاتھ سے اس کی گردن اور دوسرے بازو کا دباؤ اس کے گھٹنوں پر پوری قوت سے ڈال دیا۔ اس طرح اس آدمی کو وہی داؤ لگانے کا موقع نہ مل سکا جو اس سے پہلے صفدر نے خود اس پر لگایا تھا۔ اس آدمی نے تیزی سے کروٹ بدل کر اپنے آپ کو چھڑانا چاہا مگر صفدر نے اس کی گردن پر موجود ہاتھ کو مخصوص انداز اور بھرپور قوت سے جھٹکا دیا اور اس آدمی کا پھڑکتا

ہوا جسم یکلخت ڈھیلا پڑنے لگ گیا اور چند لمحوں بعد وہ آدمی بیہوش ہو چکا تھا۔ صفدر اس کے بیہوش ہونے پر تیزی سے مڑا اور اس آدمی کی طرف دوڑ پڑا جس کے دل میں وہ خنجر ترازو کر آیا تھا۔ اس نے براہ راست دل کا نشانہ اس لئے لیا تھا تاکہ اس کو اپنے ساتھی کی مدد کا موقع نہ مل سکے۔ اس لئے اسے یقین تھا کہ وہ فوری طور پر ہلاک ہو چکا ہو گا لیکن اس کے باوجود بہرحال اس کو چیک تو کرنا تھا۔ صفدر کی توقع کے عین مطابق وہ مردہ پڑا ہوا تھا۔ صفدر نے اس کے سینے میں موجود خنجر کھینچا اور اس پر لگے ہوئے خون کو اس نے اس کے لباس سے صاف کیا اور پھر واپس بیہوش آدمی کی طرف بڑھ آیا۔ وہ جلد از جلد کیبن تک پہنچ جانا چاہتا تھا لیکن اسے معلوم ہی نہ تھا کہ کیبن کہاں پر واقع ہے۔ اس لئے اس نے سوچا کہ اس آدمی سے ضروری معلومات حاصل کر لی جائیں لیکن جب وہ خنجر لے کر دوبارہ اس کے پاس پہنچا تو اس کے چہرے پر مایوسی کے تاثرات ابھر آئے کیونکہ وہ شخص بیہوش نہ ہوا تھا بلکہ گلہ دب جانے کی وجہ سے ہلاک ہو چکا تھا۔ ظاہر ہے اب وہ صفدر کے لئے بیکار ہو چکا تھا لیکن صفدر نے یہ چیک کر لیا تھا کہ اس آدمی کی مخصوص یونیفارم اس کے جسم پر فٹ آ سکتی تھی۔

چنانچہ اس نے تیزی سے اس کی یونیفارم اتاری اور پھر اس نے اپنے لباس کی جیبوں میں موجود تمام اسلحہ نکال کر ایک طرف رکھا۔ پشت پر موجود تھیلا بھی اتار دیا اور یونیفارم پہننے کے بعد اس نے سارا اسلحہ اس یونیفارم کی جیبوں میں منتقل کیا چونکہ یونیفارم کے ساتھ تھیلا اٹھانے سے اس کی پوزیشن مشکوک ہو سکتی تھی۔ اس لئے اس نے تھیلے میں سے اتنا اسلحہ نکال لیا جتنا وہ مزید جیبوں میں بھر سکتا تھا اور باقی تھیلا اس نے

وہیں چھوڑ دیا اور پھر مشین گن ہاتھ میں پکڑے وہ تیز تیز قدم اٹھاتا آگے بڑھنے لگا لیکن اس طرف شاید ان دو کے علاوہ اور کوئی آدمی موجود نہ تھا۔ کیونکہ وہ اسی طرح چلتا ہوا تقریباً دو سو گز آگے بڑھ چکا تھا مگر ابھی تک اسے کسی نے نہ ٹوکا تھا لیکن پھر وہ اچانک ٹھٹک کر رک گیا اور دوسرے لمحے اس کی آنکھوں میں تشویش کے آثار ابھر آئے کیونکہ اب اسے درختوں میں ڈھکا ہوا بڑا سا لکڑی کا کیبن دکھائی دے گیا تھا لیکن وہ یہ دیکھ کر پریشان ہو گیا تھا کہ کیبن کے گرد کمانڈوز کا پورا دستہ موجود تھا۔ شاید عمران اور ٹائیگر کے کیبن میں داخل ہو جانے کے بعد اس کی حفاظت کے لئے کمانڈوز کو بلایا گیا تھا کیونکہ اتنا تو صفدر بھی جانتا تھا کہ اتنے مسلح اور تربیت یافتہ افراد کی موجودگی میں عمران اور تنویر چھپ کر کسی طرح بھی اس کیبن میں داخل نہ ہو سکتے تھے اور اب یہی پرابلم صفدر کو درپیش تھا۔ عمران اور تنویر دونوں کی نازک صورت حال کے پیش نظر اب سوائے ڈائریکٹ ایکشن کے اور کوئی چارہ کار نہ رہا تھا لیکن صفدر جانتا تھا کہ ڈائریکٹ ایکشن کے بعد جزیرے پر موجود سارے کمانڈوز چند لمحوں میں یہاں اکٹھے ہو جائیں گے۔ اس لئے وہ کوئی ایسا طریقہ سوچنا چاہتا تھا جس سے وہ کیبن کے اندر بھی داخل ہو سکے اور کسی کو معلوم بھی نہ ہو سکے۔ چند لمحوں بعد اس کے ذہن میں ایک ترکیب آ ہی گئی۔ اس نے جلدی سے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک چھوٹا سا بم نکال کر اس نے سمندر کی طرف رخ کر کے پوری قوت سے بازو کو گھما کر کنارے کی طرف پھینک دیا۔ دوسرے لمحے کافی دور ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور اس کے ساتھ ہی صفدر کے

لبوں پر یہ دیکھ کر مسکراہٹ ابھر آئی کہ کیبن کے گرد موجود مسلح کمانڈوز
دھماکے کی آواز سنتے ہی بے اختیار اچھلے اور دوسرے لمحے وہ ایک
دوسرے کو بلاتے تیزی سے کیبن کی سائیڈوں سے ہو کر اس کے عقبی
طرف غائب ہو گئے کیونکہ جزیرے کا کنارہ کیبن کے عقبی طرف تھا۔
صفدر خود ایک درخت کی اوٹ میں ہو گیا تھا۔ جیسے ہی وہ لوگ سامنے
کے رُخ سے ہٹے صفدر درخت کی اوٹ سے نکلا اور تیزی سے دوڑتا
ہوا کیبن کی طرف بڑھتا گیا۔ کیبن کا دروازہ بند تھا لیکن صفدر پوری
قوت سے دوڑتا ہوا دروازے سے جا ٹکرایا اور دروازہ ایک دھماکے
سے کھل گیا اور صفدر لڑکھڑاتا ہوا اندر کچھ دور تک دوڑتا چلا گیا۔ پھر
وہ رک کر مڑا اور اس نے سب سے پہلے تو کیبن کا جائزہ لیا لیکن وہ
خالی پڑا ہوا تھا۔ اس نے تیزی سے مڑ کر دروازہ بند کیا اور پھر اندر سے
اس کی کنڈی لگا دی۔ اب پوری طرح مطمئن ہو کر وہ کیبن کے اس
حصے کی طرف مڑا جدھر اسے دروازہ نظر آ رہا تھا جبکہ دوسرا حصہ سپاٹ
دیوار کی طرح تھا۔ یہ دروازہ ایک چھوٹے سے کمرے میں کھلا اور اس
کمرے کے دونوں طرف دروازے تھے جو دونوں ہی کھلے ہوئے تھے۔
صفدر نے ایک طرف جھانکا تو ادھر ایک خوبصورت انداز میں سجی ہوئی خوابگاہ
تھی جبکہ دوسری طرف ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جو ہر طرف سے بند تھا۔ اس
کا مطلب تھا کہ اس کمرے سے راستہ ہیڈ کوارٹر کو جاتا تھا ورنہ اس
چھوٹے سے بند کمرے کا اور کوئی مقصد ہی نظر نہ آتا تھا لیکن صفدر نے
کمرے میں داخل ہونے کی بجائے دروازے میں ہی کھڑے ہو کر اس
کمرے کا جائزہ لینا شروع کر دیا کیونکہ اس کی چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ

کمرے میں ضرور کوئی ایسا سسٹم ہے جس سے وہ کہیں سے چیک کیا
جا سکتا ہے لیکن کمرہ قطعی خالی اور سپاٹ تھا۔ اچانک اس کی نظریں
فرش کے دائیں کنارے پر موجود ایک چھوٹے سے کیل پر پڑ گئیں جو
اوپر کو ابھرا ہوا تھا لیکن یہ کیل کمرے کے دوسرے کنارے پر تھا اور
اس پر دباؤ ڈالنے کے لئے بہرحال اسے کمرہ کراس کرنا ہی تھا چنانچہ
وہ تیزی سے آگے بڑھا لیکن ابھی اس نے چند قدم ہی اٹھائے تھے
کہ یکلخت فرش میں سے دودھیا رنگ کی گیس کا ایک بھبکا سا اٹھا
اور صفدر کا ذہن یکلخت اس طرح بند ہو گیا جیسے کیمرے کا شٹر بند
ہوتا ہے اور صفدر بے اختیار لڑکھڑا کر ایک دھماکے سے فرش پر
گرا اور ساکت ہو گیا۔

عمران کی آنکھیں ایک جھٹکے سے کھلیں اور اس کے ساتھ ہی اس کے جبڑے میں درد کی ایک تیز لہر سی دوڑ گئی۔ ابھی اس کا شعور پوری طرح جاگا ہی نہ تھا کہ اس کے دوسرے جبڑے پر دھماکہ سا ہوا اور ایک بار پھر درد کی تیز لہر اس کے دماغ اور جسم میں دوڑ گئی اور اس درد کی وجہ سے اس کا شعور پوری طرح بیدار ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ ایک ایکریمین اس کے بالکل سامنے کھڑا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک بھاری دستے کا ریوالور تھا جسے اس نے نال سے پکڑا ہوا تھا اور وہ دستے کی ضرب عمران کے جبڑوں پر لگا رہا تھا۔

"صرف دو ہی ضربوں میں تمہیں ہوش آ گیا" ——— اس ایکریمین نے پیچھے ہٹتے ہوئے انتہائی طنزیہ لہجے میں کہا اور عمران اس کی آواز سنتے ہی پہچان گیا کہ وہ اینڈرلو ہے۔ عمران کو اپنے حلق میں اپنے ہی خون کا ذائقہ محسوس ہوا اور اس کے ہونٹ سختی سے بھینچ گئے۔

اس نے اینڈرلو کی بات کا جواب دینے کی بجائے اِدھر اُدھر دیکھا۔ ساتھ والی کرسی پر تنویر رسیوں سے بندھا بیٹھا تھا اور اس کی گردن ڈھلکی ہوئی تھی جبکہ عمران کے جسم کو لوہے کے راڈز کے ساتھ کرسی سے جکڑا گیا تھا۔ شاید ان کے پاس ایک ہی کرسی تھی اس لئے تنویر کو عام سی کرسی پر رسیوں سے باندھا گیا تھا۔ اینڈرلو کے ساتھ ایک بھاری جسم کی عورت کھڑی تھی اور عمران سمجھ گیا کہ یہ ویالی ہو گی۔

"یہ تو ضرب لگانے والے کی قوت پر منحصر ہے۔ میرا چیلنج ہے کہ میں تمہیں ایک ہی ضرب میں ہوش میں لا سکتا ہوں" ——— عمران نے بڑے مطمئن سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہوں — خاصے دلیر آدمی ہو۔ تمہارا نام علی عمران ہے" ——— اینڈرلو نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"اور تمہارا نام اینڈرلو اور یہ محترمہ ویالی ہیں۔ میں درست کہہ رہا ہوں" ——— عمران نے جواب میں کہا اور اینڈرلو اور ویالی دونوں کے چہروں پر حیرت کے تاثرات اُبھر آئے۔

"تم ہمیں کیسے پہچانتے ہو" ——— اینڈرلو نے سرد لہجے میں کہا۔

"تمہاری شکل بتا رہی ہے کہ تم ایک فرمانبردار قسم کے شوہر ہو اور محترمہ ویالی کا چہرہ بتا رہا ہے کہ حکم ان کا چلتا ہے اور اتنی بات کا تو مجھے بھی علم ہے کہ جزیرے پر اصل حکومت مادام ویالی کی ہے اور ان کے شوہر کا نام اینڈرلو ہے" ——— عمران نے باقاعدہ وضاحت کرتے ہوئے کہا اور ویالی کا چہرہ عمران کی بات سن کر بے اختیار

چمک اٹھا۔

"تم کو میں صرف اس لئے ہوش میں لایا ہوں کہ تم مجھے بتا سکو کہ آبدوز میں تمہارے اور کتنے ساتھی موجود ہیں اور تم کو کس طرح یہ معلوم ہوا کہ ڈاکٹر اخوند کو ہم نے اغوا کیا ہے"۔۔۔۔ اینڈریو نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"میں حیران ہوں کہ مادام ویالی جیسی سمجھدار خاتون تم جیسے گھامڑ کے ساتھ کس طرح نبھاہ کر رہی ہے۔ تمہیں اتنی بھی پہچان نہیں ہے کہ لیڈر کون ہے اور ماتحت کون اور ایسی باتوں کا علم لیڈر کو ہی ہوتا ہے ماتحتوں کو نہیں"۔۔۔۔ عمران نے بڑے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"اوہ یو نانسنس، تم میرا مذاق اڑا رہے ہو"۔۔۔۔ اینڈریو نے غصے سے پاگل ہوتے ہوئے ہاتھ میں موجود ریوالور کو اچھال کر دستے کی طرف سے پکڑا۔

"رک جاؤ اینڈریو خواہ مخواہ غصے میں مت آؤ۔ یہ آدمی تمہیں جان بوجھ کر غصہ دلانا چاہتا ہے تاکہ تم اسے گولی مار دو۔ اس طرح وہ معلومات ہمیں حاصل نہ ہو سکیں جن کا جاننا ہمارے لئے ضروری ہے"۔۔۔۔ ویالی نے جلدی سے اینڈریو کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا اور اینڈریو کا غصے سے بگڑا ہوا چہرہ قدرے نارمل ہو گیا۔

"اوہ اسے کہتے ہیں فرمانبرداری ۔۔۔ ویسے مادام ویالی یہ اس قدر بھیڑ جیسا شوہر کہاں سے مل گیا ہے تمہیں"۔۔۔۔ عمران نے اسی طرح مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم ۔۔۔ تمہاری یہ جرأت"۔۔۔۔ اینڈریو ایک بار پھر غصے

سے چیخا اور اس طرح عمران کی طرف دوڑ پڑا جیسے وہ ہاتھوں سے ہی اس کی ہڈیاں توڑ دے گا۔

"تم پھر غصے میں آ گئے ۔۔۔ رک جاؤ۔ یہ شخص انتہائی مکار اور عیار ہے۔ میں خود اس سے سب کچھ اگلواتی ہوں"۔۔۔۔ ویالی نے بازو سے پکڑ کر اینڈریو کو واپس کھینچتے ہوئے کہا۔

"ہٹ جاؤ، میں اب اسے ایک لمحہ بھی مزید زندہ نہیں دیکھنا چاہتا"۔ اینڈریو نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا اور ایک جھٹکے سے اپنا بازو ویالی کی گرفت سے چھڑا لیا۔

"ٹھیک ہے مار ڈالو، مرنا تو بہر حال اس نے ہے۔ اگر معلومات مل جائیں تو ہمارا ہی فائدہ تھا"۔۔۔۔ ویالی نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا اور اینڈریو ہونٹ کاٹتا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔

"او۔کے تم اس سے معلومات اگلواؤ، میں تو واقعی اسے برداشت نہیں کر سکتا"۔۔۔۔ اینڈریو نے کرخت لہجے میں کہا۔

"سنو مسٹر، جو بھی تمہارا نام ہے۔ اگر تم ہمارے مطلب کی باتیں درست بتا دو تو یقین کرو ہم تمہیں زندہ چھوڑ دیں گے"۔۔۔۔ ویالی نے اس بار عمران سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ اس کا انداز اس قدر بچگانہ تھا کہ عمران دل ہی دل میں ہنس پڑا لیکن اس نے چہرے پر اس ہنسی کا تاثر پیدا نہ ہونے دیا۔

"مادام ویالی تم ایک سمجھدار خاتون ہو۔ تم خود سمجھ سکتی ہو کہ یہ سب باتیں لیڈر ہی بتا سکتا ہے، میں نہیں۔ اور لیڈر کو تم نے اسی طرح بیہوش رکھا ہوا ہے"۔۔۔۔ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"لیکن کیبن میں داخل ہونے سے بیہوش ہونے تک لیڈ تم کرتے رہے ہو اور اب تم اپنے ساتھی کو لیڈر کہہ رہے ہو"۔ ——— مادام ویالی سے پہلے اینڈریو بول پڑا۔

"ماتحت ایسے رکھے جاتے ہیں جو کسی نہ کسی شعبے میں ٹھوس مہارت رکھتے ہوں اور میری مہارت تم نے دیکھ ہی لی ہو گی"۔ ——— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ شخص چاہتا ہے کہ اس کے ساتھی کو ہوش میں لایا جائے۔ اس کا مقصد کیا ہے۔ جبکہ اس کا ساتھی بھی بندھا ہوا اور بے لبس ہے"۔ ویالی نے ہونٹ چباتے ہوئے اینڈریو سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یہ خواہ مخواہ وقت ضائع کرنے کی کوشش کر رہا ہے ویالی، تاکہ اس کے ساتھی ان کی مدد کو آسکیں۔ میں نے تمہیں پہلے بھی کہا تھا کہ انہیں بیہوشی کے عالم میں ہی گولیوں سے اڑا دیا جائے لیکن تم نے خواہ مخواہ ضد کی کہ اس سے پوچھا جائے کہ اسے کیسے یہ علم ہوا کہ ڈاکٹر اخوند کو ہم نے اغوا کیا ہے"۔ ——— اینڈریو نے بری طرح جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میرا اصرار غلط نہیں ہے اینڈریو، مسئلہ ان کی موت کا نہیں یہ تو ٹل ہے، مسئلہ مستقبل کا ہے۔ میں نے تمہیں بتایا تو تھا"۔ ——— ویالی نے کہا اور اینڈریو نے بے اختیار سر ہلا دیا۔

"اوہ ہاں ٹھیک ہے ——— میں سمجھ گیا۔ بہرحال تم اس سے بات کر دیں فریک کے پاس جا رہا ہوں۔ میں وہاں سے دو آدمی بھجوا دیتا ہوں"۔ ——— اینڈریو نے کہا اور تیزی سے مڑ کر دروازے کی طرف

بڑھ گیا۔ ویالی کے ہاتھ میں آٹومیٹک پسٹل تھا۔ وہ تیزی سے تنویر کی طرف بڑھی اور دوسرے لمحے اس نے واقعی پوری قوت سے اس کے جبڑے پر پسٹل کا دستہ دے مارا۔

"گیس سے بیہوش کرتی ہو تو پھر گیس سے ہی ہوش میں لاؤ"۔ ——— عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اس گیس کا کوئی توڑ نہیں ہے۔ ویسے تو دو گھنٹے بعد اسے خود بخود ہوش آجائے گا لیکن ہوش میں لے آنے کا طریقہ صرف یہی ہے کہ اعصاب پر ضربیں لگائی جائیں"۔ ——— ویالی نے باقاعدہ لیکچر دیتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے دوسری ضرب لگائی۔ عمران نے اس دوران اس کرسی کے بارے میں اندازہ کر لیا تھا کہ اس کی ساخت کیسی ہے اور عمران ویالی کو باتوں میں بھی اس لئے لگا رہا تھا کہ اس کی ٹانگیں چونکہ آزاد تھیں اس لئے اس نے ذرا سا اپنے بدن کو نیچے کی طرف کھسکایا اور پھر اپنی ٹانگ کو پیچھے کی طرف موڑا مگر دوسرے لمحے بے اختیار اس کا منہ بن گیا کیونکہ کرسی کے درمیان لوہے کی چادر فکس تھی۔ اس لئے ظاہر ہے اس کے پیر عقبی طرف نہ جا سکتے تھے۔ اسی لمحے تنویر کی کراہ سنائی دی اور ویالی جو ایک اور ضرب لگانے والی تھی۔ تیزی سے پیچھے ہٹ گئی۔ تنویر کے منہ کے کونوں سے خون کی پتلی سی لکیریں بہہ رہی تھیں اور اس کی کھلی آنکھوں میں سرخی تیر رہی تھی۔ اب عمران کی ساری امیدیں تنویر سے ہی وابستہ تھیں۔ پہلے بھی اس نے جان بوجھ کر تنویر کو ہوش میں لانے کے لئے انہیں اس لئے اکسایا تھا کہ اس نے دیکھا تھا کہ تنویر کو جس رسی سے اور جس

اندازسے باندھا گیا تھا تنویر زوردار جھٹکا دے کر اسے آسانی سے
کھول سکتا ہے اور عمران تنویر کی فطرت سے اچھی طرح واقف تھا کہ
جب پوچھ گچھ کے لئے اس پر سختی کی جائے گی تو تنویر یقیناً غصے میں
آئے گا اور اس کے بعد رسیاں کھل جانا کوئی مسئلہ نہ تھا۔

" تم ہو لیڈر ۔۔۔ کیا نام ہے تمہارا" ۔۔۔۔ ویالی نے ریوالور کا
رخ تنویر کی طرف کرتے ہوئے غرا کر کہا۔ تنویر چند لمحے تو سرخ آنکھوں
سے ویالی کو دیکھتا رہا اور پھر اس نے نظریں گھمائیں اور عمران کو دیکھنے
لگا اور عمران نے اسے ایک مخصوص اشارہ کر دیا۔

" ہاں میں لیڈر ہوں، میرا نام تنویر ہے" ۔۔۔۔ تنویر نے سرد
لہجے میں کہا۔

" وہ علی عمران کہاں ہے ۔۔۔ کیا یہ علی عمران ہے" ۔۔۔۔ ویالی
نے چونک کر پوچھا۔

" تم نے علی عمران کا اچار ڈالنا ہے۔ کیوں پوچھ رہی ہو اس کے
متعلق" ۔۔۔۔ تنویر نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور عمران بے اختیار
مسکرا دیا۔ ظاہر ہے تنویر کا کسی عورت کے منہ سے عمران کا بار بار نام
سن کر یہی ردعمل ہونا تھا۔ اسی لمحے کمرے کے کھلے دروازے سے دو
مسلح افراد اندر داخل ہوئے اور دروازے کے پاس کھڑے ہو گئے۔

" اوہ نانسنس، تمہاری یہ جرأت" ۔۔۔۔ ویالی نے غصے سے
بازو گھمایا اور دوسرے لمحے کمرہ زوردار تھپڑ کی آواز سے گونج اٹھا۔

" تم کتیا کی بچی، تم مجھے تھپڑ مارو گی۔ میں تمہاری بوٹیاں اڑا دوں
گا" ۔۔۔۔ عمران کی توقع کے عین مطابق تنویر کو غصہ آ گیا۔ ویالی

نے ایک بار پھر بازو گھمایا اور ایک بار پھر کمرہ تھپڑ کی زوردار آواز سے
گونج اٹھا اور اس کے ساتھ ہی رسی کی کڑکڑاہٹ ابھری اور دوسرے
لمحے ویالی بری طرح چیختی ہوئی فضا میں اڑتی ہوئی دروازے کے پاس
کھڑے ہوئے دونوں مسلح افراد سے اس طرح ٹکرائی جیسے وہ بھاری
بھرکم کی عورت ہونے کی بجائے کوئی ربڑ کی گڑیا ہو جس کا کوئی وزن
ہی نہ ہو اور وہ تینوں ٹکرا کر نیچے گرے ہی تھے کہ تنویر چیختا ہوا اچھل
کر ان کی طرف بڑھا۔

" تم کتیا کی بچی تم نے مجھے تھپڑ مارے ہیں" ۔۔۔۔ تنویر کا غصے
کی شدت سے چہرہ بری طرح بگڑا ہوا تھا اور آنکھوں سے شعلے سے
نکل رہے تھے۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے اسے مسلح افراد کی موجودگی کی
ذرا برابر پرواہ بھی نہ ہو۔ ویالی اور دونوں مسلح افراد نیچے گرتے ہی تیزی
سے اٹھنے ہی لگے تھے کہ تنویر کی لات بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں
آئی اور جس طرح کوئی جھاڑو پھیر دیتا ہے اسی طرح اس نے ایک ہی
ضرب سے تینوں کو اکٹھا ہی دوبارہ فرش چاٹنے پر مجبور کر دیا اور اس
کے ساتھ ہی اس نے پھدک کر ایک آدمی کے ہاتھ سے نکلی ہوئی مشین
گن اٹھائی مگر اسی لمحے ویالی نے یکلخت جست لگائی اور کھلے ہوئے
دروازے سے باہر جا گری۔ اس طرح وہ تنویر کی مشین گن سے نکلنے والی
گولیوں سے بال بال بچی جبکہ دونوں افراد گولیوں کی زد میں آ کر بری طرح
چیختے ہوئے فرش پر گرے اور تڑپنے لگے۔

" جلدی کرو تنویر دروازہ بند کر کے مجھے رہا کرو۔ ہم دشمنوں کے
ہیڈ کوارٹر میں ہیں" ۔۔۔۔ عمران نے تنویر کو دروازے کی طرف

بڑھتے دیکھ کر چیختے ہوئے کہا اور تنویر اس طرح ٹھٹک کر رکا جیسے پہلی
بار اسے اس بات کا احساس ہوا ہو۔ دوسرے لمحے اس نے تیزی سے
دروازہ بند کیا اور اس کی چٹخنی چڑھا کر وہ بجلی کی سی تیزی سے عمران
کی طرف دوڑ پڑا۔ عمران کے عقب میں آکر اس نے کرسی کی عقبی
ٹانگ پر پیر مارا اور کھٹاک کھٹاک کی تیز آوازوں کے ساتھ ہی عمران
کے جسم کے گرد موجود لوہے کے راڈز کھل گئے۔ عمران اچھل کر کھڑا ہوا
اور اس نے دوڑ کر دوسرے مسلح آدمی کے ہاتھ سے نکلی ہوئی مشین گن
اٹھائی۔ اسی لمحے باہر سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں
تو عمران نے تنویر کا بازو پکڑا اور اسے لے کر وہ اس کمرے کے عقبی
کونے کی طرف دوڑ پڑا جہاں اسے لوہے کا ایک دروازہ نظر آ رہا تھا۔
جو بند تھا۔ ابھی وہ دروازے کے پاس پہنچے ہی تھے کہ بیرونی دروازے کو
زور سے دھکا مارا گیا۔ عمران نے یکلخت دوڑ کر پوری قوت سے اس عقبی
بند دروازے کو کندھا مارا لیکن دروازہ ویسے ہی بھڑا ہوا تھا اس لئے
دھکا لگتے ہی اس کا اکلوتا پٹ تیزی سے کھل کر سائیڈ میں ہوا اور دوڑتا
ہوا عمران سنبھل نہ سکا اور دوسرے ہی لمحے لڑھکتا ہوا گرا اور اس کے
ساتھ ہی اسے یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے ابلتے ہوئے تیل کے کڑاہ
میں پھینک دیا ہو۔ اس کے حلق سے بے اختیار چیخ نکلی۔ اسے ایک
لمحے کے لئے یوں محسوس ہوا جیسے اس کا پورا جسم آگ کے بھڑکتے ہوئے
شعلے میں تبدیل ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی اس کے حواس اس کا ساتھ
چھوڑ گئے۔

اینڈریو فرینک کے پاس ہیڈ کوارٹر آپریشن روم میں داخل ہوا تو ایک
طرف کرسی پر بیٹھا ہوا فرینک تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اینڈریو نے اندر موجود
دو مسلح محافظوں کو ہدایت کی کہ وہ بلیک روم میں پہنچ جائیں جہاں مادام ویالی
دشمن ایجنٹوں سے پوچھ گچھ کر رہی ہے اور دونوں محافظ سر جھکائے تیزی
سے بیرونی دروازے کی طرف مڑے اور باہر نکل گئے۔ اینڈریو تیز تیز قدم
اٹھاتا فرینک کی طرف بڑھ گیا۔

"کیا پوزیشن ہے آؤٹ رینج کی"۔۔۔۔۔ اینڈریو نے ساتھ پڑی
ہوئی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"سب او۔ کے ہے باس۔ کسی طرف سے کوئی رپورٹ نہیں ملی"۔۔۔۔۔
فرینک نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ ان دونوں ایجنٹوں کے مزید ساتھی جزیرے
پر آنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ یقیناً وہ فائرنگ کے دوران مر چکے

ہوں گے"۔ ——— اینڈریو نے مطمئن لہجے میں کہا۔

"جیری نے مجھے اطلاع دی تھی کہ دو ایجنٹوں کو برسٹ لگتے تو اس نے خود دیکھا تھا اور اس کے خیال کے مطابق فائرنگ کرنے والے گروپ میں زیادہ سے زیادہ دس بارہ افراد ہی ہو سکتے ہیں۔ اگر انہیں دس ہی تسلیم کر لیا جائے تو پھر باقی آٹھ بچ جاتے ہیں اور یہ آٹھوں یقیناً آبدوز میں پناہ لئے ہوئے ہوں گے"۔ ——— فرینک نے تفصیلی تجزیہ پیش کرتے ہوئے کہا۔

"مخصوص راستہ تو بلاک کر دیا ہے یا نہیں"۔ ——— اینڈریو نے چونک کر پوچھا۔

"بلاک ہو گیا ہے باس، ابھی فارغ ہوا ہوں"۔ ——— فرینک نے جواب دیا اور اینڈریو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"یہ دونوں ایجنٹ ختم ہو گئے ہیں یا نہیں۔۔۔"۔ ——— چند لمحوں کی خاموشی کے بعد فرینک نے پوچھا۔

"ہو گئے ہوں گے یا ہو جائیں گے۔ مادام کی ضد ہے کہ ان سے پوچھ گچھ کرنے کے بعد انہیں گولی مار دی جائے اور ان میں سے ایک ایجنٹ اس قدر احمقانہ باتیں کرتا ہے کہ مجھے شدید غصہ آجاتا تھا۔ اس لئے میں تو یہاں چلا آیا ہوں۔ اب مادام خود ہی ان سے پوچھ گچھ کر رہی ہے ویسے میں نے احتیاطاً دو مسلح محافظ بھیج دیئے ہیں حالانکہ بظاہر ان کی ضرورت تو نہیں تھی کیونکہ وہ دونوں بندھے ہوئے ہیں"۔ ——— اینڈریو نے منہ بناتے ہوئے کہا اور فرینک نے جواب میں صرف سر ہلانے پر ہی اکتفا کیا۔

ابھی اینڈریو کو وہاں پہنچے تھوڑی ہی دیر ہوئی ہو گی کہ یکدم آپریشن روم کے باہر سے ویالی کی بری طرح چیختی ہوئی آواز سنائی دی اور ساتھ ہی اس کے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں بھی ابھریں تو اینڈریو اور فرینک دونوں ہی اچھل کر کھڑے ہو گئے۔

"وہ ——— وہ ——— اس نے دونوں محافظوں کا خاتمہ کر دیا ہے۔ وہ کرسی سے آزاد ہو گیا ہے"۔ ——— دروازے میں داخل ہوتے ہی ویالی نے بری طرح چیختے ہوئے کہا۔ اس کا چہرہ خوف کی شدت سے بری طرح بگڑا ہوا تھا اور وہ اس طرح کانپ رہی تھی جیسے اس کو لرزے کا بخار چڑھ آیا ہو۔

"کون ——— کس کی بات کر رہی ہو ——— کیا ہوا۔ کون آزاد ہو گیا"۔ ——— اینڈریو نے انتہائی الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"وہ ——— وہ دوسرا آدمی جو لیڈر تھا، میں نے اسے ہوش دلایا تو وہ اچانک رسیوں سے آزاد ہو گیا۔ اس نے مجھے عقب میں موجود مسلح محافظوں پر اچھال دیا۔ پھر اس نے حیرت انگیز پھرتی سے مشین گن پر قبضہ کیا اور ہم پر فائر کھول دیا۔ میں بس بال بال بچ کر دروازے سے نکل آنے میں کامیاب ہوئی ہوں"۔ ——— ویالی نے لمبے لمبے سانس لیتے ہوئے کہا۔

"اوہ ویری بیڈ"۔ ——— اینڈریو نے چیخ کر کہا اور تیزی سے مڑ کر دروازے کی طرف دوڑ پڑا جبکہ ویالی بھی اس کے پیچھے مڑ گئی۔ البتہ فرینک وہیں کھڑا رہا۔ اس کے چہرے پر بھی حیرت کے تاثرات تھے۔ بہرحال وہ اتنا جانتا تھا کہ دونوں ایجنٹ کچھ بھی ہو ہیڈ کوارٹر سے زندہ کسی صورت

بھی بچ کر نہیں جا سکتے۔ وہ دوبارہ کرسی پر بیٹھا ہی تھا کہ اچانک سامنے
موجود سکرین پر ایک بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگا اور اس کے ساتھ
ہی ایک سکرین روشن ہو گئی اور دوسرے لمحے فرینک بری طرح اچھل کر
کرسی سے کھڑا ہو گیا کیونکہ سکرین پر ایک کمانڈو تیزی سے کیبن میں
داخل ہو کر اس کا دروازہ اندر سے بند کر رہا تھا اور مشین نے اس کے
اس طرح اندر آنے پر ہی یہ کاشن دینا شروع کر دیا تھا۔

"یہ کون ہو سکتا ہے اور کیوں آیا ہے"۔۔۔۔ فرینک نے
حیرت بھرے لہجے میں کہا لیکن دوسرے لمحے اس کا منہ حیرت اور خوف
سے کھلے کا کھلا رہ گیا کیونکہ دروازہ بند کر کے یہ کمانڈو جیسے ہی مڑا اس
کا چہرہ سکرین پر واضح ہو گیا۔ چہرہ ایشیائی تھا۔

"اوہ، یہ اور آ گیا دشمن ایجنٹ"۔۔۔۔ فرینک نے قدرے
پریشان لہجے میں کہا۔ وہ ایجنٹ اس دوران درمیانی کمرے میں پہنچ چکا
تھا۔ پھر اس نے خواب گاہ والے حصے کی طرف جھانکا اور اس کے بعد
سپیشل وے والے راستے کی طرف بڑھا اور فرینک نے جلدی سے مشین
کے نچلے حصے میں موجود بٹنوں کی ایک لمبی سی قطار میں سے تین بٹن دبا
دیئے اور اس کے ساتھ ہی اس کی انگلی ایک سرخ رنگ کے بٹن پر
جم گئی۔ وہ دوبارہ اس کمرے میں گیس فائر کرنا چاہتا تھا کیونکہ پہلے
گیس فائر کو کافی وقت گزر چکا تھا اور ہو سکتا ہے کہ اب وہ پوری
طرح مؤثر نہ رہی ہو۔ وہ ایجنٹ دروازے پر رک گیا اور اندر آنے کی
بجائے اس نے اندر کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ فرینک کی انگلی سرخ
بٹن پر جمی ہوئی تھی اور نظریں سکرین پر تھیں۔

"اب آ بھی جاؤ اندر۔۔۔ کیوں وقت ضائع کر رہے ہو"۔۔۔۔ چند
لمحوں کے انتظار کے بعد فرینک نے قدرے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا
حالانکہ وہ بھی جانتا تھا کہ اس کی آواز وہاں تک نہیں پہنچ سکتا لیکن
دوسرے لمحے آنے والا اس طرح کمرے میں داخل ہو گیا جیسے فرینک کی
آواز نہ صرف اس کے کانوں تک پہنچ گئی ہو بلکہ وہ اس کے اس فقرے
کے انتظار میں ہو۔ جیسے ہی اس کے قدم کمرے کے درمیان میں پہنچے،
فرینک نے بٹن دبا دیا۔ مشین سے ہلکی سی سیٹی کی آواز سنائی دی اور اس
کے ساتھ ہی فرش سے گیس کا بھپکا نکلا اور آنے والا دوسرے لمحے
اس طرح تیورا کر نیچے گرا جیسے زہریلی دوا چھڑکنے سے کیڑے مکوڑے زمین
پر گرتے ہیں۔ فرینک نے اس کے گرتے ہی تیزی سے مختلف بٹن دبائے
اور پھر ایک سائیڈ پر موجود الماری سے اس نے مشین پسٹل اور گیس ماسک اٹھایا۔ گیس
ماسک پہن کر وہ پھر دوڑتا ہوا آپریشن روم سے باہر نکل گیا۔ اسے معلوم تھا کہ اینڈریو
اور ویانی دونوں پہلے والے دو ایجنٹوں کی سرکوبی میں مصروف ہیں اس
لئے اس ایجنٹ کو اس صورت حال میں ڈارک روم تک پہنچانا فضول
تھا چنانچہ اس نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ وہ خود اسے اس کمرے سے اٹھا
کر آپریشن روم سے ملحقہ بلیو روم میں لے جائے اور پھر وہاں اسے گولیوں
سے چھلنی کر دے۔ مشین کے مخصوص بٹن دبا کر راستہ اس نے کھول ہی دیا
تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اس کمرے میں پہنچ گیا جہاں وہ ایجنٹ بیہوش
پڑا تھا۔ اس نے جھک کر اسے اٹھایا اور کاندھے پر لاد کر واپس مڑ گیا۔
پھر وہ راہداریوں سے گزرنے کے بعد بلیو روم کے دروازے پر پہنچ
گیا۔ یہ ایک مخصوص ساؤنڈ پروف کمرہ تھا جسے اینڈریو نے مخصوص میٹنگز

کے لئے تیار کروایا تھا۔ ڈاکٹر اخوند کو بھی اس کمرے میں رکھا گیا تھا۔ ڈاکٹر اخوند کو گو ہوش آ چکا تھا لیکن اینڈریو کے حکم پر ڈاکٹر اخوند کو ایسے انجکشن لگائے جاتے تھے جس سے اس کے اعصاب سست ہو گئے تھے۔ اس طرح وہ نہ تیزی سے حرکت کرنے کے قابل تھا اور نہ دوڑنے کے۔ فرینک نے باہر سے بند دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوا۔ ڈاکٹر فرینک ایک کرسی پر آنکھیں بند کئے بیٹھا ہوا تھا۔ جب فرینک اندر داخل ہوا تو اس نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں۔ اس کی آنکھوں میں دھند سی چھائی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ فرینک نے بڑھ کر دروازہ بند کر کے اسے باقاعدہ لاک کر دیا۔ اور پھر کاندھے پر لدے ہوئے ایجنٹ کو اس نے ایک اور کرسی پر پٹخ دیا۔ ڈاکٹر اخوند خاموش بیٹھا ہوا تھا۔

"یہ کون ہے"۔ ——— ڈاکٹر اخوند نے آہستہ سے کہا۔ اس کے بولنے کا انداز ایسا تھا جیسے اسے بولتے ہوئے خاصی تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔

"یہ تمہیں چھڑوانے آیا تھا ——— نانسنس، احمق آدمی"۔ فرینک نے گیس ماسک اتارتے ہوئے بڑے طنزیہ لہجے میں کہا اور پیچھے ہٹ کر اس نے جیب سے مشین پسٹل نکال کر اس کا رخ کرسی پر بیہوش پڑے ایشیائی کی طرف کر دیا۔

"یہ ——— یہ ہے کون۔ یہ تو کافرستانی لگتا ہے"۔ ——— اچانک ڈاکٹر اخوند نے کہا تو ٹریگر دباتا ہوا فرینک یکلخت چونک گیا۔ اس کی انگلی ٹریگر سے ہٹ گئی۔

"کیا کہہ رہے ہو کافرستانی ——— نہیں یہ پاکیشیائی ہے۔ تمہیں چھڑانے

کے لئے آنے والا تمہارے دشمن ملک کا ایجنٹ کیسے ہو سکتا ہے"۔ ——— فرینک نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تت تت تم جانتے ہو کہ کافرستانی ہمارے دشمن ہیں"۔ ——— ڈاکٹر اخوند کے چہرے پر حیرت تھی۔

"ہاں، مجھے پوری دنیا کے ممالک کے آپس میں ہر قسم کے روابط کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ میری ڈیوٹی ہی ایسی ہے"۔ ——— فرینک نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"یہ ——— یہ کافرستانی ہے۔ میں اسے پہچانتا ہوں۔ پہلے بھی شوگرانی ایئر پورٹ پر اس نے مجھے اغوا کرنے کی کوشش کی تھی۔ اسے شوگرانیوں نے پکڑ لیا تھا لیکن پھر یہ فرار ہو گیا۔ یہ مجھے چھڑانے نہیں بلکہ مجھے اغوا کرنے یا مارنے کے لئے آیا ہو گا"۔ ——— ڈاکٹر اخوند نے آہستہ آہستہ بولتے ہوئے فقرہ مکمل کیا۔

"اوہ تمہیں یقین ہے کہ یہ تمہارا دشمن کافرستانی ہے"۔ ——— فرینک نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں، کہہ تو رہا ہوں کہ میں اسے پہچانتا ہوں"۔ ——— ڈاکٹر اخوند نے کہا۔

"ہونہہ، اس کا مطلب ہے کہ یہاں یا تو دو گروپ کام کر رہے ہیں یا پھر پہلے دو ایجنٹ بھی کافرستانی ہوں گے۔ اوہ پھر تو معاملہ ہی اور بن گیا۔ اب تو مجھے اس سے پوچھ گچھ کرنی ہو گی"۔ ——— فرینک نے کہا اور اس نے تیزی سے مشین پسٹل جیب میں ڈالا اور ایک الماری کی طرف بڑھ گیا۔ الماری کھول کر اس نے اس میں سے رسی کا ایک گچھا نکالا اور

اس رسی کی مدد سے کرسی پر بیٹھے ہوئے آدمی کو اس نے باندھنا شروع کر دیا۔ کرسی اور اس آدمی کے جسم کے گرد رسی کے دس بارہ بل دینے کے بعد اس نے کرسی کے عقب میں رسی کے سروں کو گانٹھ لگائی اور ایک بار پھر جیب سے مشین پسٹل نکال کر اس نے اسے نال سے پکڑا اور دوسرے لمحے اس نے کرسی سے بندھے بیہوش آدمی کے جبڑے پر زور سے اس کا دستہ مارا۔ پھر تو جیسے اس پر دورہ سا پڑ گیا' وہ مسلسل اس کے دونوں جبڑوں پر پسٹل کے بھاری دستے کی ضربیں لگانے لگا ۔۔۔ اس آدمی کے منہ اور ناک سے یکلخت خون کی بوندیں نکلنے لگیں اور اس کے دونوں گالوں پر ضربوں کی وجہ سے نیلے رنگ کے گہرے نشانات اور اس کے ساتھ ہی گال پھٹنے سے زخم سے پڑ گئے۔ خون کی بوندیں نکلتے ہی فرینک پیچھے ہٹ گیا کیونکہ خون نکلنے کا مطلب یہی تھا کہ گیس کے تیز اثرات کا خاتمہ ہو گیا ہے اور اب یہ شخص چند لمحوں میں ہی ہوش میں آ جائے گا اور وہی ہوا' اس آدمی نے چند لمحوں بعد ہی آنکھیں کھول دیں۔ پہلے چند لمحوں تک تو وہ خالی خالی نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھتا رہا اور پھر اس کی آنکھوں میں شعور کی چمک ابھر آئی اور وہ غور سے ساتھ بیٹھے ڈاکٹر اخوند کو دیکھنے لگا۔

"کون ہو تم ۔۔۔ پاکیشیائی ہو یا کافرستانی"۔۔۔ فرینک نے مشین پسٹل کی نال اس کی کنپٹی سے لگاتے ہوئے سخت لہجے میں پوچھا۔

"مجھے بتاؤ کہ تم کون ہو اور میں کہاں ہوں"۔۔۔ اس آدمی نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ اس کی نظریں سرچ لائٹوں کی طرح کمرے کا جائزہ بھی ساتھ ساتھ لینے میں مصروف تھیں۔

"تم اے اینڈ وی ہیڈ کوارٹر میں ہو اور میں ہیڈ کوارٹر انچارج فرینک ہوں"۔۔۔ فرینک نے بڑے فاخرانہ لہجے میں کہا۔

"اوہ' تو یہ ڈاکٹر اخوند ہوں گے کیونکہ یہ بھی ایشیائی ہیں"۔۔۔ اس آدمی نے چونک کر غور سے کرسی پر بیٹھے ہوئے ڈاکٹر اخوند کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں اور سنو ۔۔۔ اب اگر تم نے میرے سوال کا جواب نہ دیا تو میں ٹریگر دبا دوں گا"۔۔۔ فرینک نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"آپ واقعی ڈاکٹر اخوند ہیں"۔۔۔ اس آدمی نے فرینک کے سوال کا جواب دینے کی بجائے گردن موڑ کر ساتھ ہی کرسی پر بیٹھے ڈاکٹر اخوند سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں' میں ڈاکٹر اخوند ہوں' تم کافرستانی ہو۔ کیا تم مجھے قتل کرنے آئے ہو"۔۔۔ ڈاکٹر اخوند نے آہستہ آہستہ بولتے ہوئے کہا اور اس آدمی کے لبوں پر ہلکی سی طنزیہ مسکراہٹ رینگ گئی۔

"مسٹر فرینک' اگر تم واقعی اے اینڈ وی ہیڈ کوارٹر کے انچارج ہو تو پھر فوراً میری ملاقات اینڈریو سے کرا دو۔ میں اپنی جان پر کھیل کر یہاں پہنچا ہوں۔ کیونکہ تمہارا ہیڈ کوارٹر اس وقت انتہائی شدید خطرے میں ہے۔ اگر اینڈریو سے تم نے میری ملاقات نہ کرائی تو کسی بھی لمحے پورا ہیڈ کوارٹر بلاسٹ ہو سکتا ہے"۔۔۔ اس آدمی نے ہونٹ چباتے ہوئے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا اور فرینک حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھنے لگا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے اسے اس آدمی کی بات پر قطعی یقین نہ آ رہا ہو۔

تو تم اب کیا چکر چلانا چاہتے ہو۔ تم پاکیشیائی ہو اور ان دونوں ایجنٹوں کے وہ ساتھی جو آبدوز میں بیٹھے ہوئے ہیں"۔۔۔۔ فرینک نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"سنو مسٹر فرینک۔۔۔ میں بظاہر اس گروپ کا ہی ساتھی ہوں اور یہ بھی درست ہے کہ باقی سب لوگ آبدوز میں موجود ہیں لیکن تمہیں ان کی کارروائیوں کا علم نہیں ہے اور میں واقعی کافرستانی ہوں لیکن میں اس گروپ میں ان کا ساتھی بن کر شامل ہوا ہوں لیکن میرے ذمے یہ ڈیوٹی ہے کہ میں انہیں ڈاکٹر اخوند کو واپس لے جانے سے روکوں"۔۔۔ اس آدمی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب۔۔۔ تم کیوں روکو گے۔ کافرستان کا کیا تعلق"۔۔۔ فرینک نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کافرستان نہیں چاہتا کہ ڈاکٹر اخوند کی وجہ سے پاکیشیا اور شوگران کوئی ایسا ہتھیار بنا لینے میں کامیاب ہو سکیں جو کافرستان کے لئے بھی خطرے کا باعث ہو کیونکہ پاکیشیا اور شوگران دونوں ہی کافرستان کے حریف ممالک ہیں اور ہمیں اطلاع مل گئی تھی کہ ایکریمیا نے اے اینڈ وی گروپ کی مدد سے ڈاکٹر اخوند کو اغوا کر کے ایکریمیا پہنچانے کی پلاننگ کی ہے اور کافرستان کے لئے یہ اور بھی فائدہ مند بات ہے کہ ایکریمیا یہ ہتھیار تیار کرے۔ اس طرح یہ ہتھیار کافرستان میں بھی پہنچ سکتا ہے اور یہ بھی ہمیں معلوم تھا کہ پاکیشیائی ایجنٹ لازماً ڈاکٹر اخوند کو واپس حاصل کرنے کی کوشش کریں گے اور اب بھی وہ لوگ ایسی خوفناک کارروائی میں مصروف ہیں کہ مجھے اپنی جان پر کھیل کر یہاں آنا پڑا

ورنہ وہ لازماً ہیڈ کوارٹر کو تباہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے کیونکہ اب وہ اس نتیجے پر پہنچ چکے ہیں کہ ڈاکٹر اخوند کو اگر واپس نہیں لے جایا جا سکتا تو پھر اسے ختم ہی کر دیا جائے۔ تم فوراً اینڈریو کو بلاؤ"۔۔۔۔ اس آدمی نے تیز تیز لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

"کیا نام ہے تمہارا"۔۔۔ فرینک نے کہا۔

"میرا نام صفدر ہے اور سنو وقت مت ضائع کرو، ایک ایک لمحہ قیمتی ہے"۔۔۔ صفدر نے کہا۔

"تم مجھے وہ بات بتاؤ، میں ہیڈ کوارٹر انچارج ہوں"۔۔۔ فرینک نے کہا۔

"احمق آدمی، کیوں وقت ضائع کر کے پورے ہیڈ کوارٹر کو تباہ کرانا چاہتے ہو۔ مجھے تم نے پہلے بھی بتایا ہے کہ تم ہیڈ کوارٹر انچارج ہو لیکن اگر یہ بات تمہارے بتانے کی ہوتی تو میں تمہیں پہلے ہی بتا دیتا۔ میں بندھا ہوا ہوں، کہیں بھاگ تو نہیں سکتا اور ڈاکٹر اخوند تو بہرحال میرا دشمن ہے دوست نہیں"۔۔۔ صفدر نے تیز لہجے میں کہا۔

"ہوں ٹھیک ہے، ایسے ہی سہی"۔۔۔ فرینک نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا اور پھر مشین پسٹل جیب میں ڈال کر وہ تیزی سے مڑا اور دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ اس کے ذہن میں شکوک کی پرچھائیاں موجود تھیں۔ باہر آ کر وہ جلدی سے چلتا ہوا ایک قریبی کمرے میں داخل ہوا اور اس نے اس کمرے کی اس دیوار پر جو بلیو روم سے مشترکہ تھی۔ ایک الماری کھولی اور اس کے اندر ایک چھوٹی سی مشین موجود تھی جس کے درمیان میں ایک چھوٹی سی سکرین بھی بنی ہوئی

تھی۔ اس نے تیزی سے اس مشین کے بٹن آن کرنے شروع کر دیئے۔ دوسرے لمحے مشین پر موجود مختلف رنگوں کے چھوٹے چھوٹے کئی بلب جل اٹھے اور اس کے ساتھ ہی سکرین بھی روشن ہو گئی۔ سکرین پر بلیو روم کا اندرونی منظر ابھر آیا تھا۔ یہ انتظام بلیو روم میں ہونے والی مخصوص میٹنگز کو مانیٹر کرنے کے لئے قائم کیا گیا تھا۔ فرینک دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ آدمی اس کی عدم موجودگی میں کیا کرنا چاہتا ہے اور جیسے ہی سکرین روشن ہوئی وہ بری طرح چونک پڑا کیونکہ وہ آدمی کرسی پر اس طرح تیزی سے پہلو بدل رہا تھا جیسے اپنے آپ کو رسیوں کی گرفت سے آزاد کرانے کی کوشش کر رہا ہو اور ساتھ ہی ساتھ وہ ڈاکٹر اخوند سے بات بھی کر رہا تھا۔

"ڈاکٹر اخوند جلدی کرو، میری رسیاں کھول دو۔ میں پاکیشیائی ہوں میں نے صرف چکر دینے کے لئے فرینک کو باہر جانے پر مجبور کیا ہے جلدی کرو"۔۔۔۔ صفدر نے آہستہ سے کہا۔

"نہیں تم کافرستانی ہو، میں تمہیں پہچانتا ہوں"۔۔۔۔ ڈاکٹر اخوند نے آہستہ آہستہ کہا۔

"نہیں نہیں ۔۔۔ میں کافرستانی نہیں ہوں۔ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے، جلدی کرو۔ وہ لوگ آ گئے تو ۔ ۔ ۔ ۔"۔۔۔۔ اس آدمی نے کہا تو فرینک نے انتہائی غصیلے انداز میں مشین کے بٹن آف کئے اور پھر الماری بند کر کے اس نے جیب سے مشین پسٹل نکالا اور انتہائی غصیلے انداز میں اس کمرے سے نکل کر دوڑتا ہوا دوبارہ بلیو روم کی طرف بڑھ گیا۔ اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ کمرے میں داخل ہوتے ہی اس

آدمی پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دے گا اور پھر اس نے بھاری دروازے کو زور سے دھکا دے کر دھکیلا اور اندر داخل ہوتے ہی اس نے چیخ کر کہا۔

"تم، تم مجھے ڈاج کر رہے تھے۔ مجھے فرینک کو، میں اب تمہیں گولیوں سے اڑا دوں گا"۔۔۔۔ وہ آدمی ویسے ہی کرسیوں سے بندھا ہوا خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ آدمی کوئی جواب دیتا فرینک نے ٹریگر دبا دیا۔ اس کے ساتھ ہی مشین پسٹل کی تڑتڑاہٹ اور انسانی چیخوں سے بلیو روم کا اندرونی ماحول گونج اٹھا۔

دروازہ کھلتے ہی عمران کا لڑکھڑا کر آگے دوڑنے اور پھر اس
کے اچانک نظروں سے غائب ہو جانے کے ساتھ ہی عمران کی چیخ سُن کر
اس کے عقب میں موجود تنویر بے اختیار ٹھٹک کر رک گیا۔ اس نے تیزی
سے آگے گردن کر کے جھانکا اور دوسرے لمحے وہ بُری طرح اچھل پڑا۔
کیونکہ دروازے کی دوسری طرف ایک چھوٹا سا پلیٹ فارم بنا ہوا تھا اور
اس پلیٹ فارم کے اختتام پر کافی گہرائی میں ایک حوض تھا جس کے
اندر سیاہ رنگ کا کوئی محلول بھرا ہوا تھا اور عمران اس محلول میں ڈبکیاں
کھا رہا تھا اور اس کے حلق سے گھٹی گھٹی چیخیں نکل رہی تھیں پلیٹ فارم
کی سائیڈ سے سیڑھیاں نیچے تالاب تک جا رہی تھیں۔ تنویر بجلی کی سی
تیزی سے سیڑھیاں اترتا ہوا حوض تک پہنچا اور اس نے جھک کر عمران
کا بازو پکڑا اور پھر ایک جھٹکے سے اسے تالاب میں سے کھینچ کر اس
نے سیڑھیوں پر ڈال دیا۔ دوسرے لمحے اس کی آنکھیں حیرت اور خوف

سے ابل کر حلقوں سے باہر کو آنے لگیں کیونکہ عمران کے جسم پر موجود
نہ صرف کمانڈوز والی یونیفارم جل کر راکھ ہو چکی تھی بلکہ اس کے نیچے
پہنے ہوئے واٹر پروف لباس میں سے بھی دھواں نکل رہا تھا اور عمران
کے ہاتھ اور اس کا چہرہ اس طرح سیاہ پڑ گیا تھا جیسے جل کر راکھ ہو گیا
ہو۔ ابھی تنویر صورت حال کا جائزہ لے رہا تھا کہ عقبی کمرے کا دروازہ جس
پر مسلسل ضربیں لگ رہی تھیں ٹوٹنے کا دھماکہ سنائی دیا اور اس کے
ساتھ ہی تیز فائرنگ سے وہ کمرہ گونج اٹھا۔ گولیوں کی ایک بوچھاڑ اس
کھلے دروازے سے نکل کر سامنے والی دیوار سے ٹکرا کر نیچے تالاب کے
محلول میں گر رہی تھی اور اس کے ساتھ فائرنگ کرنے والے فائرنگ
کرتے ہوئے اس دروازے کی طرف ہی دوڑتے ہوئے آ رہے تھے۔ تنویر
کے ایک ہاتھ میں ابھی تک مشین گن موجود تھی، پھرتی سے وہ سیڑھیاں
چڑھتا ہوا دروازے کے کھلے پٹ کی اوٹ میں چلا گیا۔ اب پلیٹ فارم
سے وہ نظر نہ آ سکتا تھا لیکن عمران بہرحال ان کے سامنے سیڑھیوں پر ہی
پڑا ہوا صاف دکھائی دے سکتا تھا۔ آنے والے قدموں کی آوازیں بتا
رہی تھیں کہ ان کی تعداد چار ہے لیکن مشین گن چلنے کی آوازوں سے
صاف نمایاں تھا کہ دو مشین گنیں مسلسل فائرنگ کر رہی ہیں۔ دوسرے
لمحے دو آدمی اسی طرح فائرنگ کرتے ہوئے دروازہ کراس کر کے پلیٹ
فارم پر آئے ہی تھے کہ تنویر نے پوری قوت سے دروازے کے اس
پٹ کو زور سے دھکیلا اور دروازہ ایک دھماکے سے دوسری سائیڈ کی
چوکھٹ میں جا کر بند ہوا۔ وہ دونوں مشین گن بردار جو پلیٹ فارم کے کنارے
پر کھڑے نیچے جھانک رہے تھے دروازہ بند ہونے کی آواز سن کر

مڑنے ہی لگے تھے کہ تنویر کی مشین گن تڑتڑائی اور اس کے ساتھ ہی وہ دونوں چیختے ہوئے اچھل کر پہلو کے بل نیچے تالاب میں جا گرے اور اس کے ساتھ ہی تنویر نے بھی چھلانگ لگائی اور تیزی سے دروازے کے دوسری طرف کو جانے لگا تاکہ اگر دوسری طرف سے دروازہ کھلے تو وہ دوبارہ اس کے پیچھے آنے کی بجائے دوسرے کمرے میں موجود مزید افراد کو نشانہ بنا سکے لیکن ابھی وہ پوری طرح دوسری طرف نہ پہنچا تھا کہ دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور اس کا پٹ تنویر کے جسم سے ٹکرایا اور تنویر زوردار دھکا کھا کر اچھل کر پلیٹ فارم کے دوسری طرف بنے ہوئے تالاب میں گرنے ہی لگا تھا کہ اس کے ہاتھ پلیٹ فارم کے کنارے پر جم گئے جبکہ اس کا جسم نیچے تالاب میں لٹکنے لگا۔ دروازہ کھلتے ہی ایک لمبا تڑنگا ایکریمین تیزی سے آگے بڑھا۔ اس کے عقب میں وہی عورت تھی جو پہلے نکل جانے میں کامیاب ہوئی تھی۔ اس ایکریمین کے ہاتھ میں مشین پسٹل تھا۔ ایکریمین نے دروازہ کھلتے ہی تیزی سے اِدھر اُدھر دیکھا چونکہ پلیٹ فارم پر اسے کوئی نظر نہ آ رہا تھا اس لئے وہ ایک لمحے کے لئے ٹھٹک کر رک گیا تھا اور اس وقفے کو تنویر نے غنیمت سمجھتے ہوئے یکلخت اپنے بازوؤں پر دباؤ ڈالا اور دوسرے لمحے اس کا نیچے لٹکتا ہوا جسم یکلخت اوپر کو اٹھا اور پلک جھپکنے میں تنویر کے پیر پلیٹ فارم کے کنارے پر پہنچے اور عین اسی لمحے اس ایکریمین نے مشین پسٹل کا رخ تنویر کی طرف کیا ہی تھا کہ تنویر توپ سے نکلنے والے گولے کی طرح پوری قوت سے اچھل کر اس آدمی کے سینے سے ٹکرایا اور وہ آدمی تنویر کے سر کی زوردار ٹکر کھا کر چیختا ہوا کسی گیند کی طرح اچھل کر اپنے

پیچھے موجود عورت سے ٹکراتا ہوا دروازے کے پار عقبی کمرے میں جا گرا۔ پہلے دروازے کی ٹکر سے تنویر کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن اس کے ہاتھ سے نکل کر تالاب میں جا گری تھی اور اس بار تنویر کی ٹکر کھا کر اس آدمی کے ہاتھ میں موجود مشین پسٹل کا بھی یہی حشر ہوا تھا اور ان دونوں کے ساتھ ہی تنویر بھی ان کے اوپر جا گرا لیکن دوسرے لمحے وہ ہوا میں الٹی قلابازی کھاتا ہوا ایک دھماکے سے پشت کے بل عقب میں جا گرا۔ اس ایکریمین نے اسے گھٹنوں کی مدد سے پیچھے کی طرف اچھالا تھا۔ تنویر نیچے گرتے ہی اپنی طرف سے انتہائی تیز رفتاری سے اٹھا لیکن وہ دونوں بھی اس جیسی رفتار کے ساتھ ہی اٹھ کر کھڑے ہو جانے میں کامیاب ہو گئے تھے اور اس ایکریمین نے بہرحال پھرتی میں تنویر پر سبقت حاصل کر کے اُٹھتے ہی اس نے انتہائی ماہرانہ انداز میں تنویر پر چھلانگ لگائی۔ تنویر اس کے حملے سے بچنے کے لئے تیزی سے سائیڈ پر ہوا ہی تھا کہ یکلخت وہ عورت اپنی جگہ سے اچھلی اور اس کی فلائنگ کک سائیڈ پر ہٹتے ہوئے تنویر کے پہلو پر پوری قوت سے پڑی اور تنویر کا جسم اچھل کر دوسری طرف گیا ہی تھا کہ اس پر حملہ آور ایکریمین پوری قوت سے اس سے ٹکرایا اور تنویر کو ساتھ لیتا ہوا فرش پر جا گرا اس طرح گرنے کی وجہ سے تنویر کا پچھلا حصہ ایک دھماکے سے پختہ فرش سے ٹکرایا اور ایک لمحے کے لئے تنویر کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے ذہن کو کسی نے تاریک چادر سے ڈھانپ دیا ہو مگر دوسرے لمحے اس کے پیٹ کے نچلے حصے پر ایک زوردار دھماکہ ہوا اور درد کی انتہائی تیز لہر پیٹ سے ہوتی ہوئی اس کے ذہن سے ٹکرائی اور اس کے ساتھ

ہی تنویر کی ناک پر زوردار ٹکر لگی. اس درد کی تیز لہر اور اس پر لگنے والی زوردار ٹکر نے مل کر تنویر کے تاریک پڑتے ہوئے ذہن پر جادو کا سا اثر کیا اور اس کا ذہن یکلخت بیدار ہو گیا. اسی لمحے اس کی ناک پر ایک اور زوردار دھماکہ ہوا مگر دوسرے لمحے تنویر کا نچلا جسم بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور اس پر چڑھا ہوا ایکریمین جو مسلسل اسے ٹکریں مارے چلا جا رہا تھا یکلخت چیختا ہوا اچھل کر ایک طرف جا گرا. تنویر کا جسم کوبرے سانپ سے بھی زیادہ تیزی سے سمٹا اور وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا مگر اسی لمحے اس عورت نے ایک بار پھر اچھل کر اس کے سینے پر بھرپور فلائنگ کک لگا دی اور تنویر ایک بار پھر اچھل کر پشت کے بل فرش پر جا گرا اور ایک طرف گرا ہوا وہ ایکریمین ایک بار پھر اچھل کر اس کے سینے پر آ گرا لیکن اب تنویر کے حواس چونکہ کام کر رہے تھے. اس لئے جیسے ہی وہ ایکریمین اس کے جسم پر گرا تنویر کے اطراف میں پھیلے ہوئے بازو پوری قوت سے سمٹے اور ایکریمین کے دونوں پہلوؤں پر تنویر کے مکے اس قدر قوت سے پڑے کہ ایکریمین کے حلق سے زوردار چیخ نکل گئی. اس کا جسم ڈھیلا پڑ رہا تھا کہ تنویر نے اپنے جسم کو زوردار جھٹکا دیا اور وہ ایکریمین ہوا میں اڑتا ہوا اس عورت سے جا ٹکرایا جو ایکریمین کی چیخ سن کر تیزی سے لات مارنے کے لئے تنویر کی طرف بڑھ رہی تھی اور وہ دونوں ایک دوسرے سے ٹکرا کر نیچے گرے. اس بار تنویر انتہائی وحشت بھرے انداز میں اٹھ کھڑا ہوا. اس کے ذہن پر یکلخت سرخ چادر سی چھا گئی تھی. اسی لمحے وہ ایکریمین بھی اچھل کر کھڑا ہوا ہی تھا کہ تنویر غراتا ہوا اس کی طرف بڑھا اور

دوسرے لمحے وہ ایکریمین یکلخت چیختا ہوا اس کے ہاتھوں پر اٹھتا ہوا کمرے کی چھت کی طرف بلند ہوتا گیا. اس کے ساتھ ہی تنویر کی ٹانگ بھی حرکت میں آئی تھی اور اس عورت کے حلق سے نکلنے والی چیخ سے کمرہ گونج اٹھا. اس ایکریمین نے فضا میں قلابازی کھا کر اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن تنویر نے بیک وقت اس عورت کو اچھل کر لات مارنے کے ساتھ ساتھ اپنے بازو کو سر کے اوپر گھمایا اور قلابازی کھا کر نیچے آتا ہوا وہ ایکریمین اس کے زوردار مکے کی ضرب کھا کر چیختا ہوا پوری قوت سے دروازے کے ساتھ دیوار سے کسی گیند کی طرح جا کر ٹکرایا اور اس کے ساتھ ہی تنویر کی دوسری لات گھومی اور پہلی ضرب کھا کر چیختی ہوئی اس عورت کے پہلو پر تنویر کے بوٹ کی دوسری ضرب پہلے سے بھی زیادہ بھرپور انداز میں پڑی اور اس عورت کے حلق سے ایسی چیخ نکلی جیسے اس کے جسم سے روح بھی چیخ کے ساتھ ہی نکل رہی ہو لیکن تنویر اس طرح ڈبل وار کرنے کے چکر میں اس ایکریمین کو موقع دے بیٹھا. وہ ایکریمین کسی گیند کی طرح ہی دیوار سے ٹکرا کر پوری قوت سے واپس پلٹا تھا اور تنویر کی لات چونکہ اس عورت کو ضرب لگا کر گھوم کر زمین سے پوری طرح لگی بھی نہ تھی کہ تنویر کے جسم کو زوردار دھکا لگا اور وہ توازن درست نہ ہونے کی وجہ سے اچھل کر پہلو کے بل دو قدم پیچھے فرش پر جا گرا. اس نے نیچے گرتے ہی تیزی سے اپنی ٹانگیں سمیٹ کر اٹھانے کی کوشش کی تا کہ وہ الٹی قلابازی کھا کر نہ صرف اٹھ کر کھڑا ہو بلکہ اس ایکریمین کے دوسرے متوقع حملے سے بھی بچ سکے جو اس سے ٹکرا کر نیچے فرش پر گرا تھا لیکن اس سے پہلے

کر تنویر کی ٹانگیں اس کے سر کے عقب میں فرش سے ٹکرائیں کہ وہ ایکریمین کسی گیند کی طرح فرش سے اچھلا اور اس کا جسم تنویر کی ٹیڑھی ہوئی ٹانگوں کے اوپر پوری قوت سے گرا اور اس بار تنویر کے حلق سے بھی خود بخود چیخ سی نکل گئی اور اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کے کولہے کی ہڈی ایک کڑاکے سے ٹوٹ گئی ہو اور اس کی دونوں ٹانگیں بے جان ہو گئی ہوں مگر اس کے ساتھ ہی اس کے اطراف میں موجود دونوں بازو لاشعوری طور پر بجلی کی سی تیزی سے اوپر کو اُٹھے اور ٹانگوں پر گرے ہوئے ایکریمین کے دونوں پہلوؤں سے نیزوں کی طرح ٹکرائے اور وہ ایکریمین چیختا ہوا ہوا میں اونچا اچھلا اور اس کے ساتھ ہی تنویر کی دونوں ٹانگیں ایک دھماکے سے واپس زمین سے جا ٹکرائیں ایکریمین کا اوپر کو اچھلا ہوا جسم یکلخت مڑا اور بجائے تنویر کے جسم پر گرنے کے پہلو کے بل فرش پر گرا اور رول ہوتا ہوا دور تک لڑھکتا چلا گیا شاید اس ایکریمین نے یہ سمجھا تھا کہ تنویر اسے اوپر اچھال کر مڑی ہوئی ٹانگوں کو سیدھا کر کے اسے ہوا میں ہی ضرب لگانا چاہتا ہے اس لئے اس نے اپنے جسم کو فضا میں ہی موڑ کر اپنے آپ کو اس ضرب سے بچانے کی کوشش کی تھی لیکن اس میں درحقیقت تنویر کو ہی فائدہ مل گیا ورنہ اگر وہ ایکریمین واپس اس کے پیٹ پر دھماکے سے گرتا تو تنویر کا ہٹ ہو جانا لازمی تھا کیونکہ تنویر کو اپنی ٹانگیں ابھی تک بے جان محسوس ہو رہی تھیں لیکن اسی لمحے وہ بھاری بدن کی عورت اچھل کر کسی شہتیر کی طرح تنویر کی ٹانگوں کے اوپر آ گری اور اس کے اس طرح گرنے سے تنویر کی ٹانگوں پر اس قدر دباؤ پڑا کہ اس کا ٹانگوں

سے اوپر والا جسم خود بخود کسی سپرنگ کی طرح زمین سے اٹھا اور آگے کی طرف جھکتا گیا. اس کے ساتھ ہی ایک بار پھر اسے کولہے کے جوڑ سے کڑاکے کی ہلکی سی آواز سنائی دی اور ساتھ ہی درد کی تیز لہریں اس کی دونوں ٹانگوں میں دوڑتی چلی گئیں. وہ عورت نیچے گر کر تیزی سے اوپر کو اُٹھی. وہ شاید دوبارہ اس کی ٹانگوں پر اس طرح گرنا چاہتی تھی لیکن اس کے اوپر اٹھتے ہی تنویر کی درد کرتی ہوئی ٹانگیں بے اختیار سمٹیں اور اس کے دونوں گھٹنے اوپر کو ہوئے اور اس بار وہ عورت اس کے اوپر کو اُٹھے ہوئے گھٹنوں کی ضرب کھا کر چیختی ہوئی تنویر کے پیروں کی طرف فرش پر ایک دھماکے سے جا گری. اس کے ساتھ ہی تنویر بجلی کی سی تیزی سے اٹھ کر کھڑا ہوا مگر اسی لمحے وہ رول کر کے لڑھکتا ہوا ایکریمین اُٹھ کر اس پر دوبارہ حملہ آور ہو گیا لیکن تنویر کے اچانک اُٹھ کر کھڑے ہو جانے کی وجہ سے وہ فوری طور پر اپنے آپ کو نہ سنبھال سکا اور سینے کے بل تنویر کے عقب میں فرش سے ٹکرایا اسی لمحے تنویر اپنے سامنے اٹھتی ہوئی اس بھاری بدن کی عورت پر کسی بھوکے عقاب کی طرح جھپٹا اور اس عورت کو دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر وہ بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور اس کے ساتھ ہی وہ عورت بُری طرح چیختی ہوئی ہوا میں اڑتی ہوئی سامنے موجود تالاب والے کمرے کے کھلے دروازے کو کراس کرتی تالاب کے اندر ایک زور دار دھماکے سی گری اور اس کے حلق سے نکلنے والی چیخوں سے کمرہ گونج اٹھا. وہ ایکریمین جو اس دوران اُٹھ کھڑا ہوا تھا اپنی ساتھی کو اس طرح تالاب کے اندر گرتے دیکھ کر بوکھلا کر دروازے کی طرف اس

طرح بھاگنے لگا جیسے وہ اس عورت کو بچانا چاہتا ہو کہ تنویر کی لات گھومی اور وہ بھی چیختا ہوا اچھل کر دروازے کے درمیان جا گرا اور اس نے نیچے گرتے ہی اچھل کر کھڑا ہونے کی کوشش کی لیکن تنویر پر تو اب پوری طرح وحشت سوار تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ اٹھ کر سنبھلتا تنویر کسی وحشی سانڈ کی طرح دوڑتا ہوا اس کی طرف بڑھا اور اس بار وہ ایکریمین تنویر کے سر کی زوردار ٹکر کھا کر فضا میں اچھلا اور پھر چیختا ہوا ایک زوردار چھپاکے سے تالاب میں جا گرا جبکہ تنویر نے بڑی مشکل سے دروازے کی چوکھٹ کو اپنے ہاتھوں سے تھام کر اپنے آپ کو دوڑ کر تالاب میں گرنے سے بچایا۔ اس عورت کی چیخیں تو اب مدھم پڑ گئی تھیں جبکہ ایکریمین تالاب میں موجود محلول میں ڈبکیاں کھاتا ہوا روح فرسا انداز میں چیخ رہا تھا جبکہ تنویر چوکھٹ کو دونوں ہاتھوں سے تھامے زور زور سے سانس لے رہا تھا۔ یہ دونوں واقعی خوفناک لڑاکا تھے اور انہوں نے مل کر تنویر جیسے آدمی کی حالت بھی تباہ کر ڈالی تھی۔ ادھر چیخیں مدھم ہوتے ہوتے ختم ہوئیں اور تنویر بھی اپنے آپ کو سنبھالنے میں کامیاب ہوا اور اب اسے سیڑھیوں پر پڑے ہوئے عمران کا خیال آیا تو وہ تیزی سے دروازہ کراس کر کے پلیٹ فارم پر آیا اور اس نے عمران کی طرف دیکھا۔ عمران اسی طرح سیڑھیوں پر ساکت پڑا ہوا تھا جیسے کہ تنویر نے اسے ڈالا تھا۔ تنویر تیزی سے سیڑھی نیچے اترا اور اس نے جھک کر پہلے عمران کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اس کے زندگی کے آثار چیک کرنے چاہے مگر اس پر بیک وقت دو ردعمل ہوئے اور اس کے منہ سے عجیب و غریب انداز کی ہلکی سی چیخ نکل گئی جیسے مسرت اور درد دونوں جذبے مل کر

چیخے ہوں۔ مسرت اس بات کی کہ عمران کا دل نارمل انداز میں دھڑک رہا تھا اور چیخ اس لئے نکلی کہ ہاتھ لباس پر پڑتے ہی تنویر کو یوں محسوس ہوا جیسے اس نے بھڑکتی ہوئی آگ پر ہاتھ رکھ دیا ہو۔ تنویر نے جلدی سے عمران کے دونوں بازو پکڑے۔ بازو ابھی گرم تھے لیکن اس قدر نہیں جس قدر اس کا لباس۔ تنویر نے اسے بازوں کی مدد سے اوپر کو اٹھایا اور اسے گھسیٹتا ہوا سیڑھیوں سے پلیٹ فارم اور پلیٹ فارم سے پچھلے کمرے میں لے آیا اور پھر اس نے عمران کے جسم پر موجود آگ کی طرح بنے ہوئے اس واٹر پروف لباس کو جلدی جلدی اتارنے کی کوشش شروع کر دی۔ ہاتھوں کے جلنے کی وجہ سے وہ تیزی سے لباس کے بٹن نہ کھول پا رہا تھا لیکن اس نے کوشش جاری رکھی اور پھر تھوڑی سی جدوجہد کے بعد آخر کار وہ اس آگ کی طرح گرم لباس کو عمران کے جسم سے علیحدہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اندر کا چست لباس اس قدر گرم نہ تھا جس قدر وہ واٹر پروف لباس تھا لیکن بہرحال وہ بھی خاصا گرم تھا کہ اچانک اسے راہداری میں تیز دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی اور تنویر یہ آواز سنتے ہی چونک کر اٹھا ہی تھا کہ یکلخت ایک بم کھلے دروازے کی سائیڈ سے ٹکرایا اور خوفناک دھماکے کے ساتھ ہی دروازے کا پٹ اکھڑ کر تنویر کے جسم سے اس قدر تیزی اور قوت سے ٹکرایا کہ تنویر چیختا ہوا پشت کے بل نیچے گرا اور لوہے کا وہ بھاری پٹ اس کے جسم کے اوپر آ گرا تھا۔ شاید اس انداز میں گرنے کی وجہ سے تنویر کے سر کی عقبی طرف ایک بار پھر زوردار چوٹ لگی اور اس بار اس کے ذہن پر واقعی بجلی کی سی رفتار سے سیاہ چادر پھیلتی چلی گئی۔ آخری

احساس جو اس کے سیاہ ہوتے ذہن میں اُبھرا تھا۔ وہ یہی تھا کہ آخر کار وہ ہٹ ہو ہی گیا اور یہ تاریکی اب شاید کبھی بھی روشنی میں نہ بدل سکے۔

صفدر نے ہوش میں آنے کے چند لمحوں بعد ہی صورت حال کا اندازہ لگا لیا تھا۔ ساتھ بیٹھے ہوئے ایشیائی بوڑھے آدمی کو دیکھتے ہی اس کے ذہن میں خود بخود یہ آواز اُبھری تھی کہ یہی وہ ڈاکٹر اخوند ہے جس کو چھڑانے کی غرض سے وہ جدوجہد کر رہے ہیں۔ اسی لمحے اس کے سامنے کھڑے چھریرے بدن کے ایکریمین نے جس کے ہاتھ میں مشین پسٹل تھا ہاتھ بڑھا کر مشین پسٹل اس کی کنپٹی سے لگاتے ہوئے اس سے پوچھا کہ وہ پاکیشیائی ہے یا کافرستانی۔ اور صفدر کافرستانی کا نام سُن کر ذہنی طور پر بے اختیار چونک پڑا۔ اس لئے بجائے خود جواب دینے کے اُلٹا اس ایکریمین پر سوال جڑ دیا تاکہ اس لفظ کے سامنے آنے کی اصل وجہ جان سکے اور ایکریمین نے اسے بتایا کہ وہ ہیڈ کوارٹر انچارج فرینک ہے اور یہ سُنتے ہی صفدر کو یقین ہو گیا کہ فرینک کوئی سائنسدان ٹائپ کی چیز ہے وہ فیلڈ کا آدمی نہیں ہے کیونکہ ایک تو اس کا چہرہ مہرہ

ہی ایسا تھا اور دوسرا اس کے کھڑے ہونے اور مشین پسٹل پکڑنے کا انداز بھی یہی ظاہر کر رہا تھا۔ گو صفدر کے دونوں جبڑوں میں اور ذہن میں درد کی تیز لہریں مسلسل چل رہی تھیں لیکن خطرناک سچویشن کا احساس ہوتے ہی اس کو درد وغیرہ سب بھول گیا کیونکہ وہ رسیوں سے بندھا ہوا بیٹھا تھا اور فرینک مشین پسٹل پکڑے اس کے سر پر چڑھا کھڑا تھا چنانچہ صفدر نے اب ذہنی جنگ لڑ کر اپنے آپ کو اس فوری خطرناک سچویشن سے بچانے کا فیصلہ کیا اور اس نے انتہائی ذہانت سے بات چیت کو آگے بڑھانا شروع کر دیا پھر جیسے جیسے بات چیت آگے بڑھتی گئی صفدر کے ذہن میں خود بخود ایک کہانی بن گئی جس سے وہ اس فرینک کو چکر دے کر کچھ وقفے کے لئے ہی سہی کمرے سے باہر بھیج سکتا تھا تاکہ ڈاکٹر اخوند اس دوران اس کی رسیاں کھول سکے کیونکہ ڈاکٹر اخوند بندھا ہوا نہ تھا۔ البتہ وہ بول بہت آہستہ رہا تھا اور پھر اس کی چال کامیاب ہو گئی اور فرینک دروازے سے باہر نکل گیا۔ صفدر نے خود کو آزاد کرانے کی جدوجہد کرنے کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر اخوند کو بھی کہا کہ وہ اس کی رسیاں کھولے لیکن ڈاکٹر اخوند نے اسے پاکیشیائی تسلیم کرنے سے ہی انکار کر دیا بلکہ وہ اس بات پر ہی مصر رہا کہ وہ پاکیشیائی نہیں، بلکہ کافرستانی ہے لیکن چونکہ صفدر ساتھ ساتھ خود بخود اپنے آپ کو چھڑانے کی جدوجہد کر رہا تھا ــــ اس لئے اس نے محسوس کیا کہ رسیاں خاصی ڈھیلی پڑ گئی تھیں اور اس کے پہلوؤں کے ساتھ لگے ہوئے اور رسیوں سے جکڑے ہوئے بازو اب کچھ حرکت کرنے لگ گئے تھے۔ اس نے اپنا ایک ہاتھ موڑ کر یونیفارم کی سائیڈ جیب کی زپ کھولی اور ہاتھ جیب میں

ڈال لیا۔ اس جیب میں مشین پسٹل کے ساتھ ساتھ ایک خنجر بھی موجود تھا
اور وہ یہ خنجر نکالنا چاہتا تھا تاکہ اس کی مدد سے خود ہی رسیاں کاٹ سکے
کیونکہ ڈاکٹر اخوند مسلسل انکار کئے جا رہا تھا۔ ابھی صفدر خنجر کو ٹٹول
رہا تھا کہ اسے بھاری دروازے پر دباؤ پڑنے کا احساس ہوا اور اس
کے ساتھ ہی اس کا ہاتھ جیب میں موجود مشین پسٹل کے دستے پر پڑ
گیا۔ اس نے جیب کے اندر ہی مشین پسٹل کو پکڑ کر تیزی سے اس کو
اس طرح ایڈجسٹ کیا کہ اس کی نال کا رخ دروازے کی طرف ہو جائے
اسی لمحے دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور ہاتھ میں مشین پسٹل پکڑے
وحشیانہ انداز میں فرینک اندر داخل ہوا۔

"تم۔ تم مجھے ڈاج کر رہے تھے، مجھے فرینک کو۔ میں اب تمہیں گولیوں
سے بھون ڈالوں گا۔" ——— فرینک نے ذرا سا آگے آ کر چیختے ہوئے
کہا اور صفدر نے ہاتھ کو ذرا سا نیچے دبایا تاکہ جیب میں موجود مشین پسٹل
کی نال کا رخ تھوڑا سا اوپر کو ہو جائے اور پھر جیسے ہی فرینک کا فقرہ
ختم ہوا اس نے ٹریگر دبا دیا، تڑتڑاہٹ کی تیز آوازوں اور فرینک کی
چیخوں سے کمرہ گونج اٹھا۔ فرینک نے بھی ٹریگر دبا دیا تھا لیکن اس
کے ٹریگر دبانے سے پہلے صفدر ٹریگر دبا چکا تھا چنانچہ جس وقت فرینک
نے ٹریگر دبایا صفدر کی جیب سے گولیاں نکل کر فرینک کے سینے سے
ٹکرائیں اور جھٹکا لگنے سے اس کے مشین پسٹل کا رخ چھت کی طرف ہوا
اور اس کے مشین پسٹل سے جو چند گولیاں نکل سکیں وہ چھت سے
جا ٹکرائیں جبکہ صفدر نے مسلسل ٹریگر دبائے رکھا اور مشین پسٹل سے
نکلنے والی گولیاں مسلسل فرینک کے سینے اور جسم سے ٹکراتی رہیں۔

فرینک بری طرح چیختا ہوا گولیاں کھا کر پہلے تو دو قدم پیچھے کو لڑکھڑایا
اور پھر ایک دھماکے سے پشت کے بل کھلے دروازے کی دہلیز میں گر کر
ساکت ہو گیا۔ اس کی چیخوں کے ساتھ ہی ڈاکٹر اخوند کے حلق سے بھی
ڈری ڈری اور گھٹی گھٹی چیخیں نکل رہی تھیں۔ فرینک کے نیچے گرتے
ہی صفدر نے ٹریگر پر دباؤ ہٹا کر ہاتھ کو موڑا اور مشین پسٹل کی نال
کا رخ سیدھا اوپر کو ہو گیا اور صفدر نے ایک بار پھر ٹریگر دبا دیا۔ گولیاں
اس کے لباس سے رگڑ کھاتی ہوئیں اوپر چھت کی طرف اٹھتی گئیں لیکن
اس کے ساتھ ہی اس کے بازو کے گرد بندھی ہوئی رسیوں میں سے
دو رسیاں کٹ بھی گئیں اور صفدر نے ٹریگر سے انگلی اٹھائی اور پھر
اپنے جسم کو زوردار طریقے سے جھٹکا دیا۔ دوسرے لمحے وہ رسیوں کو
اس قدر ڈھیلا کر لینے میں کامیاب ہو گیا کہ اب وہ اپنے بازو کو موڑ کر
ان رسیوں سے باہر نکال سکتا تھا۔ ایسا بھی اس لئے ہوا تھا کہ دو رسیاں
کٹ چکی تھیں اور صفدر کے جسم کے زوردار جھٹکوں کی وجہ سے وہ کھل
گئیں اور باقی بل کافی سے زیادہ ڈھیلے ہو گئے۔ دونوں بازو باہر آتے
ہی صفدر نے تیزی سے باقی بل بھی کھولے اور دوسرے لمحے وہ رسیوں
کی گرفت سے آزاد ہو کر اٹھ کر کھڑے ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ ڈاکٹر
اخوند خوف سے آنکھیں بند کئے کسی مجسمے کی طرح کرسی پر ساکت بیٹھا
ہوا تھا۔ شاید اس نے زندگی میں پہلی بار اس قسم کے خوفناک مناظر
دیکھے تھے۔ رسیوں کی گرفت سے آزاد ہوتے ہی صفدر نے سب سے
پہلے تو بھاگ کر کھلے ہوئے دروازے کو بند کیا اور پھر وہ ڈاکٹر اخوند کی
طرف مڑا چونکہ مشین پسٹل ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھا۔

"مم۔ مم مجھے مت مارو ۔۔ مت مارو" ۔۔۔۔۔ ڈاکٹر اخوند نے ایک طرح سے خوف سے چیختے ہوئے کہا لیکن اس کی آواز بے حد گھٹی گھٹی سی نکلی تھی۔

"ڈاکٹر ۔۔ ہم تو تمہیں ان مجرموں سے چھڑوانے آئے ہیں۔ میں واقعی پاکیشیائی ہوں" ۔۔۔۔۔ صفدر نے قریب آ کر کہا۔

"اچھا اچھا، مجھے یقین آ گیا ہے ۔۔ مجھے مت مارو" ۔۔۔۔۔ ڈاکٹر نے اپنی طرف سے تیز تیز بات کرنے کی کوشش کی لیکن ظاہر ہے زبان تو اس کے جذبات کا ساتھ نہ دے سکتی تھی۔ اس لئے باوجود کوشش کے آواز اسی طرح آہستہ آہستہ ہی منہ سے برآمد ہوئی۔

"تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تم اس طرح آہستہ آہستہ کیوں بول رہے ہو اٹھو میرے ساتھ چلو، ابھی ہم دشمنوں کے ہیڈ کوارٹر میں ہیں" ۔۔۔۔۔ صفدر نے اسے اسی انداز میں بولتے دیکھ کر حیرت بھرے لہجے میں کہا اور اس کا بازو پکڑ کر اسے اٹھانے کی کوشش کرنے لگا۔

"میرے اعصاب سست کر دیئے گئے ہیں۔ میں نہ تیز چل سکتا ہوں نہ بول سکتا ہوں" ۔۔۔۔۔ ڈاکٹر اخوند نے اسی طرح آہستہ آہستہ کہا۔

"اوہ اچھا، پھر تم یہیں ٹھہرو، میں واپسی میں تمہیں ساتھ لے جاؤں گا۔ صفدر نے کہا اور تیزی سے مڑ کر وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا کیونکہ اسے ہیڈ کوارٹر میں موجود دوسرے افراد کے ساتھ ساتھ عمران اور تنویر کی بھی فکر تھی، نجانے وہ کس حال میں ہوں گے۔ کمرے سے باہر نکل کر وہ راہداری میں دوڑتا ہوا آگے بڑھ گیا اور

پھر دو راہداریاں گزرنے کے بعد وہ ایک کھلے دروازے کے قریب رک گیا۔ اس کمرے کے اندر سے مشین چلنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں صفدر نے سر آگے بڑھا کر کمرے کے اندر جھانکا۔ یہ ایک وسیع ہال تھا جس کی ایک دیوار کے ساتھ ایک دیو ہیکل اور چوڑائی میں خاصی وسیع مشین نصب تھی جو خود بخود چل رہی تھی جبکہ دوسری ایک چھوٹی مشین ایک سائیڈ پر تھی اور اس کے سامنے تین کرسیاں بھی پڑی ہوئی تھیں۔ باقی خالی دیواروں پر جگہ جگہ لوہے کی بڑی چھوٹی الماریاں نصب تھیں۔ دونوں مشینیں چل رہی تھیں لیکن ہال کمرہ خالی پڑا ہوا تھا۔ صفدر تیزی سے اندر داخل ہوا اور دوسرے لمحے اس نے جیب سے ایک بم نکال کر منہ سے اس کی پن کھینچی اور پوری قوت سے بڑی مشین پر پھینک دیا۔ ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور مشین کے پرزے اڑ گئے۔ اس بڑی مشین کے بند ہوتے ہی دوسری مشین بھی بند ہو گئی لیکن صفدر نے دروازے پر پہنچ کر دوسرا بم بھی اس پر مارا اور پھر تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ ایک اور کمرے کے دروازے سے روشنی باہر نکل رہی تھی لیکن دروازہ بند تھا دروازے پر بیٹری روم لکھا ہوا تھا۔ صفدر نے ہونٹ چباتے ہوئے دروازے پر دباؤ ڈالا تو وہ دروازہ کھلتا گیا۔ اندر ایک خاصا بڑا کمرہ تھا جس کی ایک سائیڈ پر سرخ رنگ کی بڑی بڑی بیٹریاں لوہے کے بڑے بڑے سٹینڈز میں کسی ہوئی پڑی تھیں۔ صفدر ان پر بم مارتے مارتے رک گیا کیونکہ اسے خیال آ گیا کہ یہ بیٹریاں پاور سپلائی کر رہی ہیں اور اگر ان کو تباہ کر دیا گیا تو اس پورے ہیڈ کوارٹر میں اندھیرا چھا جائے گا اور ابھی اسے عمران اور تنویر کو بھی تلاش کرنا تھا چنانچہ

وہ آگے بڑھ گیا۔ راہداریاں خالی پڑی ہوئی تھیں۔ ایک آدمی بھی ابھی
تک اس سے نہ ٹکرایا تھا۔ وہ دوڑتا ہوا آگے بڑھتا گیا۔ راہداری آگے
جا کر گھومی اور پھر جیسے ہی صفدر گھوم کر آگے بڑھا اسے ذرا آگے ایک
کھلا ہوا دروازہ نظر آیا جس کے پٹ لوہے کے تھے اور بے اختیار اس
کے قدم رک گئے اور اس کے ساتھ ہی اس کی چھٹی حس نے خطرے کا
سائرن بجا دیا کیونکہ اسے کمرے کے اندر سے ایسی سرسراہٹ کی آوازیں
سنائی دے رہی تھیں جیسے اندر آدمی نقل و حرکت کر رہے ہوں۔ صفدر
نے جیب سے بم نکالا اور اس کی پن کھینچ کر اس نے جان بوجھ کر اسے
دروازے کی ایک چوکھٹ پر اس طرح مارا کہ لوہے کا دروازہ اکھڑ کر اندر
جا گرے۔ اس طرح اسے اس قدر وقفہ مل سکتا تھا کہ وہ اندر موجود افراد
کو اپنے مشین پسٹل سے کور کر سکتا تھا اور وہی ہوا بم کے دھماکے کے ساتھ
ہی اسے لوہے کا دروازہ اڑ کر اندر جاتے ہوئے محسوس ہوا مگر اس
کے ساتھ ہی اندر سے ایک انسانی چیخ سنائی دی اور صفدر بے اختیار
اچھل کر آگے دوڑا کیونکہ وہ آواز پہچان گیا تھا۔ یہ تنویر کے چیخنے کی آواز
لگتی تھی۔ دروازے میں داخل ہوتے ہی حقیقت میں صفدر کا ذہن بھک
سے اڑ گیا کیونکہ اس کے سامنے ایک حیرت انگیز منظر تھا۔ ایک طرف
فرش پر عمران پڑا ہوا تھا لیکن اس کا چہرہ، بال، ہاتھ سب گہرے
سیاہ رنگ کے ہو رہے تھے جیسے اسے کسی نے بھٹی میں جلا دیا ہو اور
وہ بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا جبکہ ایک طرف تنویر فرش پر پڑا تھا۔
اس کا چہرہ بھی زخمی اور بگڑا ہوا تھا۔ لباس پھٹا ہوا تھا اور لوہے کا
بھاری دروازہ آدھا اس کے جسم پر اور آدھا فرش پر گرا ہوا تھا۔ کمرے

میں لوہے کی ایک راڈز والی کرسی اور ایک عام کرسی بھی موجود تھی اور
تیسرا کوئی آدمی وہاں نہ تھا جبکہ دروازے کے ساتھ دیوار سے قریب دو
آدمیوں کی لاشیں پڑی تھیں جنہیں گولیوں سے بھون ڈالا گیا تھا۔ سامنے
ایک دروازہ کھلا ہوا نظر آ رہا تھا۔ صفدر تیزی سے آگے بڑھا اور سب
سے پہلے اس نے عمران کو چیک کرنے کی کوشش کی لیکن جیسے ہی اس
نے عمران کے سینے پر ہاتھ رکھا اس کا ہاتھ ایک جھٹکے سے واپس ہوا۔ عمران
کا لباس اور جسم بے حد گرم تھے لیکن اس کا سانس درست حالت میں
چل رہا تھا۔ صفدر تیزی سے تنویر کی طرف بڑھا اور اس نے تنویر کو بھی
چیک کیا۔ تنویر کی حالت بتا رہی تھی کہ وہ دروازے کی ضرب سے بیہوش
ہوا ہے۔ صفدر نے جلدی سے اس کا منہ اور ناک دونوں ہاتھوں سے
دبائے اور اسے ہوش میں لانے کی کوشش شروع کر دی کیونکہ عمران
کی حالت اس کی سمجھ سے باہر تھی اس لئے اس نے پہلے تنویر کو ہوش
میں لانے کا فیصلہ کیا تھا اور چند لمحوں بعد تنویر کے جسم میں حرکت پیدا
ہوئی تو صفدر پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے ہونٹ بھینچے ہوئے تھے اور ذہن
میں بگولے سے ناچ رہے تھے کیونکہ عمران کی حالت اسے تشویشناک
محسوس ہو رہی تھی حالانکہ اس کا سانس نارمل انداز میں چل رہا تھا لیکن
لباس اور جسم سے نکلنے والی بے پناہ گرمی اور اس کے چہرے اور منہ
کی تباہی نے صورت حال کو اس کی نظروں میں انتہائی گھمبیر بنا دیا تھا۔
اسی لمحے تنویر کی آنکھیں کھلیں اور اس کے ساتھ ہی اس کا جسم تیزی
سے سمٹنے لگا۔

"تنویر ۔۔۔ تنویر میں صفدر ہوں" ۔۔۔ صفدر نے تیز لہجے میں

کہا تو تنویر بے اختیار چونک کر اُٹھ بیٹھا۔

" اوہ، تم اور یہاں "۔۔۔۔۔۔ تنویر نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

" ہاں، یہ سب کیا ہے ۔۔۔۔ عمران صاحب کی یہ کیا حالت ہو گئی ہے "۔۔۔۔۔۔ صفدر نے پوچھا اور جب تنویر نے عقبی کھلے دروازے کے پیچھے تالاب میں عمران کے گرنے سے لے کر اب تک کے سارے واقعات تفصیل سے بتائے تو صفدر کی آنکھیں حقیقت میں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ تنویر نے واقعی اپنی اور عمران کی جان انتہائی ہولناک جنگ لڑ کر بچائی تھی۔

" ویری گڈ تنویر ۔۔۔ یہ تمہارا ہی حوصلہ ہے کہ تم نے اس قدر جان لیوا جنگ لڑی ہے "۔۔۔۔۔۔ صفدر نے بے اختیار آگے بڑھ کر اس کے کاندھے پر تھپکی دیتے ہوئے کہا اور تنویر کا درد اور زخموں سے بگڑا ہوا چہرہ یکلخت مسرت سے کھل اُٹھا۔

" تم ۔۔۔ تم یہاں کیسے پہنچے۔ تمہارے چہرے پر بھی ضربوں اور زخموں کے نشانات ہیں "۔۔۔۔۔۔ تنویر نے مسکراتے ہوئے کہا اور صفدر نے اسے اپنے یہاں تک آنے کی تفصیل بتا دی۔

" اوہ، اس کا مطلب ہے کہ ڈاکٹر اخوند بھی زندہ ہے اور ہیڈ کوارٹر میں اور کوئی آدمی بھی نہیں ہے "۔۔۔۔۔۔ تنویر نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

" اس تالاب میں آخر کیا ہے کہ عمران صاحب کا یہ حشر ہو رہا ہے۔ لیکن ان کا سانس نارمل ہے "۔۔۔۔۔۔ صفدر نے عمران کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

" میرا خیال ہے کسی خاص قسم کا تیزاب ہے لیکن اس کی طاقت ہلکی ہے ورنہ تو عمران کے جسم پر یقیناً آبلے پڑ جاتے لیکن صرف آگ نکل رہی ہے۔ کمانڈوز والی یونیفارم تو جل کر راکھ ہو گئی تھی اور نیچے موجود واٹر پروف لباس بھی جل گیا تھا۔ وہ میں اتار رہا تھا کہ تم نے دروازہ مار کر مجھے بھی چت کر دیا "۔۔۔۔۔۔ تنویر نے مسکراتے ہوئے کہا جبکہ صفدر نے اس دوران عمران کی ناک اور منہ کو دونوں ہاتھوں سے بند کر دیا چونکہ عمران کا سانس نارمل انداز میں چل رہا تھا اس لئے صفدر نے سوچا کہ عمران کی اندرونی جسمانی کیفیت درست ہے۔ شاید اس گرمی کی شدت کی وجہ سے بخارات اس کے ذہن پر چڑھ رہے ہیں جس کی وجہ سے وہ بیہوش ہے۔ گو اس کے دونوں ہاتھوں کو خاصا سینک لگ رہا تھا لیکن اس نے ہاتھ جمائے رکھے اور پھر چند لمحوں بعد عمران کے بے حس جسم میں حرکت کا احساس ہونے لگا تو صفدر اور تنویر دونوں کے چہروں پر مسرت کے آثار نمودار ہو گئے۔ جب یہ حرکت خاصی تیز ہو گئی تو صفدر پیچھے ہٹ گیا اور واقعی چند لمحوں بعد عمران کی آنکھیں کھل گئیں لیکن اس کی آنکھیں اس قدر گہری سرخ ہو رہی تھیں کہ جیسے آنکھوں کے اندرونی حصے کو انتہائی گہرے سرخ رنگ سے باقاعدہ پینٹ کر دیا گیا ہو۔ عمران ہوش میں آتے ہی بے اختیار کراہنے اور لمبے لمبے سانس لینے لگا۔

" پپ پپ پانی ۔۔۔ اوہ آگ بھڑک رہی ہے ۔۔۔ اوہ "۔۔۔۔۔۔ عمران نے لاشعوری کیفیت میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

" عمران صاحب ہوش میں آئیے ۔۔۔ عمران صاحب "۔۔۔۔۔۔

صفدر نے اسے لاشعوری کیفیت سے نکالنے کے لئے اسے زور زور سے آوازیں دیتے ہوئے کہا اور عمران کی سرخ آنکھوں میں شعور کی چمک ابھر آئی۔

"اوہ، اوہ ـــ یہ میں کہاں ہوں۔ وہ ـــ وہ تالاب۔ اوہ بڑی زبردست آگ بھڑک رہی ہے میرے اندر۔" ـــــ عمران نے ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب، آپ اس تالاب میں گر گئے تھے۔ آپ کا لباس جل گیا تھا۔ تنویر نے آپ کو وہاں سے نکالا اور پھر اینڈریو اور ویالی سے ساتھ انتہائی ہولناک جنگ لڑ کر اس نے آپ کو بچایا ہے۔" ـــــ صفدر نے کہا۔

"اوہ، اوہ اچھا ـــ شکریہ تنویر۔" ـــــ عمران نے اسی طرح کراہتے ہوئے اور لمبا لمبا سانس لیتے ہوئے کہا۔ وہ اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اس سے پوری طرح اٹھا نہ جا رہا تھا۔ صفدر نے جلدی سے اسے سہارا دیا۔

"اوہ تمہارا ہاتھ کیوں برف کی طرح سرد ہے۔" ـــــ عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اب اس کا لہجہ پوری طرح سنبھلا ہوا تھا۔

"میرے ہاتھ سرد نہیں، آپ کا جسم انتہائی گرم ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے ایک سو پانچ نہیں بلکہ دو سو پانچ ڈگری کا بخار ہو آپ کو۔" ـــــ صفدر نے جواب دیا اور عمران اس دوران سنبھل کر کھڑا ہو چکا تھا۔

"مجھے تفصیل بتاؤ کیا ہوا تھا اور یہ میرا واٹر پروف لباس اس حالت میں یہاں پڑا ہے۔" ـــــ عمران نے کہا اور اسی لمحے اس کی نظریں

اپنے واٹر پروف لباس پر پڑیں جو تنویر نے بڑی مشکل سے اس کے جسم سے علیحدہ کر کے ایک طرف رکھا تھا اور تنویر نے اسے تفصیل بتانی شروع کر دی۔ صفدر کی طرح عمران بھی حیرت سے سب کچھ سنتا رہا۔

"ہوں، یہ میرے ہاتھ کالے ہیں، چہرہ بھی اسی طرح کالا ہو گا۔" عمران نے دونوں ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔" ـــــ صفدر نے جواب دیا۔

"واہ اس محاورے کا صحیح مطلب آج پتہ چلا کہ کوئلوں کی دلالی میں ہاتھ منہ کیسے کالے ہو جاتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے تالاب میں آرکسم آر سکس کا مکسڈ محلول موجود ہے۔ اگر تنویر مجھے فوراً نکال نہ لیتا تو اب تک میں بھی آرکسم آر سکس بن کر اس میں شامل ہو چکا ہوتا۔ یہ مخصوص تیزاب ہوتا ہے جو ویٹ اٹیک بیٹریوں میں سے نکلتا رہتا ہے۔ اسے شاید کسی نالی کے ذریعے اس تالاب میں اکٹھا کیا جاتا ہے۔ میڈیکل باکس مل جائے تو کام ہو سکتا ہے۔ ویسے تنویر تمہارا بے حد شکریہ تم نے واقعی اس بار مجھے یقینی موت کے منہ سے باہر کھینچا ہے۔" ـــــ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ایسی تو کوئی بات نہیں عمران، یہ تو میرا فرض تھا کہ تمہیں بچانے کے لئے سب کچھ کرتا چاہے مجھے اپنی جان ہی کیوں نہ دینی پڑتی اور یہ کوئی میرا احسان نہیں ہے۔ میری جگہ تم ہوتے تو تم بھی یقیناً یہی کچھ کرتے۔" ـــــ تنویر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں تو کم از کم تمہیں اس شرمندگی سے بچا لیتا۔" ـــــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شرمندگی — کیسی شرمندگی"۔ —— تنویر نے حیران ہو کر پوچھا۔

"جو اب اس کالے منہ کے ساتھ جولیا کے سامنے جاتے ہوئے مجھے اٹھانی پڑے گی۔ ویسے آج رقیب روسیاہ والا محاورہ بھی درست ہی معلوم ہوتا ہے"۔ —— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور صفدر بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"وہ اس کے باوجود بھی اسی طرح احمق ہی رہے گی"۔ —— تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا اور اس بار عمران بھی بے اختیار ہنس پڑا۔

"مجھے یقین ہے جیری کہ یہ بم پھینک کر ہمیں باقاعدہ ڈاج دیا گیا ہے"۔ —— درمیانے قد کے کمانڈو نے ساتھ کھڑے ہوئے لمبے تڑنگے کمانڈو سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ڈاج — کیا مطلب۔ کھل کر بات کرو"۔ —— جیری نے سخت لہجے میں کہا۔ وہ دونوں کیبن کے عقبی حصے میں اس جگہ پر کھڑے تھے جہاں خوفناک دھماکے سے بم پھٹا تھا لیکن جب کیبن کے گرد پہرہ دینے والوں نے وہ جگہ گھیری تو کہیں کسی آدمی کا پتہ نہ چل سکا۔ حتیٰ کہ انہوں نے سمندر کے کنارے اور نیچے چٹانیں تک چھان ماری تھیں بم کا یہ دھماکہ چونکہ پورے جزیرے پر سنا گیا تھا اس لئے جزیرے پر موجود ہر شخص یکلخت چوکنا ہو گیا تھا اور کمانڈوز انچارج جیری اپنے اسسٹنٹ ٹیری کے ساتھ فوری طور پر صورت حال کا جائزہ لینے کے لئے وہاں پہنچا تھا لیکن یہاں آ کر وہ خود بھی مخمصے میں پڑ گیا تھا کہ آخر

یہ بم کس نے پھینکا ہے اور کہاں سے پھینکا ہے اور پھینکنے والا کہاں چلا گیا ہے۔

" یہ بم کیبن کے عقب میں پھینکا گیا ہے۔ اس وقت جب کیبن کے گرد پہرہ تھا۔ اس طرح بم پھٹتے ہی خود بخود تمام کمانڈوز اس طرف کو دوڑے اور بم پھینکنے والا جو یقیناً کیبن کے سامنے یا سائیڈ پر ہو گا اطمینان سے کیبن کے اندر داخل ہو گیا ہو گا اور ہم یہاں باہر ہی دھکے کھاتے پھر رہے ہیں"۔۔۔۔۔ ٹیری نے جواب دیا۔

" احمق تو نہیں ہو گئے ٹیری، بم پھینکنے والا کیا آسمان سے گرا تھا یا زمین سے اُگ آیا تھا۔ وہ کہیں سے بھی جزیرے پر آیا ہو گا تو وہ فوراً چیک کر لیا گیا ہو گا اور اگر چیک کر لیا گیا ہوتا تو فوری اطلاع مل جاتی"۔ جیری نے سخت لہجے میں کہا۔

" آپ کیبن کے قرب وجوار میں تفصیلی چیکنگ کرائیں مجھے یقین ہے کہ یہیں کہیں ہمارے ساتھی بیہوش پڑے مل جائیں گے"۔۔۔۔۔ ٹیری نے اپنی بات پر اصرار کرتے ہوئے کہا۔

" ٹھیک ہے، یہ ضروری بھی ہے"۔۔۔۔۔ کمانڈوز انچارج جیری نے کہا اور پھر اس نے مڑ کر پیچھے کھڑے ہوئے دو کمانڈوز کو کیبن کے اردگرد کے علاقے کی تفصیلی چیکنگ کرنے کا حکم دیا۔

" ہمیں کیبن کے اندر بھی چیک کر لینا چاہیے۔ ہو سکتا ہے وہ آدمی اب بھی اندر چھپا ہوا مل جائے"۔۔۔۔۔ ٹیری نے کہا۔

" نہیں ۔۔۔ چیف باس کا انتہائی سختی سے حکم ہے کہ بغیر طلب کئے کوئی کمانڈو کیبن میں داخل نہ ہو اور ویسے بھی ہیڈ کوارٹر میں کیبن

کی چیکنگ اور حفاظت کے لئے مکمل مشینری موجود ہے۔ ہماری ڈیوٹی باہر ہے اور ہم نے باہر ہی چیکنگ کرنی ہے"۔۔۔۔۔ جیری نے ٹیری کی یہ تجویز مسترد کرتے ہوئے کہا اور ٹیری ہونٹ بھینچ کر خاموش ہو گیا اور پھر وہ دونوں وہاں سے چلتے ہوئے دوبارہ کیبن کے سامنے آ گئے جہاں اب ایک بار پھر کمانڈوز پہرہ دے رہے تھے۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد دور سے چیخنے کی آوازیں سنائی دیں تو وہ دونوں چونکے اور پھر ادھر دوڑ پڑے۔

" باس، باس، ٹموتھی اور مارٹن کی لاشیں پڑی ہیں یہاں۔ مارٹن کی یونیفارم بھی غائب ہے"۔۔۔۔۔ وہاں موجود دو کمانڈوز نے ٹارچ جلاتے ہوئے کہا اور جیری کے ہونٹ بھنچ گئے جبکہ ٹیری کے چہرے پر فاتحانہ تاثرات تھے۔

" اردگرد کا علاقہ دیکھو، اگر وہ سمندر سے آیا ہو گا تو ابھی کنارے پر آثار موجود ہوں گے، جلدی کرو"۔۔۔۔۔ جیری نے چیخ کر کہا اور وہ دونوں کمانڈوز ٹارچیں لہراتے اِدھر اُدھر دوڑ پڑے اور تھوڑی دیر بعد سارے آثار تلاش کر لئے گئے۔ سارے آثار بتا رہے تھے کہ ایک آدمی سمندر سے نکلا ہے اور مارٹن اور ٹموتھی کو ہلاک کر کے اس نے مارٹن کی یونیفارم اتار کر پہنی ہے اور پھر کیبن کی طرف بڑھ گیا ہے جہاں واقعی اس نے بم عقب میں پھینک کر ڈاج دیا ہے۔

" اب مجھے فرینک سے بات کرنی پڑے گی"۔۔۔۔۔ جیری نے کہا اور اس نے جیب سے ایک باکس نکالا اور اس کی سائیڈ کا بٹن دبا دیا۔

" ہیلو، ہیلو جیری کالنگ، اوور"۔۔۔۔۔ اس نے بٹن دبا کر

بار بار کال دینا شروع کر دی لیکن کافی دیر تک کال دینے کے باوجود دوسری طرف سے کال اٹنڈ نہ کی گئی تو جیری نے بٹن آف کر دیا۔

"کوئی گڑبڑ محسوس ہوتی ہے، آؤ میرے ساتھ اب اندر جانا ہی پڑے گا۔"۔۔۔ جیری نے باکس جیب میں ڈالتے ہوئے ٹیری سے کہا اور وہ دونوں واپس کیبن کی طرف دوڑ پڑے۔ جیری نے کیبن کے دروازے پر دباؤ ڈالا مگر دروازہ اندر سے بند تھا۔

"توڑ ڈالو دروازہ۔"۔۔۔ جیری نے وہاں موجود چار کمانڈوز سے کہا اور ان میں سے دو نے دوڑ کر دروازے پر اپنے کندھے بیک وقت مارے تو دروازہ ایک دھماکے سے کھل گیا اور جیری ہاتھ میں مشین گن لئے تیزی سے اندر داخل ہوا مگر کیبن کا یہ حصہ خالی پڑا ہوا تھا۔ ٹیری اور اس کے پیچھے وہ چاروں مسلح کمانڈوز بھی اندر آ گئے۔ جیری اب اس حصے کی طرف بڑھ رہا تھا جدھر سے ہیڈ کوارٹر کو راستہ جاتا تھا اور دوسرے لمحے وہ بُری طرح چونک پڑا کیونکہ سپیشل وے کھلا ہوا تھا۔

"اوہ اوہ، یہ تو واقعی بہت گڑبڑ ہے۔"۔۔۔ جیری نے کہا اور تیزی سے اس کمرے میں داخل ہوا مگر دوسرے ہی لمحے وہ یکلخت تیورا کر نیچے گرا اور ساکت ہو گیا۔ دروازے میں موجود ٹیری اسے اس طرح گرتے دیکھ کر جھٹکے سے پیچھے ہو گیا۔

"بو محسوس ہو رہی ہے، شاید بیہوش کر دینے والی گیس پھیلی ہوئی ہے اس کمرے میں۔ گیس ماسک لے آؤ جلدی۔ پانچ لے کر آنا جلدی کرو۔"۔۔۔ ٹیری نے مڑ کر پیچھے موجود ایک کمانڈو سے کہا اور وہ سر ہلاتا ہوا مڑا اور کیبن کے بیرونی دروازے کی طرف دوڑ پڑا اور

پھر تقریباً دس منٹوں بعد وہ واپس آیا تو اس نے ہاتھوں میں ایک بڑا سا تھیلا اٹھایا ہوا تھا۔ اس نے وہ تھیلا نیچے رکھا اور پھر اس میں سے گیس ماسک نکال کر اس نے ٹیری کو دیا۔

"باقی تم پہن لو۔"۔۔۔ ٹیری نے گیس ماسک پہنتے ہوئے کہا اور پھر اسے اچھی طرح ایڈجسٹ کرنے کے بعد وہ آگے بڑھا اور اس نے فرش پر پڑے ہوئے جیری کو اٹھایا اور لا کر بڑے کیبن میں لٹا دیا۔ باقی چاروں کمانڈوز بھی گیس ماسک پہن چکے تھے۔

"آؤ میرے ساتھ، پوری طرح ہوشیار رہنا۔"۔۔۔ ٹیری نے کہا اور اس راستے کی طرف بڑھ گیا جو نیچے ہیڈ کوارٹر کی طرف جاتا تھا۔ راہداریوں میں گھومتے ہوئے وہ آپریشن روم میں پہنچ گئے مگر وہاں کی صورت حال دیکھ کر ان سب کی آنکھیں حیرت اور خوف سے گیس ماسک کے اندر ہی پھیلی ہوئی نظر آ رہی تھیں کیونکہ آپریشن روم مکمل طور پر تباہ ہو چکا تھا۔ مشینوں پر خوفناک بم مارے گئے تھے۔

"اوہ، اوہ فرینک، چیف باس اور مادام ویالی یہ سب کہاں ہیں۔ یہ سب کیا ہوا ہے۔"۔۔۔ ٹیری نے چیختے ہوئے کہا اور گیس ماسک کے اندر لگے ہوئے مخصوص آلے کی وجہ سے اس کی آواز باقی کمانڈوز تک بھی پہنچ رہی تھی۔

"یہاں تو ہر طرف خاموشی ہے۔ شاید وہ لوگ واردات کر کے نکل گئے ہیں۔"۔۔۔ ایک اور کمانڈو نے جواب دیا۔

"تو پھر یہ سب لوگ کہاں ہیں۔ اوہ جیری نے بتایا تھا کہ ڈاکٹر اخوند کو بلیو روم میں رکھا گیا تھا۔ ادھر آؤ اسے پہلے چیک کر لیں۔"۔۔۔

ٹیری نے کہا اور واپس مڑ کر دوڑنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ بلیو روم کے دروازے پر پہنچ چکے تھے۔

"ہوشیار۔"۔۔۔۔ ٹیری نے کہا اور کمانڈوز مشین گن لے کر تیزی سے دروازے کی سائیڈوں میں ہو گئے۔ ٹیری نے دروازے کو دھکا دیا اور پھر وہ مشین گن لے کر بجلی کی سی تیزی سے اندر داخل ہوا مگر دوسرے لمحے وہ ٹھٹک کر رک گیا کیونکہ ڈاکٹر اخوند اپنی کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے جبکہ دروازے کے ساتھ ہی فرینک کی گولیوں سے چھلنی ہوئی لاش پڑی تھی۔

"اوہ، اوہ جلدی کرو ڈاکٹر اخوند کو بیہوش کرو، ہم اسے ساتھ لے چلتے ہیں۔ یہ لوگ ابھی اندر ہیں۔ اگر باہر جاتے تو لازماً ڈاکٹر اخوند کو ساتھ لے جاتے۔"۔۔۔۔ ٹیری نے چیختے ہوئے کہا اور ایک کمانڈو نے جلدی سے آگے بڑھ کر ڈاکٹر اخوند کے سر پر مشین گن کا دستہ مارا اور ڈاکٹر اخوند کا سر ایک ہی وار میں ڈھلک گیا۔ دستہ مارنے والے نے بجلی کی سی تیزی سے مشین گن کاندھے سے لٹکائی اور اس نے جھک کر ڈاکٹر اخوند کو اٹھایا اور کاندھے پر ڈال لیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ سب واپس بیرونی دروازے کی طرف بھاگے جا رہے تھے۔

"ہمیں ابھی اندر تلاشی لینی چاہیے۔"۔۔۔۔ ایک کمانڈر نے کہا۔

"نہیں۔۔۔ وہ نجانے کہاں چھپے ہوئے ہوں۔ ہم مارے بھی جا سکتے ہیں۔ ہیڈ کوارٹر کا اور کوئی راستہ بھی نہیں ہے اس لئے وہ لازماً اس راستے سے واپس آئیں گے اور ڈاکٹر اخوند کو حاصل کئے بغیر وہ جائیں گے نہیں، اس لئے ہم باہر آسانی سے ان کا شکار کھیل سکتے ہیں۔"۔۔۔

ٹیری نے کہا اور تھوڑی دیر بعد وہ بڑے کیبن میں پہنچ گئے۔ ٹیری کے اشارے پر جیری کو بھی اٹھا لیا گیا۔

"ڈاکٹر اخوند کو بڑی غار میں رکھوا اور اس کی مکمل نگرانی کرو۔ میں یہاں ان لوگوں کے لئے جال تیار کرتا ہوں۔ جیری کو بھی وہیں رکھو۔"۔۔۔۔ ٹیری نے باہر آتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس نے کیبن کے بیرونی دروازے کو باہر سے بند کر دیا۔ جیری اور ڈاکٹر اخوند کو اٹھائے کمانڈوز دوڑتے ہوئے جنگل میں غائب ہو گئے اور ٹیری نے باقی ساتھیوں کو ہدایات دینا شروع کر دیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ سب کیبن سے ذرا ہٹ کر چاروں طرف موجود درختوں پر چڑھ کر بڑے چوکنے انداز میں بیٹھ گئے البتہ جب سب کمانڈوز نے پوزیشنیں سنبھال لیں تو جیری نے باہر سے دروازہ کھولا اور خود بھی دوڑتا ہوا فرنٹ میں کچھ دور ایک درخت پر چڑھ گیا۔ اب اس کی نظریں کیبن پر ہی جمی ہوئی تھیں۔ اسے یقین تھا کہ جیسے ہی یہ لوگ باہر نکلیں انہیں آسانی سے شکار بنا لیا جائے گا۔ اس کے بعد اندر کی صورت حال چیک کی جائے گی۔ اگر چیف باس اور مادام ویالی بھی ختم ہو چکے ہیں تو اس کا مطلب یہی ہو گا کہ اب جزیرے پر کمانڈوز ہی زندہ موجود ہیں۔ فرینک کی لاش تو وہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا چنانچہ اس نے دل ہی دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر واقعی ایسا ہو چکا ہے تو وہ جیری کو بھی ہلاک کر دے گا اور خود اس گروپ کی کمان سنبھال لے گا۔ کرگاگن پاکیشیا گیا ہوا تھا اور اس کی واپسی میں ابھی دیر تھی۔ ویسے اس کی واپسی پر اسے بھی آسانی سے ہلاک کیا جا سکتا تھا چنانچہ اب سنہرا مستقبل ٹیری کی نظروں میں گھوم رہا تھا اور اس کے دل میں مسرت کے لڈو پھوٹ رہے تھے۔

ایک کمرے میں میڈیکل باکس بھی مل گیا تھا اور عمران نے اس میں موجود مخصوص انجکشن صفدر سے لگوا لئے تھے چنانچہ نہ صرف اس کے جسم میں بھڑکتی ہوئی آگ ختم ہو گئی تھی بلکہ اب اس کے چہرے اور ہاتھوں پر چھا جانے والی سیاہی بھی قدرے کم ہو گئی تھی اور عمران جانتا تھا کہ جیسے جیسے وقت گزرے گا یہ سیاہی ختم ہو جائے گی چنانچہ اب وہ پوری طرح مطمئن تھا۔

"اب کیا پروگرام ہے، ڈاکٹر اخوند تو اس ساؤنڈ پروف کمرے میں موجود ہے"۔۔۔ صفدر نے کہا۔

"اسے لے کر باہر چلتے ہیں اور کیا کرنا ہے۔ اب جولیا ساتھ ہوتی تو شاید میں اس کیبن میں ہی باقی عمر گزارنے کی سوچتا، خاصا رومانٹک سا ماحول ہے"۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور صفدر تو مسکرا دیا البتہ تنویر نے بے اختیار منہ دوسری طرف کر لیا۔

پھر صفدر کی رہنمائی میں تنویر اور عمران دونوں ہی اس کمرے کی طرف بڑھ گئے جہاں صفدر فرینک کی لاش اور ڈاکٹر اخوند کو چھوڑ آیا تھا مگر وہاں پہنچتے ہی وہ سب ٹھٹک کر رک گئے کیونکہ کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور ڈاکٹر اخوند غائب تھا جبکہ فرینک کی لاش ویسے ہی پڑی ہوئی تھی۔

"اوہ کہاں غائب ہو گیا ڈاکٹر اخوند"۔۔۔ صفدر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ تھوڑی دیر بعد ان تینوں نے پورا ہیڈ کوارٹر چھان مارا لیکن نہ ہی وہاں ڈاکٹر اخوند تھا اور نہ ہی کوئی اور آدمی۔

"ہو سکتا ہے وہ اس دوران بیرونی کیبن میں چلا گیا ہو۔ میرا خیال ہے اسے اب بھی یقین نہیں آیا کہ میں پاکیشیائی ہوں۔ وہ مجھے کافرستانی ہی سمجھ رہا ہو گا اور اس لئے وہ مجھ سے بچنے کے لئے خود ہی باہر نکل گیا ہو گا"۔۔۔ صفدر نے کہا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"لیکن باہر تو کمانڈوز موجود ہیں۔ وہ تو لازماً ان کے ہاتھ لگ گیا ہو گا"۔ تنویر نے کہا۔

"اگر ایسا ہوتا تو لازماً باہر سے کمانڈوز صورت حال چیک کرنے اندر آتے۔ بہر حال اب اس پورے اڈے کو ہم نے تباہ کرنا ہے۔ صفدر اور تنویر تم دونوں اس بڑے اسلحہ خانے میں سے ڈائنامیٹ اٹھا کر وہیں کسی جگہ چھپا کر فٹ کر دو۔ اسلحہ کا اتنا بڑا اسٹور پھٹنے سے پورا ہیڈ کوارٹر اڑ جائے گا۔ البتہ چار چار ساتھ لے لینا۔ میں اس دوران بیرونی کیبن کو چیک کرتا ہوں"۔۔۔ عمران نے کہا اور مشین گن اٹھائے وہ بیرونی راستے کی طرف بڑھ گیا اڈے کی چیکنگ کے دوران وہ انتہائی

بھاری اسلحے سے بھرا ہوا سٹور چیک کر چکے تھے اور انہوں نے وہاں سے مشین گنیں بھی اٹھا لی تھیں۔ بیرونی راستہ واقعی کھلا ہوا تھا۔ عمران جیسے ہی اس کمرے کے قریب پہنچا، نامانوس سی بُو اس کی ناک میں پہنچی اور اس کے ساتھ ہی اس نے سانس روکا اور پھر اسی طرح تیزی سے اس کمرے کو کراس کرتا ہوا بڑے کیبن میں آ گیا لیکن کیبن خالی پڑا ہوا تھا۔ ڈاکٹر اخوند وہاں موجود نہ تھا۔ اب اسے صفدر کی بات درست معلوم ہونے لگی تھی کہ ڈاکٹر اخوند کیبن سے باہر نکل کر کمانڈوز کے ہاتھ لگ چکا ہے۔ نجانے کمانڈوز نے اندر آ کر چیکنگ کیوں نہیں کی۔ شاید انہیں سختی سے منع کیا گیا ہو گا کہ کسی بھی صورت میں اندر نہ آئیں اس لئے وہ نہیں آئے لیکن اگر واقعی ایسا ہو چکا ہے تو پھر عمران کے نقطہ نظر سے انتہائی تشویشناک صورت حال پیدا ہو چکی تھی۔ باہر جزیرے پر ستر اسّی یا ہو سکتا ہے اس سے بھی زیادہ مسلح کمانڈوز موجود تھے اور نجانے ڈاکٹر اخوند کو کہاں رکھا گیا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ڈاکٹر اخوند نے انہیں فرینک کے مرنے کی اطلاع دے دی ہو اور وہ باہر پوزیشنیں لئے چوکنے بیٹھے ہوں۔ وہ وہیں رک کر کیبن کا ہی جائزہ لینے میں مصروف ہو گیا تاکہ اس دروازے کی بجائے اگر کوئی اور راستہ مل جائے تو وہ خاموشی سے اس کیبن سے نکل سکیں۔ اس کے بعد ڈاکٹر اخوند کی رہائی کی کوئی پلاننگ کی جا سکتی ہے۔ کیبن کا جائزہ لیتے لیتے وہ ایک کونے میں پہنچ کر رک گیا۔ یہاں کونے میں پتھر کی ایک بھاری میز پڑی ہوئی تھی لیکن اس میز کا یہاں کوئی مصرف نظر نہ آ رہا تھا اور نہ ہی میز کے اوپر کوئی چیز موجود تھی۔ عمران نے جھک کر میز کے نیچے دیکھا اور دوسرے لمحے اس کے

لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ رینگ گئی۔ میز کے نچلے حصے میں موجود فرش کی ایک اینٹ دوسروں کی نسبت ابھری ہوئی تھی۔ اس نے میز کو اٹھا کر ایک طرف رکھا اور پھر اس اینٹ پر پیر رکھ کر دبایا تو کونے کی سائیڈ کے فرش کا ایک حصہ کسی تختے کی طرح اوپر کو اٹھ آیا۔ اس اٹھنے والے حصے پر بھی اینٹوں کا ڈیزائن اس طرح بنا ہوا تھا کہ جب تک یہ حصہ کسی صندوق کے ڈھکن کی طرح اوپر کو اٹھا ہوا نہ ہوتا عمران بھی نہ پہچان سکا تھا کہ یہ اصل اینٹیں ہیں یا ڈیزائن۔ اٹھے ہوئے حصے کے نیچے ایک سرنگ سی گہرائی میں جا کر آگے مڑتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی لیکن عمران اس سرنگ کا رخ دیکھ کر حیران رہ گیا کیونکہ سرنگ عقبی طرف موجود سمندر کی طرف جانے کی بجائے جزیرے کے اندرونی طرف کو جاتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ ابھی تک صفدر اور تنویر نہ آئے تھے چنانچہ عمران نے سرنگ کو بند کیا اور واپس مڑ کر اس نے بند دروازے کی اندر سے کنڈی لگا دی کیونکہ اب اس دروازے سے باہر جانے کی ضرورت نہ تھی اور وہ نہ چاہتا تھا کہ کوئی کمانڈو اب اندر آ جائے۔ دروازے کو کنڈی لگا کر وہ اس کمرے کی طرف بڑھ گیا جدھر سے راستہ ہیڈ کوارٹر کو جاتا تھا سانس روک کر وہ جیسے ہی اس راستے سے آگے بڑھا تھوڑی ہی دور اسے صفدر اور تنویر واپس آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ صفدر کے ہاتھ میں وائرلیس چارجر موجود تھا۔

"ہم نے اسلحہ خانہ کی ایک خفیہ جگہ پر ڈائنامیٹ سٹکس لگا دی ہیں"۔ صفدر نے کہا اور عمران نے سر ہلا دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے صفدر کو چارجر اپنے پاس رکھنے کا اشارہ کیا اور صفدر نے چارجر اندرونی جیب

میں رکھ لیا۔

"یہاں بیہوش کرنے والی گیس کے اثرات موجود ہیں۔ اس لئے اس کمرے سے سانس روک کر گزرنا ہے"۔ ——— عمران نے کہا اور تنویر اور صفدر دونوں نے سر ہلا دیئے اور پھر وہ سانس روک کر اس کمرے کو کراس کرتے ہوئے بڑے کیبن میں آ گئے۔ عمران نے انہیں اس خفیہ راستے کے متعلق بتایا تو وہ دونوں چونک پڑے۔

"میرا خیال ہے یہ راستہ جزیرے کے اندر ان کے کسی اور اڈے میں جاتا ہے اور ہو سکتا ہے ڈاکٹر اخوند کو وہیں رکھا گیا ہو لیکن پھر بھی ہمیں انتہائی احتیاط سے آگے بڑھنا ہو گا"۔ ——— عمران نے کہا اور پھر وہ تینوں سانس روک کر اس کمرے کو کراس کرتے ہوئے بڑے کیبن میں پہنچ گئے۔

عمران نے آگے بڑھ کر اینٹ کو پریس کر کے سرنگ کا راستہ کھولا اور اس کے اندر سب سے پہلے عمران اترا۔ اس کے پیچھے تنویر اور سب سے آخر میں صفدر اندر گیا۔ سرنگ مڑ کر واقعی جزیرے کے اندرونی طرف کو جا رہی تھی۔ عمران نے اندر سے ایک بٹن دبا کر راستہ بند کر دیا۔

سرنگ انسانی ہاتھوں سے بنی ہوئی تھی اور اس میں تازہ ہوا کے راستے بھی موجود تھے کیونکہ سرنگ میں انہیں ذرا بھی گھٹن کا احساس نہ ہو رہا تھا لیکن چونکہ باہر رات تھی اس لئے سرنگ میں گھپ اندھیرا تھا لیکن تھوڑا سا آگے بڑھنے کے بعد ان کی آنکھیں اندھیرے کی عادی ہو گئی تھیں۔ اس لئے انہیں اس قدر بہرحال نظر آ رہا تھا جتنا آگے بڑھنے کے لئے ضروری تھا۔ سرنگ شیطان کی آنت کی طرح ختم ہونے میں ہی

نہ آ رہی تھی۔ انہیں تقریباً پندرہ منٹ مسلسل سفر کرنا پڑا۔ پھر اچانک سرنگ انہیں اوپر کو چڑھتی ہوئی محسوس ہوئی اور عمران نے ہاتھ اٹھا کر اپنے پیچھے آنے والے صفدر اور تنویر کو محتاط ہونے کا اشارہ کیا اور پھر احتیاط بھرے انداز میں آگے بڑھنے لگا۔ سرنگ اوپر کو جا کر اچانک ختم ہو گئی۔ سامنے ایک دیوار تھی، عمران نے غور سے اس دیوار اور اس کی سائیڈوں کا جائزہ لینا شروع کر دیا اور جلد ہی وہ اندھیرے کے باوجود دیوار کی سائیڈ پر موجود ابھرے ہوئے ایک کیل کو چیک کر لینے میں کامیاب ہو گیا۔

"ہوشیار ——— پہلے ہم نے سائیڈوں سے لگ کر انتظار کرنا ہے"۔ ——— عمران نے سرگوشیانہ لہجے میں کہا اور صفدر اور تنویر دونوں تیزی سے سائیڈوں میں دیوار کے ساتھ چمٹ گئے۔ عمران نے کیل کو زور سے دبایا تو سرر کی ہلکی سی آواز کے ساتھ ہی دیوار درمیان سے پھٹ کر دونوں سائیڈوں پر غائب ہو گئی۔ عمران بھی سائیڈ پر سانس روکے کھڑا رہا لیکن جب چند لمحوں تک دوسری طرف سے کوئی ردعمل نہ ہوا تو عمران آہستہ سے آگے بڑھا اور اس نے دوسری طرف سر نکال کر جھانکا۔ یہ ایک خاصا بڑا کمرہ تھا جس کی سائیڈ کی تینوں دیواروں کے ساتھ اسلحے کی پیٹیاں رکھی ہوئی تھیں۔ البتہ وہاں کوئی آدمی نہ تھا۔ عمران نے ساتھیوں کو آنے کا اشارہ کیا اور پھر آگے بڑھ کر کمرے میں پہنچ گیا۔ صفدر اور تنویر بھی ان کے پیچھے تھے۔ کمرے کی ایک سائیڈ میں دروازہ تھا جو بند تھا۔ جیسے ہی وہ دروازے کے قریب پہنچے اچانک انسانی آوازیں ابھریں اور وہ تینوں ٹھٹک کر رک گئے۔

"اس ڈاکٹر کا خیال رکھنا جوزف، کہیں یہ ہوش میں آکر نکل نہ جائے۔ میں ٹیری کے پاس جا رہا ہوں اس نے بلوایا ہے"۔۔۔۔ ایک آدمی بات کر رہا تھا۔

"فکر نہ کرو، اس کی روح بھی یہاں سے نہ نکل سکے گی"۔۔۔۔ دوسری بھاری سی آواز سنائی دی۔ پھر قدموں کی آواز دور ہوتی سنائی دی اور آہستہ آہستہ ختم ہو گئی۔ عمران نے دروازے کو آہستہ سے دبایا تو وہ چونک پڑا۔ دروازہ دوسری طرف سے بند نہ تھا۔ وہ ویسے ہی بھیڑا ہوا تھا۔ یہ یقیناً اسلحے کا سٹور تھا۔ اس نے مڑ کر صفدر اور تنویر کی طرف دیکھا اور پھر اس نے زور سے دروازہ کھینچ کر اندر کی طرف کھولا اور اچھل کر اندر داخل ہوا۔

"خبردار"۔۔۔۔ عمران نے غراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اچھل کر ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے ایک بھاری بدن کے کمانڈو کے سینے پر مشین گن کی نال رکھ دی۔ یہ بھی خاصا بڑا کمرہ تھا۔ لیکن یہاں ہر طرف کرسیاں موجود تھیں۔ ایک کرسی پر ڈاکٹر اخوند بیہوش پڑا ہوا تھا جبکہ دوسری کرسی پر ایک اور کمانڈو بھی بیہوشی کے عالم میں موجود تھا۔ کمرے میں ایک ہی کمانڈو ہوش کے عالم میں موجود تھا۔ اور اس کے سینے پر ہی عمران کی گن ٹکی ہوئی تھی، یقیناً یہ جوزف تھا جو حیرت سے آنکھیں پھاڑے اس طرح عمران کو دیکھ رہا تھا جیسے عمران کی بجائے اسے کوئی بھوت نظر آگیا ہو۔ اسی لمحے صفدر اور تنویر بھی اندر داخل ہو گئے اور اس کے ساتھ ہی تنویر کا بازو لہرایا اور بھاری مشین گن کا دستہ پوری قوت سے جوزف کے سر پہ پڑا اور جوزف جو

حیرت کے مارے گنگ بیٹھا ہوا تھا بغیر کوئی آواز نکالے ڈھیر ہو گیا۔ دائیں طرف ایک اور دروازہ کھلا ہوا نظر آ رہا تھا عمران تیزی سے اس طرف بڑھا اور دوسرے لمحے وہ ٹھٹک کر رک گیا کیونکہ باہر سے دو کمانڈوز تیزی سے آتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ ان کا رخ اس دروازے کی طرف تھا۔ عمران نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور پھر تیزی سے دروازے کی سائیڈ میں ہو گیا جبکہ صفدر اور تنویر بھی جھپٹ کر سائیڈ میں ہو گئے۔ اسی لمحے دو مسلح کمانڈوز تیزی سے اندر داخل ہوئے مشین گنیں ان کے کاندھوں سے لٹکی ہوئی تھیں۔ دوسرے لمحے صفدر اور تنویر بھوکے عقابوں کی طرح ان پر جھپٹ پڑے۔ ہلکی ہلکی دو چیخیں بلند ہوئیں اور اس کے ساتھ ہی کٹاک کٹاک کی آوازوں کے ساتھ ان دونوں کے بازوؤں میں جکڑے ہوئے دونوں کمانڈوز ڈھیلے پڑ گئے۔ عمران تیزی سے آگے بڑھا، سامنے ایک کھلا سا راستہ تھا جو آگے سے مکمل طور پر کھلا ہوا تھا اور اوپر کو چڑھتا ہوا دکھائی دے رہا تھا عمران تیز تیز قدم اٹھاتا آگے بڑھتا گیا اور پھر دہانے پر جا کر اسے معلوم ہوا کہ یہ ایک بڑی سی غار ہے جس کے اندر باقاعدہ کمرے بنائے گئے ہیں۔ عمران نے غار سے باہر جھانکا تو دور دور تک جنگل پھیلا ہوا تھا لیکن بظاہر وہاں کوئی آدمی نظر نہ آ رہا تھا۔ عمران تیزی سے واپس مڑا تو صفدر ایک آدمی کی یونیفارم اتار چکا تھا۔ عمران نے یہ یونیفارم پہنی اور پھر اس کے اشارے پر تنویر نے جیب سے خنجر نکالا اور دوسرے لمحے کمرے میں خونی کھیل کا آغاز ہو گیا۔ تنویر نے بڑی بے دردی سے جوزف اور آنے والے دونوں کمانڈوز کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر اخوند کے ساتھ بیہوش

پڑے ہوئے کمانڈو کی گردنیں بھی کاٹ دیں۔ اس کا انداز اس قدر ماہرانہ تھا جیسے اب تک پوری عمر اس نے اسی کام میں گزاری ہو۔ کمرے میں ہر طرف خون ہی خون پھیل گیا۔ عمران اور صفدر دونوں ہونٹ بھینچے خاموش کھڑے تھے کیونکہ تنویر جو کچھ کر رہا تھا وہ ایسی مجبوری تھی جس سے مفر نہ تھا۔ اگر یہ لوگ زندہ رہ جاتے تو پیچھے آسکتے تھے اور اگر انہیں گولیاں ماری جاتیں تو باہر موجود دوسرے کمانڈوز انہیں گھیر لیتے۔

"صفدر تم ڈاکٹر اخوند کو اٹھاؤ، راستے میں اگر کوئی روکے گا تو ہم نے یہی کہنا ہے کہ ہم اسے ٹیری کے پاس لے جا رہے ہیں اس نے طلب کرایا ہے۔ لہجہ ایکریمین رکھنا اور کیپ کو ذرا جھکا لینا۔ رات کا اندھیرا ہمیں خاصا تحفظ دے گا"۔۔۔ عمران نے انہیں ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"یہاں اسلحے کا سٹور موجود ہے، کیا خیال ہے"۔۔۔ تنویر نے خنجر ایک کمانڈو کی یونیفارم سے صاف کر کے واپس جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں ۔۔۔ اس طرح یہ سب چوکنے ہو جائیں گے اور سنو اگر ہمیں چیک کر لیا جائے تو پھر ایک دوسرے کا خیال رکھے بغیر ہم نے کسی نہ کسی طرح کنارے تک پہنچنا ہے اور ڈاکٹر اخوند کی حفاظت سب سے پہلی ترجیح ہوگی"۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر وہ تینوں تیزی سے غار کے دھانے کی طرف بڑھنے لگے۔ ڈاکٹر اخوند صفدر کے کاندھے پر لدا ہوا تھا۔

غار کے دھانے سے نکل کر وہ اس طرح اطمینان سے چلتے ہوئے آگے بڑھنے لگے جیسے سب کچھ ان کا روز کا معمول ہو لیکن ابھی انہوں

نے چند ہی قدم اٹھائے ہوں گے کہ یکلخت ایک درخت سے تیز آواز سنائی دی۔

"ہالٹ ۔۔۔ شناخت کراؤ"۔۔۔ چیختی ہوئی آواز میں کہا گیا۔

"جوزف ۔۔۔ ڈاکٹر کو ٹیری کے پاس لے جا رہے ہیں"۔۔۔ عمران نے اونچی آواز میں کہا۔ لہجہ جوزف والا تھا۔

"جوزف نہیں ۔۔۔ تم جوزف نہیں ہو۔ جوزف کا جسم بھاری ہے۔ خبردار اگر تم نے حرکت کی"۔۔۔ وہی چیختی ہوئی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی تیز سیٹی کی آواز فضا میں گونجی اور اس کے ساتھ ہی چاروں طرف سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

"سنو، ہمیں گھیرا جا رہا ہے"۔۔۔ عمران نے سرگوشی کے انداز میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے مشین گن کا رخ اس درخت کی طرف کیا جدھر سے آواز آئی تھی اور ٹریگر دبا دیا۔ تڑتڑاہٹ کی آواز کے ساتھ ہی درخت کے اوپر سے ایک انسانی چیخ سنائی دی اور دوسرے لمحے دھماکے سے ایک انسانی جسم درخت سے نیچے آگرا۔

"درختوں کی اوٹ سے بھاگو۔ صفدر تم نے ہر صورت میں کنارے پر پہنچنا ہے۔ تنویر اور میں تمہیں کور دیں گے"۔۔۔ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ اچھل کر ایک درخت کے موٹے تنے کے پیچھے ہو گیا۔ صفدر اور تنویر بھی بجلی کی سی تیزی سے درختوں کی اوٹ میں غائب ہو گئے۔

"کون ہے ۔۔۔ کون ہے ۔۔۔ رک جاؤ"۔۔۔ فائرنگ اور چیخوں کی آوازیں ابھرتے ہی دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں رک

گئی تھیں اور پھر ایک چیختی ہوئی آواز سنائی دی اور عمران نے مشین گن کا رخ اس طرف کر کے فائر کھولا اور پھر دوڑ کر ایک اور درخت کی اوٹ میں ہو گیا۔ اسی لمحے جنگل تیز فائرنگ کی آوازوں سے گونج اٹھا۔ ہر طرف فائرنگ کے شعلے لہراتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ تنویر کی طرف سے بھی فائرنگ شروع ہو گئی اور پھر عمران اسی طرح تیز فائرنگ کرتا ہوا درختوں اور جھاڑیوں کی اوٹ لیتا ہوا تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ وہ دوسری طرف سے ہونے والی فائرنگ کے شعلوں سے اندازہ لگاتا اور اس اندازے کے ذریعے راستہ بناتا آگے بڑھا جا رہا تھا کہ اچانک اسے اپنے سے کچھ فاصلے پر چیخ کی آواز سنائی دی، اور عمران اچھل پڑا کیونکہ چیخ تنویر کی تھی۔ وہ درخت کے تنے کے پیچھے سے نکلا اور زگ زیگ انداز میں دوڑتا ہوا اس طرف کو بڑھ گیا جدھر سے چیخ کی آواز سنائی دی تھی۔۔۔ یکلخت گولیوں کی بوچھاڑ اس کی طرف لپکی لیکن مخصوص انداز میں دوڑنے کی وجہ سے وہ ان گولیوں سے بال بال بچا اور درختوں کی اوٹ لیتا آخر کار اس جھاڑی کے پاس پہنچ گیا جہاں سے اس کے اندازے کے مطابق تنویر کی چیخ سنائی دی تھی۔ دوسرے لمحے اسے جھاڑی پر اوندھے منہ پڑا ہوا تنویر نظر آ گیا اس کی ایک ٹانگ پر گولیاں لگی تھیں۔ عمران نے جھک کر تنویر کو جھٹکے سے اٹھا کر کاندھے پر لادا اور ایک بار پھر وہ دوڑ پڑا لیکن اب اس نے فائرنگ بند کر دی تھی کیونکہ اب فائرنگ کرنا اس کے اپنے خلاف جاتا تھا پہلے تو وہ اپنی تیزی اور پھرتی کی وجہ سے فائرنگ کر کے جگہ بدل لیتا تھا لیکن اب تنویر کے بھاری جسم کو لادے ہونے کی وجہ سے

وہ اس قدر پھرتی نہ دکھا سکتا تھا اس لئے فائرنگ کئے بغیر وہ تنویر کو اٹھائے تیزی سے درختوں کی اوٹ لیتا اس طرح آگے بڑھتا رہا کہ مخالف اس کے دوڑنے کی پوزیشن چیک نہ کر سکیں لیکن ابھی وہ تھوڑا ہی آگے بڑھا تھا کہ یکلخت ایک درخت کے اوپر سے کوئی اس پر کودا اور عمران کو ساتھ لیتا ہوا نیچے گرا، اس کے ہاتھ میں خنجر تھا۔ عمران نے نیچے گرتے ہی یکلخت قلابازی کھائی اور دوسرے لمحے اچھل کر خنجر کا وار کرتے ہوئے اس آدمی کی گردن اس کی دونوں ٹانگوں میں جکڑی گئی۔ عمران بجلی کی سی تیزی سے کروٹ لیتا گیا۔ اس آدمی کے منہ سے ایسی آوازیں نکلیں کہ عمران سمجھ گیا کہ وہ آدمی بے بس ہے۔ عمران نے ٹانگیں کھولیں اور تیزی سے اچھل کر اس آدمی پر گرا جو اب اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ دوسرے لمحے کڑاک کی آواز کے ساتھ ہی اس آدمی کی گردن ٹوٹ چکی تھی اور وہ ساکت ہو گیا تھا۔ عمران حیران تھا کہ اس نے فائرنگ کرنے کی بجائے اس پر حملہ کیوں کیا ہے حالانکہ فائرنگ کرتے سے وہ یقینی طور پر عمران اور تنویر دونوں کو ہٹ کر سکتا تھا لیکن ظاہر ہے سوچنے کا موقع نہ تھا۔ شاید اس کی مشین گن کا میگزین ختم ہو چکا تھا یا کوئی اور بات تھی۔ بہرحال اس بار بھی عمران بال بال بچا تھا۔ اس نے جھپٹ کر تنویر کو ایک بار پھر کندھے پر لادنا چاہا کہ تنویر کے منہ سے ہلکی سی کراہ نکلی۔

"تنویر۔۔۔ تنویر ہوش میں آؤ۔ ہم خطرے میں ہیں"۔۔۔۔ عمران نے تنویر کے کان کے قریب منہ لے جاتے ہوئے انتہائی دھیمی آواز میں کہا۔

"اوہ، اوہ" تنویر کے منہ سے نکلا اور اس کے ساتھ ہی تنویر نے ایک جھٹکے سے اُٹھنے کی کوشش کی لیکن ٹانگ زخمی ہونے کی وجہ سے وہ لڑکھڑا کر گرنے لگا ہی تھا کہ عمران نے جھپٹ کر اُسے اٹھایا اور کاندھے پر لاد کر ایک بار پھر آگے دوڑ پڑا۔ پورا جزیرہ اس وقت فائرنگ کی زد میں آیا ہوا تھا لیکن یہ فائرنگ تقریباً اسی طرف کو ہو رہی تھی جہاں سے عمران نے فائرنگ روکی تھی۔ وہ لوگ شاید یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ ابھی تک وہیں چھپے ہوئے ہیں۔

"مجھے اتار دو عمران، میں چل سکتا ہوں" ـــــ تنویر نے کہا۔

"خاموش رہو" ـــــ عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا اور تنویر کی پھر آواز نہ نکلی اور پھر انہیں سمندر کی موجوں کی آوازیں قریب سے سنائی دینے لگیں۔ پھر ایک درخت کی اوٹ سے وہ جیسے ہی نکلا، اچانک ٹھٹھک کر رک گیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک زوردار قہقہہ فضا میں گونج اُٹھا کیونکہ سامنے تین لمبے تڑنگے کمانڈوز ہاتھوں میں مشین گنیں اٹھائے اس طرح کھڑے تھے جیسے ان کے ہی منتظر ہوں، اور سامنے گھاس پر صفدر اور ڈاکٹر اخوند بے حس و حرکت پڑے ہوئے تھے۔

"تم نے یہ سمجھا تھا کہ تم یہاں سے بچ کر نکل جاؤ گے" ـــــ ایک لمبے قد کے کمانڈو نے بڑے استہزائیہ لہجے میں کہا۔

"میں تو جوزف ہوں" ـــــ عمران نے تنویر کو نیچے کھسکاتے ہوئے بڑے ڈرے ڈرے اور سہمے ہوئے لہجے میں کہا اور ساتھ ہی اس

نے تنویر کا ایک ہاتھ مخصوص انداز میں دبا دیا۔

"اوہ جوزف ـــ بہت خوب، اچھا نام ہے۔ ہم نے یہاں فائرنگ اس لئے نہ کی تھی تاکہ تم راستہ نہ بدل جاؤ اور دیکھو کہ تم کس طرح سیدھے وہیں پہنچے ہو جہاں ہم تمہارے منتظر تھے۔ ویسے فکر نہ کرو تمہارا یہ ساتھی ابھی مرا نہیں ہے۔ ہم نے اس پر فائر بھی اس لئے نہ کیا تھا کہ تم تک آواز نہ پہنچے لیکن اب" ـــــ اس درمیانے قد والے نے بڑے فاخرانہ لہجے میں کہا۔

"اور اب بھی فائرنگ کی ضرورت نہیں ہے جناب، آپ حکم فرمائیں تو ہم ویسے ہی خوف کے مارے مر جائیں گے" ـــــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور اسی لمحے عمران کی سائیڈ سے شعلہ سا لپکا اور دوسرے لمحے دائیں ہاتھ پر کھڑا کمانڈو چیخ مار کر اچھل کر پشت کے بل گرا۔ اس کی گردن میں دستے تک وہ خنجر پیوست ہو چکا تھا جو عمران کی اوٹ لیکر تنویر نے پھینکا تھا۔ یہ شعلہ سا اسی خنجر کی چمک تھی اور عمران نے تنویر کا بازو مخصوص انداز میں دبایا ہی اسی لئے تھا کہ کہیں تنویر فائر ہی نہ کھول دے ورنہ اِدھر اُدھر موجود دوسرے کمانڈوز بھی وہاں پہنچ سکتے تھے اور تنویر نے اس کا اشارہ سمجھتے ہی خنجر پھینک دیا تھا۔ خنجر کا رُخ دیکھتے ہی عمران کا جسم بھی یکلخت کسی بھوکے چیتے کے سے انداز میں فضا میں اُچھلا اور اس کے ساتھ ہی باقی دونوں کمانڈوز کے حلق سے بھی چیخیں نکلیں جو اچانک اپنے ساتھی کو اس طرح گرتے دیکھ کر ایک لمحے کے لئے اس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ عمران ان دونوں کو لیتا ہوا نیچے گرا اور اس کے ساتھ ہی قلابازی کھا کر وہ ان کے عقب میں جا کھڑا

ہوا۔ وہ دونوں نیچے گرتے ہی بجلی کی سی تیزی سے اٹھنے ہی لگے تھے کہ یکلخت تنویر زخمی ٹانگ ہونے کے باوجود اچھل کر ان کے اوپر جا گرا اور اس طرح عمران کو وقفہ مل گیا۔ انہوں نے تنویر کو ایک طرف اچھالا ہی تھا کہ عمران کی لات تیزی سے گھومی اور ان میں سے ایک چیخ مار کر وہیں پھڑکنے لگا جبکہ دوسرے اٹھتے ہوئے کمانڈو کے سینے پر تنویر نے زمین پر پڑے پڑے ہاتھ گھما کر پوری قوت سے مکہ دے مارا اور اٹھتا ہوا وہ آدمی پھر دھڑام سے نیچے گرا ہی تھا کہ عمران کی لات پوری قوت سے اس کی کنپٹی پر پڑی اور اس کے منہ سے بھی چیخ نکلی اور اس کا جسم ایک لمحے کے لئے اس طرح تڑپا جس طرح پانی سے نکلنے والی مچھلی تڑپتی ہے اور دوسرے لمحے وہ پہلے والے کی طرح ساکت ہو گیا۔ تنویر زمین پر گھسٹتا ہوا تیزی سے اس آدمی کی طرف بڑھا جس کے گلے میں خنجر ترازو ہو چکا تھا۔ اس نے ایک جھٹکے سے خنجر کھینچا اور دوسرے لمحے اس نے باقی دو بیہوش پڑے کمانڈوز کے گلے کاٹنے شروع کر دیئے جبکہ عمران تیزی سے صفدر کی طرف بڑھا اندھیرے کے باوجود اسے صفدر کے سر پر موجود خون نظر آ گیا تھا۔ اس کے سر پر ضرب لگائی گئی تھی اور خون کی موجودگی بتا رہی تھی کہ چوٹ خاصی گہری ہے۔ اس لئے صفدر کوئی جدوجہد نہ کر سکا تھا۔ اس نے صفدر کو سیدھا کیا اور پھر اس کے دل پر ہاتھ رکھ کر اس کی حالت چیک کی اور پھر اس نے مطمئن انداز میں اس کا منہ اور ناک بند کر دیئے۔ چند لمحوں بعد ہی صفدر کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی اور عمران پیچھے ہٹ گیا۔ تنویر اس دوران ان تینوں کمانڈوز کے گلے کسی ماہر قصائی کی

طرح کاٹ کر اب زمین پر بیٹھا سانس لے رہا تھا پھر صفدر کراہتا ہوا ہوش میں آ گیا تو عمران نے اسے صورت حال بتا دی۔

"مجھ پر اچانک حملہ ہوا"۔۔۔۔۔ صفدر نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔ کنارہ یہاں سے قریب تھا لیکن اب مسئلہ یہ تھا کہ انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ آبدوز وہاں سے کتنی دور اور کتنی گہرائی میں موجود ہے۔ فکسڈ ٹرانسمیٹر صفدر اور عمران دونوں کے پاس تھے مگر دونوں یہیں موجود تھے جبکہ تنویر زخمی تھا اور ڈاکٹر اخوند بیہوش تھا۔ عمران نے جان بوجھ کر ڈاکٹر اخوند کو ہوش نہ دلایا تھا کیونکہ ڈاکٹر اخوند کو سمجھانے اور سنبھالنے میں خاصا وقت لگ سکتا تھا اور وقت ہی ان کے پاس نہ تھا۔

"صفدر، تم اور تنویر دونوں درختوں پر چڑھ جاؤ۔ ڈاکٹر اخوند کو بھی ساتھ لے لو۔ میں پانی میں اتر کر آبدوز کو تلاش کرتا ہوں"۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"ہمیں یہاں سے کافی ہٹ کر درختوں پر چڑھنا ہو گا ورنہ یہ لاشیں ہی ہماری موجودگی کا پتہ دے دیں گی"۔۔۔۔۔ صفدر نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"ان کی فکر نہ کرو، سمندر یہاں سے قریب ہے میں انہیں گھسیٹ کر سمندر میں ڈال دیتا ہوں۔ ورنہ وہ لوگ یہاں لاشیں دیکھ کر پورا علاقہ چھان ماریں گے"۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر اس نے جھک کر تینوں لاشیں اکٹھی کیں اور پھر اس نے ایک لاش کو اٹھا کر کاندھے پر ڈالا جبکہ دوسرے دو کی ٹانگیں جوڑ کر اس نے ایک ہاتھ سے ان دونوں کی ملی ہوئی پنڈلیاں پکڑ لیں اور انہیں گھسیٹتا ہوا آگے بڑھ گیا

جبکہ صفدر نے ایک جگہ خالی زمین سے کافی ساری مٹی تنویر سے خنجر لے کر کھودی اور پھر اس مٹی کو اٹھا کر سر پر موجود زخم پر اچھی طرح مل دی تاکہ فوری طور پر خون نکلنا تو بند ہو جائے۔ گو اس طرح کوئی زہریلا مادہ بھی زخم میں داخل ہو سکتا تھا لیکن فوری طور پر خون بند کرنے کا اور کوئی ذریعہ ہی نہ تھا اور نجانے آبدوز تک پہنچنے میں انہیں کتنا وقت لگ جاتا۔ اگر اسی طرح خون نکلتا رہتا تو ظاہر ہے پھر آبدوز تک پہنچنا تو ایک طرف یہی جزیرہ ہی ان کا مدفن بن سکتا تھا۔ تنویر کی ٹانگ سے بھی جگہ جگہ خون رس رہا تھا اور تنویر کا چہرہ اندھیرے کے باوجود زرد پڑتا صاف دکھائی دے رہا تھا۔ صفدر نے مٹی اس کے زخموں پر بھی مل دی۔ اس کے بعد اس نے ڈاکٹر اخوند کو اٹھا کر اپنے کاندھے پر لادا اور تیزی سے کچھ فاصلے پر موجود ایک درخت پر چڑھنے لگا۔ چونکہ ڈاکٹر اخوند بیہوش تھا اس لئے تنویر نے اس کی مدد کی۔ جب صفدر مناسب جگہ پر پہنچ گیا تو تنویر نے ڈاکٹر اخوند کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اسے اوپر کو اٹھایا اور صفدر نے اسے اوپر کھینچ لیا۔

”تم بھی یہیں آ جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ علیحدہ رہ کر تمہیں کچھ ہو جائے تو مجھے علم ہی نہ ہو سکے۔ یہ درخت خاصا چوڑا اور گھنا ہے“ ـــــ صفدر نے کہا اور تنویر سر ہلاتا ہوا اوپر چڑھنے لگا۔ ٹانگ زخمی ہونے کی وجہ سے اسے اوپر چڑھنے میں خاصی دقت ہو رہی تھی لیکن پھر بھی وہ گھسٹ گھسٹ کر اوپر چڑھنے میں کامیاب ہو ہی گیا۔

فائرنگ کی تیز آوازیں سنتے ہی ٹیری بے اختیار اچھل پڑا۔ وہ ابھی تک کیبن کے سامنے ہی دشمن ایجنٹوں کے نکلنے کا انتظار کر رہا تھا لیکن نجانے وہ اندر کیا کر رہے تھے کہ کافی دیر گزر جانے کے باوجود نہ ہی دروازہ کھلا اور نہ ہی کیبن کے چاروں طرف موجود کمانڈوز نے ان لوگوں کے باہر آنے کی اطلاع دی اور اب ٹیری سوچ ہی رہا تھا کہ درخت سے اتر کر وہ کمانڈوز کو ساتھ لے کر اندر جا کر صورت حال چیک کرے کیونکہ اتنی دیر تک دشمن ایجنٹوں کے اندر رہنے کا کوئی جواز ہی نہ بنتا تھا۔ اسے خیال آ رہا تھا کہ کہیں یہ دشمن ایجنٹ بھی اندر چیف باس، مادام ویالی اور ہیڈ کوارٹر میں موجود محافظوں کے ساتھ لڑائی میں ختم نہ ہو گئے ہوں اور وہ باہر بیٹھا ان کا خواہ مخواہ انتظار کر رہا ہو کہ اسی لمحے اسے جزیرے کے اندرونی طرف سے تیز فائرنگ کی آوازیں سنائی دیں اور اس نے چونک کر درخت سے نیچے چھلانگ لگا دی۔ اسی لمحے اردگرد

موجود دوسرے کمانڈوز بھی دوڑتے ہوئے اس کے قریب آگئے۔

"یہ کیسی فائرنگ ہے باس ــــ یہ تو اڈے کی طرف فائرنگ ہو رہی ہے"ــــ ایک کمانڈو نے چیختے ہوئے کہا۔

"اوہ، اوہ، کہیں کسی خفیہ راستے سے یہ ایجنٹ اڈے پر نہ پہنچ گئے ہوں۔ ڈاکٹر اخوند اور باس جیری بھی تو وہیں ہیں"ــــ ٹیری نے اچھلتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس نے جیب سے ایک ڈبہ سا نکالا اور اس کا بٹن آن کر دیا۔

"ہیلو ہیلو، ٹیری کالنگ۔ یہ کیسی فائرنگ ہو رہی ہے، اوور"ــــ ٹیری نے چیختے ہوئے کہا۔

"ٹیری میں فاسٹر بول رہا ہوں، اڈے سے تین افراد ایک بیہوش آدمی کو اٹھائے نکلے ہیں۔ انہوں نے جیکب کو مار گرایا ہے اور مشرق کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اڈے میں جیری اور جوزف کے ساتھ ساتھ دو کمانڈوز کو بھی مار دیا گیا ہے اور ڈاکٹر اخوند غائب ہے۔ ہم انہیں گھیر رہے ہیں۔ ہم جلد ہی انہیں ہٹ کر لیں گے۔ مسئلہ صرف یہ ہے کہ انہوں نے ہماری والی یونیفارمز پہن رکھی ہیں اس لئے ہمیں محتاط رہنا پڑ رہا ہے، اوور"ــــ دوسری طرف سے ایک چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

"انہیں ہر صورت میں ہٹ کرو فاسٹر، یہ بچ کر نہ نکلیں۔ میں کناروں پر موجود زیرو ون مشین والوں کو الرٹ کر دیتا ہوں، وہ زیرو ون کی وجہ سے انہیں آسانی سے چیک کر لیں گے، اوور اینڈ آل"ــــ ٹیری نے بھی چیختے ہوئے جواب دیا اور پھر ڈبے پر موجود پہلے والا بٹن آف کر کے اس نے اس کے ساتھ موجود ایک دوسرا بٹن پریس کر دیا۔

"ہیلو ہیلو، زیرو ون ہولڈرز، ٹیری کالنگ۔ تمام زیرو ون ہولڈر الرٹ ہو جائیں۔ اڈے میں سے تین دشمن ایجنٹ ہماری یونیفارمز میں ملبوس ڈاکٹر اخوند کو اٹھائے مشرق کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ زیرو ون آن کر دی جائیں۔ زیرو ون انہیں ضرور اور فوراً مارک کر لیں گی۔ ان کا خاموشی سے خاتمہ کرنا ہو گا۔ ان میں سے کسی ایک پر فائر نہ کھولا جائے ورنہ دوسرے الرٹ ہو جائیں گے۔ یہ انتہائی خطرناک ایجنٹ ہیں اور جیسے ہی یہ تینوں ہٹ ہو جائیں ــــ مجھے فوراً رپورٹ دی جائے، جو بیہوش آدمی ان کے ساتھ ہے اسے نہ مارا جائے، اوور اینڈ آل"ــــ ٹیری نے چیخ چیخ کر کہا اور پھر بٹن آف کر کے اس نے ڈبہ دوبارہ جیب میں ڈال لیا۔

"یہ وہاں اڈے میں کیسے پہنچ گئے"ــــ ساتھ کھڑے کمانڈو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہو سکتا ہے کوئی ایسا خفیہ راستہ ہیڈ کوارٹر سے اڈے کی طرف جاتا ہو۔ ہمیں تو معلوم نہیں ہے، چیف باس، مادام ویالی اور فرینک کے علاوہ شاید کرگا گن کو اس کا علم ہو"ــــ ٹیری نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ جزیرے کے اندر سے مسلسل فائرنگ کی تیز آوازیں سنائی دے رہی تھیں چونکہ جزیرے سے اندر فائرنگ ہو رہی تھی اور دشمنوں نے بھی ان جیسی یونیفارمز پہن رکھی تھیں اس لئے اب ان کا تو اندر جانا ہی فضول تھا۔ اب تو انہیں صرف زیرو ون کی طرف سے رپورٹ کا انتظار تھا۔ زیرو ون ایک خاص قسم کی کمپیوٹر چیکنگ مشین تھی جس کے اندر جزیرے کے اوپر موجود تمام کمانڈوز کے حلیے اور ضروری کوائف

فیڈ کر دیئے گئے تھے۔ ان مشینوں کی رینج صرف سو گز تک تھی اس لئے جزیرے پر دس زیرو ون مشینیں موجود تھیں جو چاروں طرف کناروں کے ساتھ ساتھ تین تین کمانڈوز کے گروپ کی تحویل میں رہتی تھیں جو ایک مخصوص رینج تک انہیں آن کئے گشت کرتے رہتے تھے تاکہ اگر کوئی اجنبی اندر آئے تو چیک ہو سکے اور اگر کوئی کمانڈو سمندر میں کودے تو بھی اسے چیک کیا جا سکے۔ یہ مشینیں اٹیمک بیٹری سے چلتی تھیں اس لئے ان کا کوئی تعلق جزیرے کے نیچے موجود ہیڈ کوارٹر سے نہ تھا

"ٹیری ایسا نہ ہو کہ یہ مشینیں ان لوگوں کو چیک ہی نہ کر سکیں"۔۔۔ اچانک ساتھ کھڑے کمانڈو نے ٹیری سے مخاطب ہو کر کہا۔

"کیوں ۔۔ تمہیں یہ خیال کیسے آیا میتھائس"۔۔۔۔ ٹیری نے چونک کر حیرت بھرے انداز میں پوچھا۔

"یہ خیال مجھے اس لئے آیا ہے کہ دشمن کے تین ایجنٹ سمندر سے نہ صرف جزیرے پر آئے بلکہ کیبن میں سے ہوتے ہوئے اندر ہیڈ کوارٹر اور وہاں سے پراسرار انداز میں اڈے تک پہنچ گئے لیکن ایک بھی زیرون نے جزیرے پر پہنچنے کی رپورٹ نہیں دی"۔۔۔۔ میتھائس نے کہا اور ٹیری کے چہرے پر بھی پریشانی کے آثار نمایاں ہو گئے۔

"اوہ ہاں ۔۔ تمہاری بات درست لگتی ہے۔ لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ آخر ایسا کیوں ہوا ہے"۔۔۔۔ ٹیری نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے انہوں نے کسی ایسے خاص کیمیکل کا میک اپ کیا ہوا ہے جسے زیرون چیک ہی نہیں کر سکتی ہوں گی۔ یہ لوگ انتہائی

خطرناک اور تیز ایجنٹ ہیں۔ ضرور انہوں نے ایسا کیا ہو گا"۔۔۔ میتھائس نے اندازہ لگاتے ہوئے کہا۔

"اوہ پھر تو یہ لوگ آسانی سے نکل جائیں گے اور ہم یہاں کھڑے انتظار ہی کرتے رہیں گے"۔۔۔۔ ٹیری نے انتہائی پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

"میرے ذہن میں ایک تجویز ہے۔ جیری نے مجھے بتایا تھا کہ یہ لوگ دو آبدوزوں کی مدد سے یہاں پہنچے ہیں جن میں سے ایک آبدوز چیف باس کی ہے جبکہ دوسری ان کی ہے۔ انہوں نے ہمارے والی آبدوز کے کیپٹن ہاک کو ہلاک کر کے اس سے کمپیوٹر آئی حاصل کر لی اور اس کمپیوٹر آئی کی مدد سے اس مخصوص راستے سے یہاں پہنچ جانے میں کامیاب ہو گئے۔ اب واپسی بھی ظاہر ہے ان کی آبدوزوں سے ہی ہو گی اور آبدوزیں سمندر کی گہرائی میں رہنے پر مجبور ہیں اور اگر سطح سمندر پر آتی بھی ہیں تو لازماً انہیں کنارے سے کافی دور سطح پر ابھرنا پڑتا ہے اور یہ لوگ اگر واقعی زیرون سے بچ نکلے تو پھر یہ پانی میں اتریں گے اور آبدوز تک پہنچیں گے اس لئے ہمیں سمندر کے اندر چیکنگ بھی کرنی چاہیے"! میتھائس نے پوری تفصیل سے تجزیہ کرتے ہوئے کہا۔

"ویری گڈ میتھائس ۔۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ تم اس قدر ذہین آدمی ہو۔ جیری کے بعد اب میں کمانڈو لیڈر ہوں اور آج سے میں تمہیں اپنا اسسٹنٹ تعینات کرتا ہوں۔ اب مجھے بتاؤ کہ ہمیں فوری طور پر کیا کرنا چاہیے۔ بوٹ پر اگر ہم گئے تو ہمیں فوراً چیک کر لیا جائے گا آبدوز سے ہی میزائل مار کر بوٹ کو اڑا دیا جائے گا"۔۔۔۔ ٹیری

نے کہا۔

"شکریہ باس، اس کے لئے بھی میرے ذہن میں ایک تجویز موجود ہے۔ ہیڈ کوارٹر کے اندر لازماً اسلحے کا بڑا اسٹور موجود ہوگا۔ اب دشمن ایجنٹ تو اندر ہیں نہیں، ہم وہاں سے غوطہ خوری کے لباس بھی لے سکتے ہیں اور آبدوز کو اڑانے والے وائلر میزائل گنیں بھی۔ یہ گنیں پانی کے اندر آسانی سے طاقتور سے طاقتور آبدوز کو تباہ کر سکتی ہیں۔ کم از کم چار افراد پانی کے اندر اُتریں اور تیزی سے کناروں کے ساتھ ساتھ گھومتے رہیں۔ کہیں نہ کہیں لازماً ٹکراؤ ہو جائے گا اور ہم آسانی سے انہیں مار سکتے ہیں"۔۔۔۔۔۔ میتھائس نے تیز تیز لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ ویری گڈ۔۔۔ آؤ میرے ساتھ اور دو اور کو بھی تم ہی منتخب کرو"۔ ٹیری نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور کیبن کے دروازے کی طرف دوڑ پڑا۔ میتھائس نے آواز دے کر دو اور لمبے تڑنگے کمانڈوز کو بلایا اور پھر وہ چاروں ہی دروازے کی طرف بڑھ گئے لیکن دروازہ اندر سے بند تھا مگر ان میں سے دو نے زور زور سے دروازے پر کندھوں کی ضربیں لگائیں اور آخر کار اسے کھول لینے میں کامیاب ہو ہی گئے۔ ٹیری نے انہیں سانس روک کر اندر چلنے کی ہدایت کی اور تھوڑی دیر بعد وہ چاروں ہیڈ کوارٹر کے اندر گھومتے ہوئے بڑے سے سٹور کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو ہی گئے۔ سٹور واقعی بہت بڑا تھا اور اس کے اندر انتہائی جدید ترین اسلحے کی پیٹیاں بھری ہوئی تھیں۔ کھلے ریک بھی ایک دیوار کے ساتھ نصب تھا جن میں ہر قسم کا اسلحہ کھلے عام رکھا گیا تھا۔

"تم ان گنوں کو پہچانتے ہو میتھائس، مجھے تو معلوم نہیں ہے"۔۔۔

ٹیری نے سٹور روم میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"یس باس، میں ایکریمین نیوی کے اسلحہ سٹور میں کافی عرصہ ملازمت کرتا رہا ہوں اور میں نے اس کا باقاعدہ کورس پاس کیا ہوا ہے"۔۔۔ میتھائس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ پھر تلاش کرو انہیں"۔۔۔۔۔۔ ٹیری نے کہا اور میتھائس تیزی سے ایک ریک کی طرف بڑھ گیا۔

"موجود ہیں باس، بلکہ جدید ترین ماڈل ہیں"۔۔۔۔۔۔ میتھائس کی مسرت بھری آواز سنائی دی اور پھر اس نے ریک کے ایک کونے سے چپٹی نال اور چھوٹے دستے کی ایک گن اٹھائی جو تمام تر سیاہ رنگ کی تھی اس نے گن ٹیری کی طرف بڑھا دی۔ پھر اس نے دو اور گنیں دوسرے ساتھیوں کو دیں اور ایک خود اُٹھا کر اس نے اس کا میگزین اٹھایا اور پھر سب کو میگزین بدلنے کا طریقہ سمجھانے لگا۔ یہ سرخ رنگ کے پنسل نما لمبے کیپسول تھے۔ گن میں بیک وقت چار کیپسول بھرے جا سکتے تھے چنانچہ چاروں گنوں میں فل میگزین لوڈ کر دیا گیا۔ پھر غوطہ خوری کے لباس اٹھانے کے ساتھ ساتھ انہوں نے پانی میں چلنے والی مخصوص مشین گنیں بھی اٹھائیں اور انہیں بھی لوڈ کر لیا۔ اس کے بعد غوطہ خوری کے لباس اٹھا کر وہ ہیڈ کوارٹر سے نکلے اور کیبن سے گزر کر باہر آ گئے۔

"پہلے میں چیک کر لوں، اب تک تو کسی نہ کسی زیرون کو انہیں چیک کر لینا چاہیے تھا"۔۔۔۔۔۔ ٹیری نے کہا اور جیب سے باکس نکال کر اس نے اس کا بٹن دبایا اور زیرون سیکشنز کو باری باری کال کرنا شروع کر دیا۔ اس میں سے نو سیکشنز نے تو کال بھی وصول کی اور انہوں نے

جواب بھی دے دیا جبکہ آٹھ نمبر سیکشن کی طرف سے سرے سے کال ہی وصول نہ کی گئی۔

"اوہ، اوہ اس کا مطلب میتھائس کہ آٹھ نمبر سیکشن سے ان کا ٹکراؤ ہو چکا ہے اور کال وصول نہ کرنے کا یہی مطلب ہے کہ آٹھ نمبر سیکشن کو انہوں نے ختم کر دیا ہے"۔۔۔۔ ٹیری نے باکس کا بٹن آف کرتے ہوئے تیز لہجے میں کہا۔

"یہ آٹھ نمبر سیکشن کہاں تعینات ہے"۔۔۔۔ میتھائس نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا۔

"تھری ون پوائنٹ پر"۔۔۔۔ جیری نے جواب دیا۔

"اوکے، پھر ہمیں پانی میں سے ہوتے ہوئے سب سے پہلے وہیں جانا چاہیے"۔۔۔۔ میتھائس نے کہا اور ٹیری نے سر ملا دیا پھر وہ چاروں سامان اٹھائے دوڑتے ہوئے کنارے کی طرف بڑھ گئے۔ کنارے پر پہنچ کر ان چاروں نے غوطہ خوری کے جدید لباس پہنے واٹر گن کو گلے میں لٹکا کر اور واٹر پروف مشین گن کو ہاتھوں میں لے کر وہ چاروں تیزی سے پانی کے اندر اتر گئے اور دوسرے لمحے جیری کی رہنمائی میں ان چاروں نے کنارے کے ساتھ ساتھ پانی کے اندر تیرتے ہوئے پوائنٹ تھری ون کی طرف بڑھنا شروع کر دیا جہاں سے زیرو ون سیکشن نے کال کا جواب نہ دیا تھا۔

عمران نے تینوں کمانڈوز کی لاشیں پانی میں اچھالیں اور پھر خود بھی اس نے سمندر میں چھلانگ لگا دی۔ بغیر غوطہ خوری کے لباس کے وہ پانی کے اندر زیادہ گہرائی تک نہ جا سکتا تھا اور آبدوز یقیناً خاصی گہرائی میں ہی ہو گی اور یہ بھی معلوم نہ تھا کہ وہ کس طرف اور کہاں ہو گی کیونکہ عمران کو قطعاً یہ اندازہ نہ تھا کہ وہ اس وقت جزیرے کے کس حصے سے پانی میں اترا ہے لیکن چونکہ اس کے سوا اور کوئی صورت ہی نہ تھی۔ اس لئے کچھ نہ کرنے سے کچھ کرنا ہی اس نے زیادہ بہتر سمجھا تھا۔ وہ سانس روک کر پانی کے اندر غوطہ لگاتا اور پھر تیزی سے ترچھے انداز میں گہرائی میں بھی چلا جاتا اور آگے بھی بڑھتا جاتا۔ جب اسے محسوس ہوتا کہ اب مزید سانس روکنا ناممکن ہو جائے گا تو پھر وہ سانس لینے کے لئے سطح پر آ جاتا تھا لیکن اس نے یہ حکمت عملی بہرحال ذہنی طور پر طے کر لی تھی کہ وہ کنارے سے زیادہ دور سمندر کی طرف جانے کی بجائے اس کے

ساتھ ساتھ کچھ فاصلے پر گہرائی کو اپنی حد تک چیک کر رہا تھا۔ اس طرح اس کا خیال تھا کہ وہ آبدوز کو چیک کر سکے گا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ آبدوز کیبن والی سائیڈ پر ہی موجود ہے۔ تیزی سے غوطے لگاتے وہ آگے بڑھا جا رہا تھا کہ ایک بار غوطہ لگاتے ہی پانی کے اندر اسے دور سے چار غوطہ خور کنارے کے قریب پانی میں اترتے ہوئے دکھائی دیئے۔ عمران کے پاس چونکہ غوطہ خوری والی مخصوص عینک بھی نہ تھی اور پانی کے اندر خالی آنکھیں کھول کر زیادہ دیر تک دیکھنا بھی محال تھا اس لئے عمران نے اس کا یہ حل نکالا تھا کہ اس نے لباس میں سے ایک کپڑے کی پٹی پھاڑ کر اس میں آنکھوں کے سامنے دو باریک سوراخ کئے اور پھر اس پٹی کو آنکھوں پر اس طرح کس کر باندھ دیا کہ آنکھوں کے سامنے صرف دو چھوٹے چھوٹے سوراخ ہی تھے اس طرح وہ کسی حد تک پانی کے اندر دیکھنے میں قادر ہو گیا تھا کیونکہ پانی اب پوری آنکھ میں داخل نہ ہو سکتا تھا اور چونکہ پٹی آنکھوں کے ساتھ کس کر بندھی ہوئی تھی اس لئے اس چھوٹے سوراخ سے بھی پانی اندر نہ جا سکتا تھا لیکن اس کے باوجود بہرحال اسے ان سوراخوں سے کسی نہ کسی حد تک پانی اندر رسنے کی وجہ سے نہ صرف آنکھوں میں شدید جلن سی محسوس ہونے لگ گئی تھی، بلکہ اسے پوری طرح واضح بھی نظر نہ آ رہا تھا لیکن بہرحال گزارہ ہو رہا تھا اس لئے جب اس نے چار غوطہ خوروں کے دھندلے سے سائے کنارے کے ساتھ تیزی سے آگے بڑھتے دیکھے تو وہ چونک کر مڑا۔ وہ چونکہ اب کنارے سے کافی دور سمندر میں تھا اور وہ چاروں پانی میں اترتے ہی کنارے کے ساتھ ساتھ سیدھے آگے بڑھے جا رہے تھے اس لئے ان چاروں

نے اسے چیک نہ کیا تھا اور عمران گھوم کر ان کے عقب میں تیزی سے تیرنے لگا۔ اب غور سے دیکھنے پر اس نے دو اور چیزیں بھی چیک کر لی تھیں اور اس کے نقطہ نظر سے یہ دونوں چیزیں اس کے اور اس کے ساتھیوں کے لئے انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتی تھیں۔ ان میں سے ایک تو اس نے واٹر گن چیک کی تھی جو ان چاروں کے کاندھوں سے لٹکی ہوئی تھیں اور پانی کے اندر چلنے والی مخصوص مشین گن، واٹر گن کے بارے میں وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اس کے ذریعے کسی ساکت آبدوز کو تباہ کیا جا سکتا تھا جبکہ مشین گن کی وجہ سے وہ آسانی سے ان کا شکار بن سکتا تھا جبکہ اس کے پاس پانی کے اندر استعمال ہونے والا سرے سے کوئی اسلحہ بھی موجود نہ تھا۔ ان دونوں چیزوں کو چیک کرتے ہی اس کے ذہن نے فوری طور پر یہ نتیجہ نکال لیا کہ یہ لوگ یقیناً آبدوز اور ان کے خاتمے کے لئے پانی میں اترے ہیں چونکہ وہ چاروں اکٹھے جا رہے تھے اس لئے عمران کے لئے یہ بھی ممکن نہ تھا کہ وہ ان میں سے ایک کو قابو کر کے اس سے غوطہ خوری کا لباس اور واٹر مشین گن چھین سکتا اس لئے وہ خاموشی سے کافی فاصلہ دے کر ان کے پیچھے ہی تیرنے لگا۔ البتہ اسے بار بار اوپر سطح پر جانا اور پھر نیچے اترنا پڑتا تھا جس کی وجہ سے فاصلہ اور زیادہ بڑھتا جا رہا تھا لیکن بہرحال اس نے ان کا تعاقب کسی نہ کسی انداز میں جاری رکھا اور پھر ایک بار جب سطح پر ابھر کر اپنے پھیپھڑوں میں سانس بھرنے کے بعد وہ غوطہ لگا کر آگے بڑھنے لگا تو وہ یکلخت چونک پڑا کیونکہ اس نے کنارے کے قریب ان میں سے دو افراد کو تیرتے ہوئے دیکھا جبکہ دو افراد پانی سے نکل کر اوپر جا رہے تھے اور عمران کے اندازے

کے مطابق یہ تقریباً وہی جگہ تھی جہاں سے عمران پانی کے اندر اُترا تھا اسی لمحے ایک خیال فوری طور پر عمران کے ذہن میں آیا اور اس نے انتہائی تیز رفتاری سے کنارے کی طرف تیرنا شروع کر دیا۔ اس نے سوچا کہ اگر جنگل میں جا کر وہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو بھی گرا لینے میں کامیاب ہو جائے تو اس کا مسئلہ آسانی سے حل ہو سکتا تھا۔ وہ غوطہ خوری کا لباس بھی حاصل کر سکتا تھا اور واٹر مشین گن بھی، اس طرح وہ باقی افراد کا بھی آسانی سے خاتمہ کر سکتا تھا اور غوطہ خوری کا لباس موجود ہونے کی وجہ سے آبدوز کو بھی تلاش کر سکتا تھا چنانچہ وہ تیزی سے کنارے کی طرف بڑھنے لگا لیکن ابھی وہ کنارے سے کچھ دور تھا کہ اسے سانس لینے کے لئے تیزی سے سطح سمندر پر اُبھرنا پڑا اور اسی دوران اس نے دیکھا کہ وہ دونوں چونک کر اس کی طرف مڑے اور پھر جب تک عمران سطح تک پہنچا وہ دونوں بجلی کی سی تیزی سے اس کی طرف بڑھنے لگے۔ اب عمران حقیقتاً بُری طرح پھنس گیا تھا۔ اگر وہ سطح سمندر پر نہ جاتا تو اس کا سینہ پھٹنے کے قریب ہو رہا تھا اور وہ چند لمحے مزید گزارنے سے بیہوش ہی ہو سکتا تھا اور اگر اوپر جاتا تو اسے نیچے سے آسانی سے واٹر مشین گن سے ہٹ کیا جا سکتا تھا لیکن سانس لینا بہرحال ضروری تھا کیونکہ اس کا جسم جدوجہد کرنے سے ہی قاصر ہو جاتا اس لئے اس نے ایک اور ترکیب استعمال کی اور اس نے اپنے جسم کو اس قدر تیزی سے جھٹکا دے کر اوپر کو اچھالا کہ سطح سمندر سے اس کا سر ہی باہر نہ نکلا بلکہ زوردار جھٹکے کی وجہ سے اس کا پورا جسم بالکل اس طرح سطح سمندر سے اوپر کو اٹھتا گیا جیسے ڈولفن مچھلی کھیلنے کے

لئے سطح سمندر سے اوپر اپنے جسم کو اچھالتی ہے اور اوپر جسم کے نکلتے ہی اس نے نہ صرف تیزی سے نیا سانس اپنے پھیپھڑوں میں بھرا بلکہ اپنے جسم کو فضا میں موڑ کر اس نے ٹھیک اسی جگہ پانی کے اندر غوطہ لگایا جہاں اس کے نقطہ نظر سے وہ دونوں اس کے پیچھے آتے ہوئے پہنچ چکے ہوں گے۔ اس کی کوشش تھی کہ وہ عین ان کے سروں کے اوپر پہنچ جائے یا پھر ان کے عقب میں پانی میں اترے اور اس کا اندازہ درست ثابت ہوا۔ اس نے جیسے ہی نیچے غوطہ لگایا دوسرے لمحے وہ عین ان دونوں کے جسموں کے اوپر پہنچ گیا۔ وہ دونوں ابھی تک اسی جگہ واٹر مشین گن سے فائرنگ کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے جدھر عمران نے باہر جمپ لگایا تھا۔ عمران پوری قوت سے نیچے گیا اور اس کے ساتھ ہی اس کی لات پانی کے اندر پوری قوت سے گھومی اور ایک مشین گن بردار تیزی سے لڑھکتا ہوا دور تک چلا گیا جبکہ دوسرے کے ہاتھ سے عمران نے بجلی کی سی تیزی اور زوردار جھٹکے سے واٹر مشین گن چھینی اور پھر اس سے پہلے کہ لات کھا کر پانی میں گھومتا ہوا آدمی اس پر فائر کھولتا عمران نے اس پر فائر کھول دیا اور پانی کے اندر شعلوں کی لکیر سی نکلتی ہوئی اس آدمی سے ٹکرائی اور وہ پانی کے اندر ہی بُری طرح تڑپنے لگا۔ اس کے ہٹ ہوتے ہی عمران بجلی کی سی تیزی سے دوسرے آدمی کی طرف مڑا جس سے اس نے واٹر مشین گن چھینی تھی کہ یکلخت نیلے رنگ کا بڑا سا شعلہ اس کے ہاتھ کے قریب سے ہوتا ہوا واٹر مشین گن سے ٹکرا اور عمران کے ہاتھوں سے مشین گن اس طرح غائب ہو گئی جیسے کسی نے جادو کے زور سے اسے غائب کر دیا ہو،

اس کے ساتھ ہی عمران نے یکلخت اپنے جسم کو پانی میں تیزی سے موڑا اور دوسرا نیلا شعلہ اس کے پیٹ سے بالکل نیچے سے نکلتا ہوا سطح کی طرف بڑھ گیا۔ دوسرا آدمی واٹر گن سے اس پر خوفناک واٹر کیپسول فائر کئے چلا جا رہا تھا۔ پہلا کیپسول گن سے ٹکرایا تھا اور اس نے گن کو اس طرح "آناً فاناً" پگھلا دیا تھا کہ عمران کے ہاتھوں میں اس کا دستہ بھی زور دار جھٹکا لگنے سے نکل گیا تھا۔ دوسرے فائر سے وہ لبس بال بال بچا تھا کیونکہ واٹر کیپسول جو آبدوز کو توڑ دیتا تھا اگر عمران کے جسم سے ٹکرا جاتا تو ظاہر ہے عمران کے جسم کی ایک ایک ہڈی کروڑوں ریزوں میں تبدیل ہو جاتی' دوسرا فائر ہوتے ہی عمران نے پانی کے اندر یکلخت پلٹنی سی کھائی اور اس کے ساتھ ہی تیسرا نیلا شعلہ اس کے بالوں سے رگڑ کھاتا ہوا نکل گیا۔ عمران کو ایک لمحے کے لئے یوں محسوس ہوا جیسے اس کے سر کا اوپر والا حصہ کسی نے جلتی ہوئی بھٹی میں جھونک دیا ہو لیکن عمران کے پاس اس بارے میں سوچنے کا ایک سیکنڈ بھی نہ تھا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ واٹر گن میں چار کیپسول لوڈ ہوتے ہیں اور ابھی چوتھا باقی رہتا تھا۔ عمران نے پٹخنی کھاتے ہی یکلخت اپنے جسم کو پوری قوت ارادی سے ساکت کر لیا اور اس کی توقع کے عین مطابق چوتھا نیلا شعلہ اس کے پیروں کے نیچے سے گزر گیا۔ پہلے فائر سے تو اسے قسمت نے بچایا تھا کیونکہ اس وقت اسے اس فائر کا علم ہی نہ تھا لیکن باقی تین فائر اس نے ان کی نفسیات کو سامنے رکھتے ہوئے بچائے تھے۔ پانی میں سنگ آرٹ کا فن بھی نہ دکھایا جا سکتا کیونکہ سنگ آرٹ کے مظاہرے کے لئے سخت زمین ضروری تھی جہاں وہ پیروں کی

مدد سے اپنی مرضی سے اچھل اور گھوم سکتا تھا لیکن ظاہر ہے پانی میں اس طرح انتہائی رفتار سے نہ اچھلا جا سکتا تھا اور نہ گھوما جا سکتا تھا لیکن وہ جانتا تھا کہ فائر کرنے والا بھی تربیت یافتہ کمانڈو ہے اس لئے اس نے کمانڈو تربیت اور ان کی نفسیات کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے جسم کو بار بار حرکت دی تھی۔ آخری بار اس نے بڑی مشکل سے اپنے جسم کو ساکت کیا تھا کیونکہ جس انداز میں اس نے پٹخنی کھائی تھی اس کا لازمی نتیجہ تھا کہ وہ اس کے ردعمل میں نیچے کی طرف غوطہ لگاتا۔ یہی وجہ تھی کہ مقابل نے نیچے کو گن رکھ کر آخری فائر کیا تھا۔ اگر عمران پٹخنی کھانے کے بعد اپنے جسم کو ساکت رکھنے والا بظاہر ناممکن کارنامہ سرانجام نہ دے سکتا تو آخری فائر لازماً اس کے سینے سے ٹکراتا اور اس وقت عمران کا جسم لاکھوں کروڑوں ٹکڑوں میں تقسیم ہو کر سمندر کے پانی میں بہہ رہا ہوتا۔ چوتھا فائر خالی جاتے ہی عمران کا جسم یکلخت حرکت میں آیا اور وہ تیزی سے بجائے فائر کرنے والے کی طرف بڑھنے کے پانی کے اندر پھڑکنے کے بعد ساکت ہو کر اوپر کو جاتی ہوئی پہلے کمانڈو کی لاش کی طرف بڑھنے لگا جس کے کاندھے سے واٹر گن تو نہیں لٹک رہی تھی البتہ واٹر مشین گن ابھی تک اس کے مردہ ہاتھوں میں موجود تھی۔ اس گن کی وجہ سے اس کی لاش تیزی سے اوپر کو نہ اٹھ رہی تھی لیکن بہرحال وہ اوپر جا ضرور رہی تھی۔ فائر کرنے والا کمانڈو بھی تیزی سے اوپر کو اچھلا اور پھر اس سے پہلے کہ عمران مردہ کمانڈو تک پہنچتا اس نے عمران کی پنڈلیوں پر خالی واٹر گن کو پوری قوت سے مارا اور عمران کا جسم خود بخود ضرب کھا کر تیزی سے گھوما اور اسی لمحے اس کمانڈو نے ایک بار پھر پانی

کے اندر بازو گھمایا تاکہ واٹر گن کو اس بار عمران کے جسم سے مار سکے لیکن عمران نے گھومتے ہی الٹا غوطہ لگایا اور اس کے دونوں پیر اس طرح کمانڈو کے سینے سے ٹکرائے جیسے اس نے اس کے سینے پر بھرپور انداز میں فلائنگ کک ماردی ہو اور وہ کمانڈو زوردار ضرب کا دھکا کھا کر کافی دور تک پانی کے اندر تک چلا گیا اور عمران کا جسم تیزی سے گھوما اور اس نے ایک بار پھر سطح کی طرف پوری رفتار سے اپنے جسم کو اٹھانا شروع کر دیا کیونکہ اب اس کا سانس بھی پھولنے لگ گیا تھا۔ پانی کے اندر اس خوفناک اور جان لیوا جدوجہد کی وجہ سے اسے بے پناہ تیزی سے حرکت کرنی پڑی تھی اس لئے اس کا سانس جلد ہی پھول گیا تھا مردہ کمانڈو کا جسم اب اسے پانی پر تیرتا ہوا کچھ دور جاتا دکھائی دے رہا تھا اور پھر جب تک واٹر گن سے فائر کرنے والا واپس اس تک پہنچا عمران اس مردہ کمانڈو تک پہنچ جانے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے بجلی کی سی تیزی سے سر باہر نکال کر سانس باہر نکالا اور ساتھ ہی اپنے جسم کو سمیٹ کر اوپر کر لیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے دونوں ہاتھ تیزی سے مردہ کمانڈو کے ہاتھ میں پھنسی ہوئی گن پر پڑ گئے۔ مردہ کمانڈو کے ہاتھ گن پر اتنی سختی سے جمے ہوئے تھے کہ عمران کو اس کے ہاتھ چھڑانے کے لئے کافی جدوجہد کرنی پڑی۔ اس دوران اس نے سانس بھی اپنے پھیپھڑوں میں بھر لیا لیکن اسی لمحے اس کی ٹانگوں پر زوردار ضرب لگی یہ ضرب اس قدر زوردار تھی کہ اس کے جسم میں درد کی تیز لہر سی دوڑی اور ضرب کے زوردار جھٹکے سے اس کے ہاتھ سے گن بھی نکل کر نیچے پانی میں گرتی گئی۔ عمران کا جسم تیزی سے گھوما اور اس نے گن کے پیچھے

غوطہ لگایا ہی تھا کہ وہ کمانڈو جس نے خالی واٹر گن کی ضرب اس کی ٹانگوں پر لگائی تھی کو اس نے تیزی سے گن کے پیچھے جھپٹتے ہوئے دیکھا عمران بجلی کی سی تیزی سے اس کی طرف بڑھا اور پھر جیسے ہی اس کمانڈو کا ہاتھ گن پر پڑا اسی لمحے عمران اس کے سر پر پہنچ گیا اور اس کے ساتھ ہی عمران اچھل کر اس کی پشت پر آیا اور دوسرے لمحے اس نے دونوں ہاتھ اس کے کاندھوں سے آگے کر کے گن پر ڈال دیئے اور گن چھیننے کی کوشش کرنے لگا۔ کمانڈو نے تیزی سے گھوم کر اسے اپنے جسم سے علیحدہ جھٹکنا چاہا لیکن عمران تو اس کے جسم سے اس طرح چمٹ گیا تھا جیسے آکاش بیل کسی درخت سے چمٹ جاتی ہے۔ وہ کمانڈو بھی خاصا عقلمند ثابت ہوا۔ اس نے جب ایک دو بار تیزی سے گھوم کر عمران کو جھٹکنے کی کوشش ناکام ہوتے دیکھی تو اس نے تیزی سے گہرائی میں غوطہ لگا دیا۔ ظاہر ہے وہ غوطہ خوری کے لباس میں تھا جبکہ عمران بغیر اس کے تھا اس لئے لازماً عمران کو سانس لینے کے لئے اسے چھوڑ کر اوپر جانا پڑتا اس طرح گہرائی سے اوپر جاتے ہوئے وہ واٹر مشین گن سے اسے آسانی سے ہٹ کر سکتا تھا اور اگر عمران اوپر نہ جاتا تو لازماً بیہوش ہو کر اس کے رحم و کرم پر رہ جاتا لیکن اسے یہ معلوم نہ تھا کہ اس کی پشت سے چمٹا ہوا آدمی علی عمران ہے جس کا ذہن ایسے موقعوں پر کمپیوٹر سے بھی زیادہ تیز رفتاری سے نہ صرف منطقی نتائج نکال لیتا ہے بلکہ اس کا حل بھی سوچ لیتا ہے چنانچہ وہی ہوا۔ جیسے ہی اس نے نیچے گہرائی میں غوطہ لگایا عمران نے ایک ہاتھ گن سے اٹھایا اور اس کمانڈو کے سر پر چھپتے ہوئے کنٹوپ میں سے نکلی ہوئی اس نلکی پر اپنا ہاتھ

جما دیا جس میں سے کنٹوپ کے اندر لگی ہوئی جدید مشین کے ذریعے سمندر
کے پانی سے آکسیجن کشید کر کے اس تک پہنچائی جا رہی تھی کیونکہ عمران
پہلے ہی چیک کر چکا تھا کہ ان لوگوں نے جدید قسم کے غوطہ خوری کے
لباس پہنے ہوئے ہیں جن میں سلنڈر پشت پر لاد کر لے جانے کی ضرورت
نہیں ہوتی ہاتھ سے نلکی بند کرنے کے ساتھ ہی عمران نے گن پر رکھے
ہوئے ہاتھ کو جھٹکے دینے شروع کر دیئے۔ اس کمانڈو کو جب آکسیجن
ملنی بند ہوئی تو اس کا جسم تیزی سے پانی کے اندر ہی پھڑکنے لگا،
لیکن عمران نے مضبوطی سے ٹانگوں اور ایک بازو کی مدد سے اپنے جسم
کو اس کے جسم کے ساتھ جکڑے رکھا اور دوسرے ہاتھ سے اس نے مسلسل
نلکی کا منہ بند کئے رکھا۔ چند لمحے تیزی سے پھڑکنے کے بعد یکلخت اس
کمانڈو کی گرفت واٹر مشین گن پر ڈھیلی پڑ گئی اور عمران نے زور دار
جھٹکے سے واٹر مشین گن کھینچی اور اس کے ساتھ ہی وہ اس کے جسم
سے علیحدہ ہو کر تیزی سے پانی میں دور تک تیرتا چلا گیا۔ گو اس کا اپنا
سانس اب بند ہونے لگا تھا لیکن ظاہر ہے وہ اب اس کمانڈو کو بچ
نکلنے کا موقع نہ دے سکتا تھا چنانچہ اس نے بجلی کی سی تیزی سے
واٹر مشین گن کا رخ اس کی طرف کیا اور فائر کھول دیا۔ واٹر مشین گن
سے نکلنے والے شعلوں کی ایک لکیر اس کے سینے کے نیچے پیٹ سے
ٹکرائی اور کمانڈو کا جسم چند لمحے تیزی سے پھڑکنے کے بعد ساکت ہو گیا
ساکت ہوتے ہی اس کا جسم تیزی سے اوپر کو اٹھنے لگا۔ ادھر عمران
کے سانس کی صورت حال بھی دوبھر ہو چکی تھی لیکن عمران اب اس کی
لاش کو ہاتھ سے نہ گنوانا چاہتا تھا۔ اس لئے وہ یکلخت اس لاش

کی طرف جھکا اور ایک ہاتھ میں گن اور دوسرے ہاتھ میں اس کا بازو
جکڑے وہ تیزی سے سطح کی طرف اٹھتا چلا گیا۔ پانی کی سطح سے سر باہر
نکالتے ہی اس نے پاگلوں کی طرح سانس باہر نکالا اور پھر جلدی جلدی
اور تیز تیز سانس لے کر اس نے اپنے ماؤف ہوتے ہوئے ذہن کو
سنبھالا دیا۔ البتہ ایک ہاتھ میں گن اور دوسرے ہاتھ میں اس نے مردہ
کمانڈو کی لاش بدستور پکڑے رکھی۔ جب اس کا سانس بحال ہو گیا تو
اس نے اسے کھینچتے ہوئے تیزی سے کنارے کی طرف بڑھنا شروع
کر دیا۔ اسی لمحے اس نے دور سے دو غوطہ خوروں کو پانی کے اندر کودتے
ہوئے دیکھا اور وہ سمجھ گیا کہ یہ ان چاروں میں سے وہ دو ہوں گے جو
انہیں چھوڑ کر خشکی پر چڑھ گئے تھے۔ لیکن عمران مطمئن تھا کہ
صفدر اور تنویر چونکہ درختوں پر چھپے ہیں اس لئے وہ انہیں چیک نہ
کر سکے ہوں گے۔ پانی کے اندر خوفناک اور جان لیوا جنگ نے درحقیقت
عمران کو خاصا نڈھال کر دیا تھا لیکن اس کا یہ فائدہ ضرور ہوا تھا کہ
وہ اس جگہ سے کافی دور آ گیا تھا جہاں وہ دونوں دوبارہ پانی میں کودے
تھے۔ اس طرح اسے یقین تھا کہ کنارے تک پہنچنے تک وہ ان دونوں
کو نظر نہ آ سکے گا اور وہی ہوا کنارے کے قریب پہنچ کر پہلے اس
نے گن باہر پھینکی اور پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے اس مردہ کمانڈو
کو پکڑ کر باہر کی طرف اچھال دیا۔ اس نے اس کے پیٹ پر اس لئے
جان بوجھ کر فائرنگ کی تھی کہ وہ اس کا لباس خود استعمال کرنا چاہتا
تھا۔ اسے معلوم تھا کہ پیٹ پر جس جگہ گن کے سوراخ ہو گئے ہوں گے
وہاں وہ کپڑا باندھ کر پانی کو لباس کے اندر جانے سے روک لے گا

لیکن اگر کنٹوپ ٹوٹ جاتا تو پھر یہ لباس بیکار ہو جاتا. مردہ کمانڈو کو
اوپر اچھالنے کے بعد عمران بھی بجلی کی سی تیزی سے اوپر جزیرے پر
چڑھ گیا. پہلے چند لمحے تو وہ زمین پر لیٹ کر احتیاط سے ادھر ادھر
دیکھتا رہا. جب اسے یقین ہو گیا کہ اسے کہیں سے چیک نہیں کیا
جا رہا تو اس نے تیزی سے گھسٹ کر اس مردہ کمانڈو کے جسم سے
غوطہ خوری کا لباس اتارنا شروع کر دیا. لباس اتار کر اس نے اٹھ کر
اسے خود پہنا اور پھر اس نے اس کمانڈو کی یونیفارم کی قمیض کو پھاڑ کر
ایک چوڑی پٹی پھاڑی اور اسے اپنے پیٹ پر لباس کے اوپر بیلٹ کی
طرح کس کر باندھ لی جہاں قریب قریب مشین گن کی گولیوں نے دس
سوراخ کر دیئے تھے. پوری طرح پٹی کو سوراخوں پر ایڈجسٹ کرنے کے
بعد اس نے غوطہ خوری والے مخصوص جوتے ہاتھ میں پکڑے اور دوسرے
ہاتھ میں واٹر مشین گن تھامے وہ تیزی سے اس طرف کو بڑھ گیا جدھر
اس کے اندازے کے مطابق صفدر تنویر اور ڈاکٹر اخوند موجود تھے لیکن
دوسرے لمحے وہ بے اختیار ٹھٹک گیا. اسے ایک اور خیال آ گیا تھا کہ
وہ صفدر سے مکسڈ ٹرانسمیٹر پر بھی تو بات کر سکتا تھا چنانچہ وہ تیزی
سے ایک قریبی درخت کی طرف بڑھا اور ایک لمحے کے لئے اس نے
درخت کا جائزہ لیا اور پھر اوپر چڑھتا گیا. گھنی شاخوں میں پہنچ کر اس
نے گن کو ایک دو شاخے میں پھنسایا اور پہلے اس نے کپڑے کی بیلٹ
کھول کر ایک اور شاخ سے لٹکائی اور پھر لباس کی زپ کھولنا
شروع کر دی کیونکہ ٹرانسمیٹر اس نے ایک موٹے کپڑے میں لپیٹ کر
لباس کی اندرونی جیب میں چھپایا ہوا تھا تاکہ وہاں تک پانی کم سے کم

پہنچ سکے. تھوڑی دیر بعد ٹرانسمیٹر باہر آ گیا. کپڑا خاصا گیلا تھا اس
لئے عمران کا منہ بن گیا. اس نے کپڑا ہٹایا اور ٹرانسمیٹر کا بٹن دبایا.
بٹن دبتے ہی جیسے ہی ٹرانسمیٹر میں سے ہلکی سی سائیں سائیں کی
آواز نکلی عمران کا چہرہ کھل اٹھا. اس کا مطلب تھا کہ پانی ابھی ٹرانسمیٹر
کی اندرونی مشینری ناکارہ نہ کر سکا تھا.

"ہیلو ہیلو عمران کالنگ, اوور" ـــــ عمران نے دبے دبے لہجے
میں کال دیتے ہوئے کہا.

"یس صفدر اٹنڈنگ, اوور" ـــــ چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر میں
سے صفدر کی آواز ابھری اور عمران کا چہرہ مسرت اور امید سے کھل
اٹھا کیونکہ اس کے دل میں بہرحال یہ کھٹکا موجود تھا کہ کہیں ان غوطہ
خوروں نے صفدر اور تنویر کو مارک نہ کر لیا ہو.

"کیا پوزیشن ہے, تم چیک تو نہیں ہوئے, اوور" ـــــ عمران
نے پوچھا.

"دو افراد غوطہ خوری کا لباس پہنے اوپر آئے تھے. وہ کافی دیر تک
ادھر ادھر گھوم کر چیکنگ کرتے رہے لیکن پھر واپس سمندر میں چلے گئے
ہیں. میں اور تنویر دونوں ٹھیک ہیں. ڈاکٹر اخوند ابھی تک بیہوش
ہے. ہم ایک ہی درخت پر بیٹھے ہوئے ہیں. آپ بتائیں مجھے ان غوطہ
خوروں کی وجہ سے آپ کی طرف سے بے حد فکر تھی, اوور" ـــــ
صفدر نے جواب دیا اور عمران نے جواب میں مختصر طور پر پانی کے اندر
ہونے والی خوفناک جنگ کے بارے میں صفدر کو بتایا اور ساتھ ہی بتا
دیا کہ اب وہ غوطہ خوروں کا مقابلہ بھی آسانی سے کر سکتا ہے اور آبدوز کو

بھی تلاش کر سکتا ہے۔ اس لئے وہ مطمئن رہیں۔ اس کے ساتھ ہی اس نے ٹرانسمیٹر آف کر کے اسے اس گیلے کپڑے میں لپیٹنے کی بجائے ویسے ہی جیب میں ڈال لیا کیونکہ اب اوپر غوطہ خوری کا لباس موجود تھا جس میں سے پانی اندر نہ جا سکتا تھا۔۔۔۔ غوطہ خوری والے لباس کی زپ لگا کر اس نے شاخ سے لٹکتی ہوئی کپڑے کی چوڑی پٹی کھینچی اور اسے دوبارہ پیٹ پر باندھنے میں مصروف ہو گیا۔ پٹی باندھ کر اس نے اسے سوراخوں پر ایک بار پھر ایڈجسٹ کیا ہی تھا کہ اچانک اس کے ہاتھ رک گئے۔ اس نے کنارے سے ایک غوطہ خور کا سر باہر کو ابھرتے دیکھ لیا تھا۔ اس نے جلدی سے وہ واٹر مشین گن پکڑی اور پھر چوکنا ہو کر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد ایک غوطہ خور کنارے پر آیا اور اس نے نہ صرف اپنے پیروں میں موجود مخصوص جوتے اتارے بلکہ سر پر پہنا ہوا کنٹوپ بھی اوپر کو اٹھا دیا اور پھر وہ ہاتھ میں موجود واٹر مشین گن اٹھائے بلی کی طرح محتاط انداز میں چلتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ عمران کے ہونٹ بھینچ گئے کیونکہ ابھی پانی میں ایک غوطہ خور موجود تھا اور دوسرے اگر وہ واٹر مشین گن کا فائر اس پر کھولتا تو باہر ہونے کی وجہ سے مشین گن کی تڑتڑاہٹ دور دور تک سنائی دیتی۔ اس طرح قریب ہی موجود کوئی کمانڈو وہاں تک پہنچ سکتا تھا۔ اس لئے عمران نے دوسرا طریقہ استعمال کرنے کا سوچا۔ وہ ویسے ہی درخت پر دبکا بیٹھا رہا۔ وہ کمانڈو ادھر ادھر گھومتا آخرکار اپنے ساتھی کمانڈو کی لاش تک پہنچ گیا اور دوسرے لمحے وہ بجلی کی سی تیزی سے مڑا اور اس بار بھاگتا ہوا وہ کنارے کی طرف بڑھ گیا، شاید وہ سمندر میں موجود اپنے ساتھی کو اس کی اطلاع

دینا چاہتا تھا۔ اس کی پشت ہوتے ہی عمران نے مشین گن کی بیلٹ کو دانتوں میں دبایا اور دوسرے لمحے کسی بندر سے بھی زیادہ پھرتی سے وہ درخت سے نیچے اترا اور پھر ایک بڑی جھاڑی کی اوٹ میں ہو کر دبک گیا۔ وہ غوطہ خور اب سمندر کے کنارے پر بیٹھ کر سر پر کنٹوپ چڑھا کر شاید ٹرانسمیٹر پر اپنے ساتھی کو کچھ بتا رہا تھا اور ٹرانسمیٹر کا خیال آتے ہی عمران نے بھی گردن کی طرف مڑا ہوا کنٹوپ اپنے چہرے پر ایڈجسٹ کیا۔ اس کے کانوں میں مدھم سی آواز پڑی۔

"میتھالس کی لاش باہر پڑی ہے ٹیری، اس کا غوطہ خوری کا لباس بھی غائب ہے۔ تمہارا خیال درست تھا ٹیری، واقعی دشمن ایجنٹ اسے باہر نکال کر لے گیا تھا، اوور"۔۔۔۔ ایک آواز ابھری۔

"میں آ رہا ہوں، تم محتاط رہو۔ اس کا مطلب ہے کہ دشمن ایجنٹ اب سمندر کی بجائے باہر موجود ہے، اوور"۔۔۔۔ ایک اور آواز ابھری۔

اور عمران کے لبوں پر مسکراہٹ رینگ گئی کیونکہ اس طرح وہ دونوں ایجنٹوں کا آسانی سے شکار کھیل کر دوبارہ سمندر میں جلدی سے کود سکتا تھا۔ اس طرح اگر قریب بھی کوئی کمانڈو ہو گا تو جب تک وہ یہاں پہنچے گا عمران سمندر کی تہہ میں پہنچ چکا ہو گا۔ پہلے اسے صرف خطرہ سمندر میں موجود غوطہ خور کی طرف سے تھا کیونکہ ظاہر ہے عمران نے غوطہ لگانا تھا جبکہ وہ پہلے ہی پانی کے اندر سنبھلا ہوا موجود تھا اور اس طرح وہ آسانی سے واٹر مشین گن کے ذریعے عمران کو ہٹ کر سکتا تھا۔

چند لمحوں بعد اس نے دوسرے غوطہ خور کو بھی کنارے سے باہر
آتے دیکھا۔ پہلے والے نے اس کا بازو پکڑ کر کھینچ لیا تھا اور اس
کے ساتھ ہی ان دونوں نے بھی کنٹوپ دوبارہ ہٹا دیئے تھے کیونکہ پانی
کے اندر نہ ہونے کی وجہ سے باہر سے آکسیجن اندر نہ جا سکتی تھی، اور
انہیں صرف کنٹوپ کے اندر موجود آکسیجن پر ہی گزارہ کرنا پڑتا تھا جو
زیادہ سے زیادہ ایک ڈیڑھ منٹ تک ہی کام کر سکتی تھی۔ عمران نے
بھی کنٹوپ اتار دیا اور گن کا رخ جھاڑی کی اوٹ میں ان کی طرف
کر کے ان کے آگے بڑھنے کا انتظار کرنے لگا۔ دوسرے نے بھی غوطہ
خوری والے مخصوص جوتے اتارے اور پھر وہ دونوں تیزی سے اس
مردہ کمانڈو کی لاش کی طرف بڑھنے لگے جس کا نام انہوں نے میتھائس
پکارا تھا اور جس کے ساتھ عمران نے پانی کے اندر انتہائی جان لیوا
جنگ لڑی تھی۔ وہ دونوں ابھی چند ہی قدم آگے بڑھے ہوں گے کہ
عمران نے ٹریگر دبا دیا اور فضا تڑتڑاہٹ کی تیز آوازوں کے ساتھ
ہی انسانی چیخوں سے گونج اٹھی۔ وہ دونوں ہی زمین پر گر کر بری طرح
تڑپنے لگے۔ عمران تیزی سے اٹھا اور اس نے کنارے کی طرف دوڑ
لگا دی۔ اس کے اپنے غوطہ خوری والے جوتے تو درخت کے اوپر ہی
رہ گئے تھے کیونکہ نیچے اترتے وقت اسے ان کا خیال نہ آیا تھا لیکن
ان دونوں کے جوتے کنارے کے قریب موجود تھے اس لئے عمران
بے تحاشہ دوڑتا ہوا کنارے کے قریب پہنچا۔ اس نے بجلی کی سی
تیز رفتاری سے دونوں جوتے پہنے اور اس کے ساتھ ہی اس نے
کنٹوپ کو ایک جھٹکے سے سر پر ایڈجسٹ کیا اور پانی کے اندر چھلانگ

لگا دی۔ اسے ان دونوں کے بارے میں کوئی فکر نہ تھی کیونکہ اس نے
ان دونوں کے دل والی جگہ کو نشانہ بنایا تھا اور ظاہر ہے وہ زیادہ سے
زیادہ چند لمحے پھڑک ہی سکتے تھے اس سے زیادہ کچھ نہ کر سکتے تھے۔
اسے صرف فکر اندرونی طرف موجود کسی کمانڈو کی طرف سے ہی تھی کہ
وہ اس کے عقب میں فائر نہ کر دے اس لئے پانی کے اندر غوطہ لگاتے
ہی اس کے منہ سے ایک اطمینان بھرا سانس نکل گیا۔ غوطہ خوری کے
لباس کی وجہ سے وہ اب آسانی سے اور انتہائی تیز رفتاری سے آگے
بڑھا جا رہا تھا اور پھر اتنی دور جا کر جہاں اس کے خیال کے مطابق
آبدوزیں موجود ہو سکتی ہیں اس نے اپنا رخ موڑا اور پھر جزیرے کے
گرد چکر لگانے کے سے انداز میں آگے بڑھتا گیا اور وہ تھوڑی ہی دور
گیا ہو گا کہ اس نے خاصی گہرائی میں پانی کے اندر دونوں آبدوزیں چیک
کر لیں۔ اسے معلوم تھا کہ وہ سب لوگ اس جنگی آبدوز میں ہوں گے
اور یقیناً اسے پانی میں مارک بھی کر رہے ہوں گے اور چونکہ وہ غوطہ
خوری کے لباس میں تھا اس لئے ظاہر ہے وہ اسے کوئی دشمن ہی
سمجھ سکتے ہیں اس لئے وہ تیزی سے اوپر سطح کی طرف اٹھتا چلا گیا۔
اور پھر سطح کے اوپر تیرتے ہوئے وہ آگے بڑھتا گیا۔ آبدوز کے اندر سے
ہونے والی فائرنگ سے بچنے کے لئے اس نے ایک اور ترکیب سوچی
تھی۔ چنانچہ سطح پر آگے بڑھتے بڑھتے وہ اس جگہ پر پہنچ گیا جہاں
اس کے خیال کے مطابق کیپٹن ہاک والی آبدوز موجود تھی اور دوسری
آبدوز چونکہ اس کے ساتھ ابھی تک ٹوچین تھی ——— اس لئے
اگر وہ تیزی سے کیپٹن ہاک والی آبدوز کے عقب میں اتر جائے تو اس

طرح وہ اپنے والی آبدوز سے ہونے والی فائرنگ رینج سے بھی دور ہو
سکتا تھا اور کیپٹن ہاک والی آبدوز کے اندر داخل ہو کر وہ ٹرانسمیٹر پر
اپنے ساتھیوں کو صحیح صورت حال سے بھی آگاہ کر سکتا تھا چنانچہ اس نے
تیزی سے غوطہ لگایا اور اس کا جسم تیر کی طرح کیپٹن ہاک والی آبدوز کی
عقبی طرف اترتا چلا گیا تھا لیکن ابھی اس نے آدھا ہی راستہ طے کیا تھا
کہ یکلخت کیپٹن ہاک والی آبدوز سے سرخ رنگ کا ایک بڑا سا شعلہ
نکلا اور دوسرے لمحے عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کا جسم ہزاروں
ٹکڑوں میں تبدیل ہو کر اِدھر اُدھر بکھرتا جا رہا ہو. شعلہ جیسے ہی اس
کے جسم سے ٹکرایا اس کا ذہن تاریک ہو گیا. آخری احساس جو اس کے
ذہن میں اُبھرا تھا یہی تھا کہ دشمن تو آج تک اسے نہ مار سکے تھے لیکن
اپنے ساتھیوں نے اسے موت کی اندھی غار میں دھکیل دیا ہے. بہرحال
موت موت ہی ہوتی ہے چاہے دشمنوں کے ہاتھوں آئے یا اپنے ساتھیوں
کے ہاتھوں اپنے ذہن میں ابھرنے والے آخری احساس کے مطابق وہ موت
کا شکار ہو چکا تھا.

کیپٹن شکیل اور ٹائیگر کو جب ہوش آیا تو انہوں نے اپنے آپ
کو کیپٹن ہاک والی آبدوز کے ایک کھلے کمرے میں سٹریچروں پر پڑے
ہوئے پایا. اسی لمحے کیپٹن فیروز اور اس کا ایک ساتھی اندر داخل ہوا
اور ان کو ہوش میں دیکھ کر کیپٹن فیروز کا چہرہ مسرت سے کھل اٹھا.

" اوہ خدا کا شکر ہے، آپ کو ہوش آ گیا ورنہ میں تو اب مایوس
ہوتا جا رہا تھا. میں اپنی آبدوز سے آپ کو یہاں اس لئے لے آیا تھا
کہ اس کا آکسیجن سسٹم زیادہ جدید ہے اور یہاں آپ کو زیادہ مقدار
میں اور کلین آکسیجن مل سکتی تھی" ——— کیپٹن فیروز نے مسکراتے
ہوئے کہا.

" ہم یہاں آبدوز میں پہنچے کیسے، ہم تو وہاں سمندر میں ہٹ ہوئے
تھے" ——— کیپٹن شکیل نے حیرت بھرے لہجے میں کہا اور کیپٹن
فیروز نے انہیں تفصیل سے بتایا کہ کس طرح صفدر ان دونوں کو اپنی

جان پر کھیل کر آبدوز تک لے آنے میں کامیاب ہوا تھا اور پھر اس
نے کیپٹن فیروز کے ساتھ مل کر ان دونوں کا آپریشن بھی کیا تھا۔

" عمران صاحب کی طرف سے کوئی اطلاع وہ کہاں ہیں "۔۔۔۔۔
ٹائیگر نے جلدی سے پوچھا۔

" وہ اور تنویر جب سے گئے ہیں ان کی واپسی ہی نہیں ہوئی البتہ
عمران صاحب کی ٹرانسمیٹر کال آئی تھی جس میں انہوں نے بتایا تھا کہ
وہ کیبن کے اندر پہنچ جانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ یہ کال بھی آپ
دونوں کے آپریشن ہونے سے پہلے آئی تھی۔ آپ دونوں کی حالت اس
قدر خراب تھی کہ آپریشن کرنے کی میری ہمت ہی نہ پڑ رہی تھی لیکن
عمران صاحب نے صفدر کو کہا کہ وہ آپریشن ضرور کرے چنانچہ صفدر صاحب
اور میں نے مل کر آپ دونوں کے آپریشن کئے اور خدا کا شکر ہے کہ آپریشن
کامیاب رہے۔ اس کے بعد صفدر صاحب بھی عمران اور تنویر کے
پیچھے چلے گئے اور انہیں گئے ہوئے بھی طویل وقت گزر گیا ہے لیکن
ابھی تک نہ ہی ان کی واپسی ہوئی ہے اور نہ ہی کوئی اطلاع ہے "۔۔۔۔
کیپٹن فیروز نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا اور کیپٹن شکیل اور ٹائیگر
دونوں بے اختیار ہونٹ کاٹنے لگے کیونکہ طویل وقت کی بات کہہ کر کیپٹن
فیروز نے ان کے ذہنوں میں خطرے کا الارم بجا دیا تھا۔ انہیں معلوم تھا
کہ جزیرے پر بے شمار مسلح کمانڈوز بکھرے ہوئے موجود ہیں اس لئے
کہیں وہ پھنس نہ گئے ہوں لیکن ظاہر ہے ان دونوں کی حالت ہی ایسی
تھی کہ وہ اپنی جگہ سے ہل بھی نہ سکتے تھے۔

" کیپٹن فیروز کوئی ایسا انجکشن ہمیں نہیں لگ سکتا کہ چاہے محدود

وقت کے لئے ہی سہی ہم جزیرے پر جا سکیں "۔۔۔۔ ٹائیگر نے
ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

" اوہ نہیں۔۔۔ آپ کا ہلنا بھی خطرناک ہے آپ جزیرے پر جانے
کی بات کر رہے ہیں "۔۔۔۔ کیپٹن فیروز نے تیز لہجے میں کہا اور
ٹائیگر کے زرد چہرے پر مایوسی سی دوڑ گئی۔

" کوئی آدمی کنٹرول روم میں موجود ہے۔ اگر عمران، صفدر یا تنویر
میں سے کوئی یہاں آئے تو اسے اندر لے آیا جا سکے "۔۔۔۔ کیپٹن
شکیل نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد پوچھا۔

" ویسے وہ کیسے آئیں گے، ظاہر ہے پہلے ٹرانسمیٹر پر اطلاع دیں
گے، ورنہ بغیر غوطہ خوری کے لباس کے اتنی گہرائی میں نہیں پہنچا جا سکتا
اور غوطہ خوری کے لباس کے اندر تو معلوم ہی نہیں ہو سکتا کہ آنے والا
دشمن ایجنٹ ہے یا ہمارا ساتھی ہے۔ اس لئے وہ لازماً آنے سے پہلے
اطلاع دیں گے چنانچہ میرا آدمی وائرلیس روم میں موجود ہے "۔۔۔۔
کیپٹن فیروز نے جواب دیا۔

" کیپٹن فیروز تم عجیب بات کر رہے ہو، وہ اپنے ساتھ ایسا ٹرانسمیٹر
تو لے ہی نہیں گئے جس سے آبدوز کے ٹرانسمیٹر سے رابطہ قائم ہو سکے
کیونکہ ایسا ٹرانسمیٹر کافی بڑا اور وزنی ہوتا ہے اور مشن کے دوران
یہ نہیں اٹھایا جا سکتا اور اگر اٹھا بھی لیا جائے تو پھر تیز نقل و حرکت
بہر حال رکاوٹ بنتی ہے۔ صرف صفدر اور عمران کے پاس ایسے فکسڈ
ٹرانسمیٹر ہیں۔ اب تو وہ دونوں ہی باہر ہیں اس لئے کال کیسے ہو گی "۔
کیپٹن شکیل نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

" اوہ اس بات کا تو مجھے خیال ہی نہیں آیا تھا' پھر کیا کیا جائے ایسا نہ ہو کہ ہم دشمن کو دوست سمجھ کر اندر لے آئیں "۔۔۔۔ کیپٹن فیروز نے کہا۔

" میں نے دیکھا ہے اس آبدوز میں ایس۔ ایل فائرنگ سسٹم موجود ہے جو بھی آئے اسے ایس۔ ایل کے ذریعے آسانی سے اور فوری طور پر بیہوش کیا جا سکتا ہے اور اس کے بعد اسے اندر لے آکر چیکنگ کی جا سکتی ہے "۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

" ایس۔ ایل سسٹم، اوہ میں نے تو چیک ہی نہیں کیا اس آبدوز میں ہے "۔۔۔۔ کیپٹن فیروز نے چونک کر پوچھا۔

" ہاں کنٹرولنگ روم میں جہاں وائر سکیننگ سسٹم ہے۔ اس کے نیچے یہ سسٹم بھی موجود ہے "۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" اوہ پھر تو ٹھیک ہے، میں ایک آدمی کی اب کنٹرول روم میں مستقل ڈیوٹی لگا دیتا ہوں "۔۔۔۔ کیپٹن فیروز نے کہا۔

" سنو، میرا سٹریچر اندر ایڈجسٹ ہو سکتا ہے۔ تم مجھے وہاں لے چلو، ایس۔ ایل سسٹم کو اگر ذرا سا بھی غلط طور پر فائر کیا جائے تو وہ خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔ اس کے لئے فاصلے کو خود منتخب کرنا پڑتا ہے اور تمہارے آدمی نے پہلے اسے آپریٹ ہی نہ کیا ہوگا اس لئے ایسا نہ ہو کہ وہ غلط فاصلے پر فائر کر دے، نتیجہ یہ کہ آنے والے کے جسم کے ہی ٹکڑے اڑ جائیں "۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

" او۔ کے، میں آدمی بلاتا ہوں تاکہ سٹریچر کو وہاں ایڈجسٹ کیا

جا سکے "۔۔۔۔ کیپٹن فیروز نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا اور اس نے مڑ کر اپنے پیچھے کھڑے ساتھی کو ہدایات دینا شروع کر دیں اور وہ آدمی سر ہلاتا ہوا مڑا اور اس کمرے سے باہر نکل گیا۔

" ہم کتنی دیر بیہوش رہے ہوں گے کیپٹن "۔۔۔۔ ٹائیگر نے پوچھا۔

" پانچ گھنٹے اور کچھ منٹ "۔۔۔۔ کیپٹن نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔

" اوہ، اوہ صفدر کو گئے ہوئے پانچ گھنٹے ہو چکے ہیں اور ابھی تک ان کی واپسی نہیں ہوئی۔ پھر تو صورت حال انتہائی مخدوش ہے "۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے انتہائی پریشان لہجے میں کہا اور ٹائیگر کے چہرے پر بھی شدید پریشانی کے آثار ابھر آئے لیکن وہ کچھ بولا نہیں، خاموش پڑا رہا۔ تھوڑی دیر بعد کیپٹن شکیل کے سٹریچر کو وہاں سے لے جا کر کنٹرول میں اس طرح ایڈجسٹ کر دیا گیا کہ کیپٹن شکیل وہاں موجود آدمی کو ہدایات دے کر مشینری کو آپریٹ کرا سکے۔ کیپٹن شکیل کی وجہ سے کیپٹن فیروز نے اب خود یہاں بیٹھنا پسند کیا اور اپنے ساتھیوں کو اس نے دوسری آبدوز میں بھجوا دیا۔ البتہ کیپٹن شکیل نے انہیں ہدایات دے دی تھیں کہ وہ کسی صورت میں بھی اس آبدوز کا دروازہ کسی بھی آنے والے کے لئے نہ کھولیں بلکہ اسے اس آبدوز کی طرف آنے پر مجبور کر دیں اور اگر کوئی خطرناک صورت حال محسوس کریں تو فوراً ٹرانسمیٹر پر اطلاع دیں۔

کنٹرول روم کی بڑی سکرین پر آبدوز کے چاروں طرف کا منظر سکرین پر بنے ہوئے چار خانوں میں سے واضح دکھائی دے رہا تھا۔ لیکن ہر طرف

پانی ہی پانی تھا اور کچھ نہ تھا۔ پھر تقریباً آدھا گھنٹہ گزرا ہوگا کہ ٹرانسمیٹر کال آنے لگی۔

"یس کیپٹن فیروز اٹنڈنگ، اوور" ——— کیپٹن فیروز نے ٹرانسمیٹر آن کرتے ہوئے تیز لہجے میں کہا۔

"شاکر بول رہا ہوں کیپٹن، ایک غوطہ خور کو ہم نے چیک کیا ہے وہ عقب سے ہماری طرف آرہا تھا کہ اچانک اوپر کو اٹھتا چلا گیا ہے اور رینج سے باہر نکل گیا ہے، اوور" ——— دوسری آبدوز کے کنٹرول روم میں بیٹھے کیپٹن فیروز کے نائب شاکر کی آواز ٹرانسمیٹر سے ابھری اور کیپٹن فیروز اور سٹریچر پر لیٹے ہوئے کیپٹن شکیل دونوں ہی چونک پڑے۔

"اوہ ٹھیک ہے، ہوشیار رہنا، اوور اینڈ آل" ——— کیپٹن فیروز نے تیز لہجے میں کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

"یہ غوطہ خور دشمن کا آدمی ہی ہو سکتا ہے۔ اپنا ہوتا تو لازماً آگے آجاتا" ——— کیپٹن فیروز نے ٹرانسمیٹر آف کرتے ہی تبصرہ کرتے ہوئے کہا لیکن کیپٹن شکیل نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ اس کی نظریں سکرین پر جیسے چپکی ہوئی تھیں اور پھر تھوڑی دیر بعد اس نے سکرین کے اس خانے پر جو آبدوز کی عقبی سمت کو ظاہر کرتا تھا یکلخت ایک غوطہ خور تیزی سے نیچے اترتے ہوئے نظر آنے لگا۔ اس کی رفتار خاصی تیز تھی اور اس کے ہاتھ میں واٹر مشین گن بھی تھی۔

"ہوشیار کیپٹن جیسے ہی یہ پوائنٹ الیون پر پہنچے ایس۔ ایل ٹوئنٹی ون فائر کر دینا، ہوشیار" ——— کیپٹن شکیل نے چیختے

ہوئے کہا اور کیپٹن فیروز کا ہاتھ سائیڈ پر بنی ہوئی ایک مشین کے نچلے حصے پر ایک نیلے رنگ کے بڑے سے بٹن پر جم گیا۔ غوطہ خور حیرت انگیز تیز رفتاری سے نیچے اتر رہا تھا اور پھر جیسے ہی کیپٹن شکیل کی ہدایت کے مطابق سکرین پر بنے ہوئے پوائنٹس پر وہ پوائنٹ الیون پر پہنچا، کیپٹن فیروز نے سانس روک کر بٹن پریس کر دیا۔ دوسرے لمحے سکرین پر سرخ رنگ کا ایک بڑا سا شعلہ اس غوطہ خور کی طرف لپکتا ہوا نظر آیا اور پلک جھپکنے میں وہ اس غوطہ خور سے ٹکرایا اور غوطہ خور کے جسم کے گرد اس طرح پھیلتا چلا گیا جیسے غلاف چڑھ جاتا ہے۔ دوسرے لمحے اس کی چمک ختم ہوئی اور اب وہ غوطہ خور بے حس و حرکت ہو چکا تھا اور اس کے ساتھ ہی اس کا جسم تیزی سے اوپر کو اٹھنے لگا۔

"سکننگ مشین آن کر دو" ——— کیپٹن شکیل نے کہا مگر کیپٹن فیروز اس کے کہنے سے پہلے ہی سکننگ مشین آن کر چکا تھا چنانچہ تیزی سے اوپر کو اٹھتے ہوئے اس غوطہ خور کا بے حس و حرکت جسم ایک جھٹکے سے رکا اور پھر انتہائی تیز رفتاری سے آبدوز کی طرف کھنچا چلا آیا۔ کیپٹن فیروز تیزی سے اٹھ کر کنٹرول روم کے بیرونی دروازے کی طرف دوڑ پڑا۔ اب غوطہ خور کا جسم سکرین پر نظر آنا بند ہو گیا تھا کیونکہ وہ آبدوز کی اوٹ میں ہو گیا تھا اور کیپٹن شکیل نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔ اس کے دل میں بیک وقت دو طرح کے خدشات پیدا ہو رہے تھے اگر یہ دشمن ہے تو اس کا مطلب ہے کہ عمران اور اس کے ساتھی ختم کر دیئے گئے ہیں اور اگر یہ ان کا ساتھی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ فتح ان کا مقدر بنی ہے۔ پھر تقریباً دس منٹ تک مسلسل امید و بیم

سے پنڈولم پر لٹکنے کے بعد اچانک کیپٹن فیروز کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

" یہ عمران صاحب تھے کیپٹن شکیل "۔۔۔۔ کیپٹن فیروز نے کنٹرول روم کے اندر آتے ہوئے کہا اور کیپٹن شکیل کے حلق سے بے اختیار اطمینان بھرا سانس نکلا۔

" خدایا تیرا شکر ہے "۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔ تھوڑی دیر بعد کیپٹن فیروز کے آدمیوں نے اس کا سٹریچر اٹھایا اور پیچھے والے کمرے میں لے گئے جہاں ٹائیگر موجود تھا اور اس کے ساتھ ہی فرش پر عمران کو لٹایا گیا تھا وہ بیہوش تھا اور کیپٹن فیروز میڈیکل باکس میں سے انجکشن نکال کر اسے لگانے میں مصروف تھا۔ ٹائیگر کے چہرے پر بھی بے پناہ مسرت کے آثار نمایاں تھے اور کیپٹن شکیل کی طرح اس کی نظریں بھی عمران کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ پے در پے تین انجکشن لگانے کے بعد کیپٹن فیروز اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور چند لمحوں بعد عمران کی آنکھیں ایک جھٹکے سے کھل گئیں۔ اس نے لاشعوری انداز میں گردن ادھر ادھر پھیری۔

" خدایا تیرا شکر ہے، تو نے مجھ گنہگار کو بخش دیا اور جہنم کی بجائے جنت میں بھیج دیا ہے "۔۔۔۔ یکلخت عمران نے آنکھیں بند کرتے ہوئے ایسے بڑبڑاتے ہوئے کہا جیسے وہ اپنے آپ سے باتیں کر رہا ہو۔

" عمران صاحب، یہ جنت نہیں آبدوز ہے "۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" ہائیں، کیپٹن صاحب مجھ سے بھی پہلے یہاں پہنچ چکے ہیں ہاں بھئی

آخر کپتان جو ہوئے "۔۔۔۔ عمران نے یکلخت اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا اور کیپٹن شکیل ہنس پڑا۔

" ارے واقعی یہ تو آبدوز ہے۔ میں سمجھا تھا کہ جنت کے کسی محل میں ہوں۔ اس کا مطلب ہے ابھی دوزخ میں جانے کا خطرہ باقی رہ گیا ہے "۔۔۔۔ عمران نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا اور پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

" غوطہ خوری کے لباس میں ہم دوست دشمن میں تمیز نہ کر سکتے تھے اس لئے ہم نے سی ایل فائر کیا تھا "۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" سی ایل ۔۔۔ لیکن کس رینج میں فائر کیا تھا "۔۔۔۔ عمران نے چونک کر پوچھا۔

" ٹوئنٹی ون پوائنٹ پر سی ایل الیون فائر کیا تھا ۔ کیوں "۔ کیپٹن شکیل نے بھی حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

" پھر تو واقعی تم نے مجھے جنت میں بھجوانے کا پورا بندوبست کر دیا تھا۔ یہ تو میں ہی ڈھیٹ واقع ہوا ہوں کہ جنت کی بجائے آبدوز میں پہنچ گیا ہوں۔ بھلے آدمی ٹوئنٹی ون رینج پر تو سی۔ ایل۔ نائن فائر کیا جاتا ہے۔ سی۔ ایل الیون تو ٹوئنٹی تھری پوائنٹ پر فائر کیا جاتا ہے۔ اس لئے مجھے خوفناک جھٹکا لگا تھا اور مجھے ایسے احساس ہوا تھا جیسے میرا جسم ہزاروں ٹکڑوں میں تبدیل ہو کر بکھر رہا ہو۔ یہ تو جدید ترین غوطہ خوری کے لباس کی وجہ سے بچت ہو گئی ورنہ تو لازماً یہی نتیجہ نکلتا "۔۔۔۔ عمران نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا اور ٹائیگر

بے اختیار انتہائی غصیلی نظروں سے ساتھ پڑے ہوئے کیپٹن شکیل کو دیکھنے لگا جیسے نظروں ہی نظروں میں اسے کچا چبا جانا چاہتا ہو. ظاہر ہے اس کی وجہ سے عمران کی زندگی خطرے میں پڑ گئی تھی۔

"نہیں عمران صاحب، ٹونٹی ون پر ایبون ہی فائر ہوتا ہے۔ دس درجے کا فرق رکھا جاتا ہے"۔۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"اوہ، یہ فرق شروع میں رکھا گیا تھا لیکن تجربات کے دوران اس سے بے شمار اموات ہو گئیں. کمزور اعصاب اور کمزور جسم رکھنے والے اس خوفناک دھچکے کو برداشت نہ کر سکتے تھے چنانچہ مزید ریسرچ کرنے کے بعد بارہ درجے کا فرق رکھا گیا اور وہ اب سی. ایل سسٹم میں درست طور پر کام دے رہا ہے. بہرحال صرف دو درجے کا فرق تھا جو کچھ میری ڈھٹائی نے اور کچھ جدید قسم کے مضبوط غوطہ خوری کے لباس نے مل جل کر برداشت کر لیا"۔۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ آئی. ایم سوری عمران صاحب ۔۔۔ مجھے اس جدید ریسرچ کے تحت فرق کا علم نہ تھا. آپ کو تکلیف ہوئی"۔۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے شرمندہ سے لہجے میں کہا۔

"عمران صاحب، سی ایل سسٹم کی بات تو کیپٹن صاحب نے ہی مجھے بتائی تھی جبکہ میرا تو آئیڈیا بھی یہی تھا کہ آپ تو آنے سے پہلے ٹرانسمیٹر کال کریں گے اس لئے جو بھی کال کئے بغیر آئے گا وہ دشمن ہی ہو گا"۔۔۔۔۔ کیپٹن فیروز نے کیپٹن شکیل کی حمایت کرتے ہوئے کہا۔

"ماشاء اللہ، ماشاء اللہ۔ ایک کیپٹن نے صرف جھٹکا دینے پر ہی اکتفا کیا ہے جبکہ دوسرے کیپٹن صاحب تو اکٹھی بیس بائیس گولیاں جسم میں اتارے بغیر دم نہ لیتے"۔۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور کیپٹن فیروز بھی بے اختیار ہنس پڑا۔

"عمران صاحب، صفدر اور تنویر کہاں ہیں. وہ آپ کے ساتھ نہیں آئے"۔۔۔۔۔ اچانک کیپٹن شکیل نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

"وہ دونوں ڈاکٹر اخوند کے ساتھ زمین چھوڑ کر بلندی پر پہنچ گئے ہیں"۔۔۔۔۔ عمران نے سپاٹ لہجے میں کہا تو کیپٹن شکیل اور ٹائیگر دونوں کے چہرے پر یکلخت سیاہی سی پھیلنے لگی. اگر وہ سٹریچر پر بیلٹوں سے نہ جکڑے ہوتے تو یقیناً بے اختیار اٹھ کر بیٹھ جاتے۔

"اوہ، اوہ یہ کیسے ہو گیا. یہ کیسے ہو گیا، اوہ کاش میں زخمی نہ ہوتا"۔ کیپٹن شکیل نے انتہائی مایوسانہ لہجے میں کہا۔

"ارے، ارے اس میں اتنی پریشانی والی کیا بات ہے. نیچے کی ہوا بھاری ہو چکی تھی اس لئے ذرا اوپر کی تازہ ہوا کھانے گئے ہیں، آ جائیں گے. ان کی واپسی کا انتظام کرنے تو میں یہاں آیا ہوں"۔ عمران نے فوری طور پر اسے حوصلہ دیتے ہوئے کہا کیونکہ کیپٹن شکیل کا چہرہ یکلخت اس قدر زرد پڑ گیا تھا کہ عمران کو خطرہ لاحق ہو گیا کہ کہیں وہ صدمے سے مر ہی نہ جائے. ویسے بھی وہ شدید زخمی تھا۔

"کیا ۔۔۔ کیا مطلب. کیا وہ دونوں زندہ ہیں، پھر وہ اوپر"۔۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے قدرے حوصلے سے کام لیتے ہوئے کہا اور جواب میں عمران نے انہیں یہاں سے جانے سے لے کر یہاں تک واپس آنے

تک تمام واقعات مختصر طور پر بتا دیئے۔

" تو اب آپ کا کیا پروگرام ہے۔" ـــــ کیپٹن شکیل نے اس بار مسکراتے ہوئے کہا۔

" یہی تین غوطہ خوری کے لباس اور ایک آدمی کو ساتھ لے جاؤں گا اور بغیر دلہن کے دولہا یعنی تنویر اور اس کے شہ بالا صفدر کو لے آؤں گا۔ بیچارہ ڈاکٹر اخوند تو ویسے بھی نہ تین میں ہے نہ تیرہ میں حالانکہ بارات کا اصل دولہا وہی ہے۔" ـــــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ کیپٹن فیروز کو ساتھ لے کر اس کمرے سے باہر چلا گیا۔

پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد صفدر اور تنویر بھی مسکراتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ تنویر ایک لات کو گھسیٹ کر چل رہا تھا۔

" اوہ تنویر، کیا ہوا تمہاری لات کو۔" ـــــ کیپٹن شکیل نے چونک کر پوچھا۔

" تنویر کی لات زخمی ہے، تم اپنا حال سناؤ۔ کیپٹن شکیل اور ٹائیگر تم اب کیا محسوس کر رہے ہو۔ شکر ہے تم دونوں مجھے ہوش میں نظر آ رہے ہو۔ میں تمہیں بیہوشی کے عالم میں چھوڑ کر گیا تھا اس لئے جب تک عمران صاحب نے واپس آ کر مجھے نہیں بتایا کہ تم دونوں ہوش میں آ چکے ہو، میرا دل خوف سے لرزتا ہی رہا ہے۔" ـــــ صفدر نے بڑے خلوص بھرے لہجے میں کہا۔

" اگر عمران صاحب فوراً اپنے فقرے کی وضاحت نہ کر لیتے تو کم از کم میں تو لاش کی صورت میں ہی نظر آتا۔" ـــــ کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے کہا اور صفدر بے اختیار ہنس پڑا۔

" مجھے عمران صاحب نے بتایا ہے۔" ـــــ صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

" اس کی یہی عادت مجھے بری لگتی ہے۔ موقع محل دیکھے بغیر اپنی بھیرویں شروع کر دیتا ہے۔" ـــــ تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ اس بار صفدر اور کیپٹن شکیل دونوں ہنس پڑے جبکہ ٹائیگر کے ہونٹ سختی سے بھنچ گئے۔ اس کی حالت بتا رہی تھی کہ نجانے اس نے کس طرح تنویر کا عمران کے متعلق یہ فقرہ برداشت کیا ہے۔ شاید اس کے زخمی ہونے کی وجہ سے وہ برداشت کر گیا تھا۔

" ڈاکٹر اخوند کہاں ہے۔" ـــــ کیپٹن شکیل نے موضوع بدلنے کے لئے پوچھا۔

" عمران صاحب اسے ہوش میں لے آنے کی کوشش کر رہے ہیں کیونکہ اب وہ محفوظ جگہ پہنچ چکا ہے۔ اب اسے ہوش میں آ ہی جانا چاہیے۔" ـــــ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اسی لمحے عمران اندر داخل ہوا۔

" صفدر تمہارے پاس وہ چارجر تھا ـــ وہ مجھے دو۔" عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

" اوہ ہاں، اس کا تو مجھے خیال ہی نہیں رہا۔" ـــــ صفدر نے چونک کر کہا اور پھر اندرونی جیب کی زپ کھول کر اس نے چارجر نکالا اور اسے عمران کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

" یہ لو تنویر چارجر اور اس ہیڈ کوارٹر کو اپنے ہاتھوں سے اڑا دو کیونکہ یہ ہارڈ مشن بہرحال تمہارا ہی ہے۔" ـــــ عمران نے انتہائی

خلوص بھرے لہجے میں چارجر تنویر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"میرا مشن کیسے ہوگیا۔ سارا کام تو تم نے اور صفدر نے کیا ہے میں نے کیا کیا ہے"۔۔۔۔ تنویر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"نہیں تنویر۔۔۔ اگر تم اینڈریو اور ویالی کے ساتھ وہ خوفناک اور جان لیوا جنگ نہ کرتے تو میں تو میں ہم سب یقیناً ختم ہوجاتے۔ تم نے تو صرف سادہ سے لہجے میں مجھے واقعات بتائے ہیں۔ لیکن میں بخوبی اندازہ کرسکتا ہوں کہ تم نے کس طرح یہ جنگ لڑی ہوگی۔ اس لئے میں پورے خلوص کے ساتھ کہتا ہوں کہ یہ ہارڈ مشن تمہاری وجہ سے ہی کامیابی تک پہنچا ہے۔ تم ہی دراصل اس کے ہیرو ہو"۔۔۔۔ عمران نے بڑے خلوص بھرے لہجے میں کہا اور تنویر کے چہرے پر شرمندگی کے آثار ابھر آئے جبکہ صفدر اور کیپٹن شکیل دونوں معنی خیز نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے کیونکہ تنویر نے ابھی عمران کے آنے سے پہلے اس کے خلاف ریمارک پاس کیا تھا جبکہ ٹائیگر کے چہرے پر ایسے تاثرات تھے جیسے تنویر کو کہہ رہا ہو کہ دیکھا میرے باس کا ظرف۔

"کیا بات ہے۔۔۔ یہ تم سب کے چہروں کے تاثرات کچھ عجیب سے ہوگئے ہیں"۔۔۔۔ عمران کی تیز نظروں سے ظاہر ہے۔ ان کے یہ معنی خیز تاثرات بھلا کہاں چھپ سکتے تھے۔

"تنویر صاحب آپ کے آنے سے پہلے آپ کے خلاف بات کر رہے تھے"۔۔۔۔ باقی تو خاموش رہے البتہ ٹائیگر نے بات کہہ ڈالی اور عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

"تنویر کو ہی اس کا حق پہنچتا ہے۔ آخر یہ میرا رقیب روسفید اور

میں اس کا فی الحال رقیب روسیاہ ہوں۔۔۔ کیوں تنویر"۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا کیونکہ ابھی تک اس کے چہرے اور ہاتھوں سے پوری طرح سیاہی غائب نہ ہوئی تھی اس کی بالکل ہلکی سی تہہ ابھی موجود تھی۔ پھر اس سے پہلے کہ کوئی اس کی بات کا جواب دیتا کیپٹن فیروز دوڑتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔

"عمران صاحب ایک موٹر بوٹ سکرین پر نظر آرہی ہے۔ اس پر آٹھ غوطہ خور ہاتھوں میں بڑی بڑی میزائل گنیں اٹھائے ہوئے ہیں"۔ کیپٹن فیروز نے تیز تیز لہجے میں کہا۔

"اوہ یہ تارپیڈو گنیں ہوں گی، تنویر تم چارجر آن کردو تاکہ جزیرے پر ہیڈ کوارٹر کی تباہی سے وہ فوری طور پر بوکھلا جائیں۔ اس دوران مجھے ٹی ایکس میزائل ایڈجسٹ کرنے کا موقع مل جائے گا"۔۔۔۔ عمران نے تیز لہجے میں کہا اور دوڑتا ہوا دروازے سے باہر نکل گیا۔ کیپٹن فیروز اس کے پیچھے تھا۔ چند لمحوں بعد عمران کنٹرول روم میں پہنچ گیا۔ واقعی فار رینج سکرین آن تھی اور اس پر سطح سمندر پر ٹھہری ہوئی ایک موٹر بوٹ صاف نظر آرہی تھی اور اس میں سے ایک آدمی نے ایک آلہ سا پانی کے اندر ڈالا ہوا تھا جو تار کے ساتھ لٹک رہا تھا۔

"اوہ یہ آبدوزوں کو چیک کر رہے ہیں"۔۔۔۔ عمران نے جلدی سے ایک مشین کی مختلف نابوں کو تیزی سے گھماتے ہوئے تشویش بھرے لہجے میں کہا اور ابھی وہ نابیں گھما ہی رہا تھا کہ یکلخت اس نے موٹر بوٹ پر سوار چھ افراد کو بوکھلا کر گھومتے اور عقب میں دیکھتے ہوئے دیکھا اور وہ سمجھ گیا کہ تنویر نے چارجر آن کر دیا ہے اور ہیڈ کوارٹر

تباہ ہو چکا ہے۔

اسی لمحے پانی میں شدید بھونچال سا پیدا ہوا اور وہ غوطہ خور موٹر بوٹ الٹ جانے کی وجہ سے پانی میں گرے اور تیزی سے گہرائی میں اترتے چلے گئے۔ عمران نے مشین پر لگا ہوا ایک چکر گھمایا اور پھر اس نے اوپر لگے ہوئے ایک ڈائل کو غور سے دیکھتے ہوئے ایک بٹن دبا دیا۔ دوسرے لمحے پانی میں سرخ رنگ کی ایک کافی چوڑی سی چادر تیزی سے اس طرف کو جاتی دکھائی دی جہاں پانی میں وہ سب غوطہ خور اترے جا رہے تھے۔ ایک لمحے سے بھی کم عرصے میں وہ چاروں تک پہنچ گئی اور پھر سکرین پر ہر طرف سرخ رنگ کی چادر پھیل گئی۔ اسی لمحے صفدر اور تنویر بھی کنٹرول روم میں پہنچ گئے۔

" میں نے چارجر آن کر دیا ہے "۔۔۔۔ تنویر نے کہا۔

" میں نے دیکھ لیا ہے "۔۔۔۔ عمران نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا لیکن اس کی نظریں سکرین پر ہی جمی ہوئی تھیں۔ چند لمحوں بعد جب سرخی ختم ہوئی تو عمران کے لبوں پر مسکراہٹ تیرنے لگی۔ اب سکرین پر ان آٹھوں غوطہ خوروں کی لاشیں تیرتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں۔ ساتھ ہی بڑی بڑی گنیں بھی پانی کی گہرائی میں اترتی ہوئی صاف دکھائی دے رہی تھیں۔

" او۔ کے، چلو کیپٹن فیروز اب واپسی کا سفر شروع کرو، یہ مشن تو انجام کو پہنچ ہی گیا "۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے ساتھ کھڑے کیپٹن فیروز سے مخاطب ہو کر کہا۔

" لیکن وہ راستہ ۔۔ وہ کمپیوٹر آئی "۔۔۔۔ کیپٹن فیروز نے

چونک کر کہا۔

" ہیڈ کوارٹر میں موجود ساری مشینری صفدر نے پہلے ہی تباہ کر دی تھی۔ اس لئے ان خطرناک ریز کے جال کا بھی ساتھ ہی خاتمہ ہو گیا تھا۔ اس لئے آتے ہوئے اگر ایک راستہ تھا تو جاتے ہوئے سب راستے کھل گئے ہیں اور ایک جدید ترین آبدوز منافع میں ملی ہے "۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور کیپٹن فیروز نے سر ہلاتے ہوئے کنٹرولنگ سیٹ سنبھال لی جبکہ عمران صفدر اور تنویر سمیت بیرونی دروازے کی طرف مڑ گیا۔ اس کے چہرے پر گہرے اطمینان کے تاثرات نمایاں تھے۔

" خاصا ہارڈ مشن ثابت ہوا ہے یہ "۔۔۔۔ صفدر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

" ہاں واقعی یہ ہارڈ مشن ہے "۔۔۔۔ تنویر نے بھی صفدر کی بات کی تصدیق کرتے ہوئے کہا۔

" مشن بیچارے نے کیا ہارڈ ہونا ہے۔ اصل ہارڈ تو صفدر کی کھوپڑی ثابت ہوئی ہے کہ اس قدر گہرے زخم کے باوجود صحیح سلامت ہے۔ میری بیچاری نرم سی کھوپڑی ہوتی تو نجانے اس کے کتنے ٹکڑے ہو چکے ہوتے۔ کوئی ادھر گرتا کوئی ادھر۔۔۔ "۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" تمہاری کھوپڑی کے اندر کچھ ہوتا تو وار کو روک سکتی بھی "۔۔۔۔ تنویر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

" واہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ صفدر کی کھوپڑی ہارڈ نہیں ہے بلکہ

اندر موجود ذہن ہارڈ ہے اور اس لئے یہ تو ہوا ہارڈ مائینڈ اور چاہے صفدر کتنا ہی ہارڈ مائینڈ کیوں نہ ہو کم از کم اتنا تو جانتا ہی ہوگا کہ ہارڈ مائینڈ ہمارے ہاں گدھے کو کہا جاتا ہے۔ کیوں صفدر عرف ہارڈ مائینڈ" عمران نے مسکراتے ہوئے ہارڈ مائینڈ کی وضاحت کرتے ہوئے کہا اور صفدر تو مسکرا دیا جبکہ تنویر سے نہ رہا گیا۔

" صفدر اگر ہارڈ مائینڈ ہے تو تم ہیں تو سرے سے مائینڈ ہی نہیں ہے اور بغیر ذہن والے کو کیا کہتے ہیں، یہ بھی بتا دو" —— تنویر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

" تنویر کہتے ہوں گے اُسے —— اچھا نام ہے کیوں صفدر" —— عمران بھلا کہاں باز آنے والا تھا اور اس بار صفدر کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ اور تنویر بے اختیار کھسیا کر رہ گیا۔

ختم شد